يجعلون اصابعهم في اذانهم من الصواعق حذر الموت
البقرہ ۱۹
الصواعق المحرقة
برقِ سوزاں
تصنیف
شیخ الاسلام احمد بن حجر الشافعی المکی
تـرجمه
علامہ اختر فتح پوری
www.jannatikaun.com

نام کتاب: الصواعق المحرقہ (برقِ سوزاں)

تصنیف: شیخ الاسلام احمد بن حجر الشافعی المکی متوفی ۹۷۴

ترجمہ: علامہ اختر فتح پوری

کمپوزنگ: ورڈز میکر

طابع: اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز

تعداد: 1100

فہرست مضامین

عرضِ حال

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق کتاب "الصواعق المحرقۃ" کا اُردو ترجمہ "برقِ سوزاں" اہل علم حضرات کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے مجھے ایک گونہ مسرت حاصل ہو رہی ہے کیونکہ اس کتاب میں اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مخالفین و معاندین کی طرف سے کئے گئے اعتراضات کے نہایت مدلل اور مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔ نیز ان کی شان و عظمت کا اس رنگ میں تحفظ کیا گیا ہے کہ بے اختیار مؤلف کے لئے منہ سے دعائے خیر نکلتی ہے۔ اس کے علاوہ مؤلف نے صحابہ کرام کے مشاجرات و مناقشات پر بھی اس عالمانہ انداز میں گفتگو کی ہے کہ قاری کے دل میں محبت کا ایک سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے۔ اس چرخ نیلی فام کے نیچے صحابہ کی جماعت ہی ایک ایسی جماعت ہے جسے خدا تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا سرٹیفکیٹ عطا فرمایا ہے اور یہی وہ جماعت ہے جس کے بارے میں سرور کائنات فخر موجودات سید ولد آدم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتباہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کے متعلق بات کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرنا' پس جو شخص اہل بیت اور صحابہ کرام کے متعلق ژاژ خائی کرتا ہے حقیقت میں وہ اپنی عاقبت آپ خراب کرتا ہے۔

مجھے مدت سے جستجو تھی کہ کوئی شخص اس بے نظیر اور لاجواب کتاب کو اردو زبان میں منتقل کر دے سو میں جناب علامہ اختر فتح پوری کا ممنون ہوں کہ انہوں نے میری اس خواہش کی تکمیل کرتے ہوئے اسے نہایت سلیس اور شگفتہ انداز میں اردو زبان میں منتقل کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں میں اپنے واجب الاحترام بزرگ محترم جناب سید صادق علی شاہ صاحب مدظلہ العالی کا سپاس گزار ہوں جنہوں نے کتاب کی طباعت و اشاعت کے سلسلہ میں اپنے مفید مشوروں سے میری رہنمائی فرمائی۔ اگر وہ اپنا دست تعاون دراز نہ کرتے تو شاید کتاب کی اشاعت میں مزید کچھ التوا پڑ جاتا۔ ان کے علاوہ چند دیگر مخلص احباب جو میرے حلقۂ دوستی میں ہیں بھی میرے دلی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے لئے میرا ساتھ دیا اور کتابت

مقدمہ

الحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد الرسل وخاتم النبیین وعلیٰ اصحابہٖ وازواجہٖ واہلِ بیتہ الطاھرین .

اما بعد!

یہ دونوں عظیم الشان کتابیں محدث احمد بن حجر المکی الہیتمی کی تالیف ہیں۔ پہلی کتاب صواعق محرقہ ہے جو اہل بدعت اور زندقہ کی تردید میں لکھی گئی ہے جسے کتاب وسنت اور امت کے علمائے سلف کے عقیدہ کے مطابق' ائمہ مجتہدین اور ائمہ علماء کی روایات پر اعتماد کرتے ہوئے خلافت خلفائے راشدین کی حقیت کے اظہار کے لئے تالیف کیا گیا ہے پھر اس کی ذیل میں مناقب اہل بیت نبوی کا اعتدال پسند علماء مثلاً محب طبری اور حافظ سخاوی کی کتاب سے ملخصاً ذکر کیا گیا ہے اور ان کے ساتھ مزید تحریرات کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔

اس کتاب میں شیعہ کے ان کجرو فرقوں اور روافض کا رد بھی پیش کیا گیا ہے جو اصحاب رسول ﷺ پر کیچڑ اچھالتے اور بعض کی تکفیر و تفسیق کرتے ہیں اور اجماع اور اہل حق کے طریق کے خلاف بعض کو بعض پر فضیلت دیتے ہیں جس سے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کا غیر عادل ہونا ان کی روایات کا عدم قبول اور ان کی عدم اقتداء لازم آتی ہے حالانکہ وحی ظاہر و باطن کے نقل کرنے میں وہی ایک متعین راستہ ہیں۔ اس لئے اس طریق کی صحت پر بحث کرنا ضروری ہے تاکہ شریعت اسلامیہ' ثبوت احکام میں ایسی قابل اعتماد دلیل صحیح سے مستند قرار پائے جس سے احتجاج کیا جا سکے اور حجت کو ثابت کیا جا سکے۔

دوسری کتاب 'تطھیر الجنان واللسان' عن الخطورۃ والتفوہ بثلب معاویۃ بن ابی سفیان '' ہے جس میں حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان کے فضائل' آپ کی معرکہ آرائیوں اور ان اختلافات کا ذکر ہے جو آپ کے اور صحابہ کے درمیان ہوئے۔ اس کے بعد شیعہ اور خوارج کے جن فرقوں نے آپ کو سب و شتم کرنا اور آپ پر لعنت کرنا جائز سمجھ لیا ہے ان کے شبہات کا ذکر ہے۔ اس تعلق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نقطۂ نگاہ بھی ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا

فرمائے۔ یہاں تک کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو جائیں۔

میں نے قارئین اور محققین کی سہولت کے لئے دونوں کتابوں پر ایک مقدمہ لکھا ہے تا کہ محققین کو ان کے مطالب پر بصیرت کاملہ، دل بیدار اور فہم سلیم حاصل ہو جائے اور اختلاف کی پیچیدگیوں میں ہم نے انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور میں نے دونوں کتابوں میں احادیث کی تخریج وتعلیق میں اس بات کو مدنظر رکھا ہے کہ قاری کو ان کا صحیح مفہوم ذہن نشین ہو جائے۔ میں اللہ تعالیٰ سے عون ونصرت کا طلب گار ہوں اور وہی میرے لئے کافی کارساز ہے۔ مکتبہ قاہرہ کے اس دوسرے ایڈیشن میں توضیح وتخریج اور تعلیق اور مقدمہ میں مزید اضافہ کیا گیا ہے۔

مقدمہ میں اجمالی طور پر اسلامی فرقوں اور ان کی تاریخ کا ذکر کیا گیا ہے۔ نیز ان کے عقائد اور تفرقہ کے اسباب بھی زیر بحث لائے گئے ہیں خصوصاً ان امور کے بارے میں جن کی تردید میں یہ دونوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ یہ تمام باتیں ایسے طور پر لکھی گئی ہیں جن سے حق وباطل میں امتیاز پیدا ہو جاتا ہے اور خلاصۂ کلام یہ ہے کہ میں مقدمہ کے مطالب میں ائمہ مجتہدین کے افکار ونظریات اور بیدار مغز اصحاب کی صحیح رائے مصادر علمیہ معتدلہ سے لکھوں گا۔ ازاں بعد یزیدیہ اور ان فرقوں کا ذکر کروں گا اس کے بعد مؤلف کے حالات زندگی بیان ہوں گے جس میں اس کے وطن، تعلم، تعلیم، رحلت اور علم وروایت میں اس کے شیوخ کا تذکرہ ہوگا۔ پھر ان کی تالیفات کا تذکرہ ہوگا جو دنیا بھر کے علماء اور طلباء کے لئے ایک بحر زخار کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اسلامی فرقے اور اُمت محمدیہ میں اختلاف

آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت سوائے منافقین کے جو بباطن نفاق اور بظاہر وفاق کا اظہار کرتے تھے تمام مسلمان ایک ہی عقیدہ اور ایک ہی طریقہ پر قائم تھے جیسے کہ آمدی سے سید نے شرح مواقف میں بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں سب سے پہلے ان اجتہادی امور میں اختلاف رونما ہوا جن سے کفر وایمان واجب نہیں ہوتا اور اس اختلاف سے ان لوگوں کی غرض یہ تھی کہ مراسم دین اور شرح قویم کے طریقہ ہائے کار کو قائم کیا جائے اور ان کا یہ اختلاف اسی طرح کا تھا جیسے کہ انہوں ؓنے آنحضرت ﷺ کے مرض الموت میں آپ کے اس قول پر ... بقرطاس اکتب لکم کتاباً لا تضلوا بعدی یعنی مجھے کاغذ دو

ان لوگوں کا مقصد جنگ کرنا نہ تھا بلکہ یہ سب کچھ ان قاتلین عثمان کی سازش کے نتیجے میں ہوا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے اور انہیں یہ خوف لاحق تھا کہ حضرت علی انہیں حضرت عثمان کے وارثوں کے سپرد کردیں گے۔ پس انہوں نے فریقین کے درمیان جنگ برپا کردی[1] اور ۳۷ھ میں شیعہ لقب اختیار کر کے منظر عام پر آئے جیسا کہ عبدالعزیز دہلوی نے ذکر کیا ہے ہاں دو تین سال کے اندر اس مخلص گروہ میں تشیع کا اثر و رسوخ بڑھ گیا اور شیخین اور دوسرے صحابہ پر بغیر کسی صحابی سے بغض کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا چرچا ہونے لگا۔ انہوں نے بتایا ہے کہ ابوالاسود الدؤلی اور حافظ عبدالرزاق صاحب المصنف اسی عقیدہ کے حامل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کانوں تک جب ان لوگوں کی یہ بات پہنچی تو آپ نے فرمایا:

''لئن سمعت احدًا یفضلنی علی الشیخین رضی اللہ عنہما لأحدنہ حد الفریۃ''

اگر میں نے سنا کہ کوئی شخص مجھے شیخین پر فضیلت دے رہا ہے تو میں اسے جھوٹ کی حد لگاؤں گا۔ پھر یہ معاملہ حضرت علی کے دورِ خلافت میں مزید وسعت اختیار کر گیا اور آپ کے زمانہ میں سبائی فرقہ ظاہر ہوا جو چند ایک صحابہ کے سوا سب کو گالیاں دیتے تھے اور ان کی طرف کفر و نفاق کو منسوب کرتے تھے اور ان سے اظہار بیزاری کرتے تھے اسی لئے انہوں نے اپنا نام تبرئیہ رکھا ہوا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے بیزارگی کا اظہار کیا ہے۔ ان لوگوں کا لیڈر عبداللہ بن سبا یہودی تھا جس نے مسلمانوں کو فریب دے کر بظاہر اسلام قبول کیا ہوا تھا اور وہ امت میں تفرقہ پیدا کرنے کیلئے غلو اختیار کرنے کی دعوت دیتا تھا۔ جیسے کہ قدیم و جدید عیسائیوں میں سے اس کے امثال نے عداوت پیدا کرنے اور اپنی قوم اور حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معرکہ آرائی کے لئے یہ طریق اختیار کیا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے باقی ماندہ لوگوں کو سرزمین حجاز سے جلاوطن کر دیا تھا۔ اس بدعت کے اختیار کرنے میں ابن سبا کے دیگر ہم مذہبوں' نصاریٰ' بت پرستوں اور صابیوں نے بھی اس کی مدد کی۔ اس وقت تک شیعہ کا لقب' حب اہل بیت اور عقیدۂ سنت کی علامت نہ بنا تھا۔ شیعہ مخلصین نے اسے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ پھر یہ معاملہ بڑھتا ہی گیا اور ان میں سے ایک جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کی قائل ہوگئی اور آپ کو ان لوگوں سے جنگ کرنی پڑی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد یہ معاملہ یہاں تک بڑھا کہ شیعہ فرقہ ۲۴ فرقوں میں تقسیم ہوگیا جیسا کہ مختصر التحفۃ میں ہے اور

---

[1] من الکامل لابن الاثیر

ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر مقدم کرے وہ غالی ہے۔ اسے رافضی بھی کہتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں تو وہ شیعہ ہے پھر آپ نے فرمایا[1] ہمارے دور میں عرفاً اس شخص کو غالی کہتے ہیں جو ان بزرگوں کی تکفیر کرے اور شیخین سے اظہار بیزاری کرے پس ایسا شخص گمراہ اور مفتری ہے۔

ابن عقیل علوی[2] نے لکھا ہے کہ زید بن ارقم، مقداد بن الاسود، سلمان فارسی، ابوذر، خباب، جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری، سہل بن حنیف، ابوالطفیل، عامر بن واثلہ، عباس، بنی ہاشم اور عبدالمطلب بھی رافضیوں میں سے تھے۔

مگر یہ قول بھی ان دعاوی میں سے ہے جن کی کوئی بنیاد نہیں کیونکہ یہ حضرات شیخین تو درکنار کسی صحابی کی بھی تنقیص نہ کرتے تھے۔ اسفرائنی نے التبصیر میں کہا ہے کہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ امامیہ کے جن فرقوں کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے وہ سب کے سب تکفیر صحابہ پر متفق ہیں اور قرآن کریم میں تغیر وتبدل کے بھی مدعی ہیں اور اس بات کے بھی قائل ہیں کہ قرآن کریم میں کمی بیشی صحابہ کی طرف سے ہوئی ہے۔ ان کے خیال کے مطابق قرآن کریم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے بارے میں نص موجود تھی جسے صحابہ نے مٹا دیا اور وہ قرآن پر بالکل اعتماد نہیں کرتے جو اس وقت مسلمانوں میں رائج ہے۔ وہ ایک امام کے منتظر ہیں۔ جسے وہ امام مہدی کے نام سے موسوم کرتے ہیں وہ ظاہر ہو کر انہیں شریعت سکھائے گا۔ اس وقت وہ دین کی کسی بات پر قائم نہیں۔ اس تمام گفتگو کا مقصد امامت کے بارے میں تحقیق کرنا نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ شریعت کو خیر باد کہہ کر اس میں اتنی وسعت پیدا کر لیں جس سے محرمات شرعیہ حلال ہو جائیں اور عوام کے پاس وہ یہ عذر پیش کر سکیں کہ شیعہ جو کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں صحابہ کی طرف سے تحریف وتغیر ہوا ہے وہ درست بات ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا کفر ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم میں دین کی کوئی چیز باقی نہیں رہی۔

ابوالمظفر کہتے ہیں کہ عاقل بدیہی طور پر ان کی گفتگو کی خرابی معلوم کر سکتا ہے۔ ان باتوں سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اشراف اہل بیت کی دوستی کے پردہ میں وہ جس الحاد اور شر کو چھپائے ہوئے ہیں اسے نمایاں کر دیا جائے۔ دراًلا ان کے پاس کوئی قابل اعتماد دلیل موجود نہیں اور وہ اپنی ان خرافات کو اہل بیت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب انہوں نے جاحظ کو کثیر تصانیف کرتے دیکھا کہ وہ ہر فریق کے لئے تصنیف کرتا ہے تو روافض نے اسے کہا کہ ہمیں بھی ایک کتاب لکھ دیجئے۔ تو اس نے انہیں کہا مجھے تمہارے کسی شبہ کا علم

---

[1] لسان المیزان [2] العتب الجمیل۔

اختلاف کا منبع

فرقوں کے اختلاف کے اسباب کا اصل منبع وہ نقطہ ہائے نظر ہیں جو ان کے اصول میں پائے جاتے ہیں جیسے کہ بغدادی[1] نے کہا ہے کیونکہ ان میں اس بات پر اختلاف پایا جاتا ہے کہ مستحق امامت کون ہے؟ کیا وراثت سے استحقاق ملتا ہے اور وارث کون ہے؟ بغدادی کہتے ہیں کہ جو لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے قائل ہیں وہ امامت کو وراثت قرار نہیں دیتے اور جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے قائل ہیں ان میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ امامیہ مطلق طور پر اسے وراثت قرار دیتے ہیں اور زیدیہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں میں اس کی وراثت کے قائل ہیں۔ نشوان الحمیری[2] متوفی ۵۷۳ھ نے کہا ہے کہ معتزلہ، مرجئہ، خوارج اور زیدیہ میں سے تبریہ کے نزدیک امامت شوریٰ سے ملتی ہے۔ شیعوں کے نزدیک قریشیوں کے سوا اور کوئی اس کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ ضرار کے نزدیک عجمی بھی اس کے حقدار ہو سکتے ہیں۔۔ راوندیہ کے نزدیک، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا عباس رضی اللہ عنہ اس کے حقدار ہیں اور اکثر شیعہ مفضول کی امامت کے قائل نہیں۔ اسی طرح اکثر مرجئہ کا یہی خیال ہے۔ معتزلہ میں سے جاحظ بھی یہی کہتے ہیں۔ امامت صرف قریشیوں میں سے افضل آدمی کو ہی ملے گی مگر نظام کے نزدیک غیر قریشی افضل آدمی کو بھی مل سکتی ہے۔ جعفریہ اسے صرف حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بیٹوں میں منحصر سمجھتے ہیں۔ القوشجی کہتے ہیں[3] اس بات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ زمانہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد کیا نصب امام واجب بھی ہے یا نہیں۔ وجوب کی صورت میں، عقلی اور سمعی طور پر اللہ تعالیٰ پر اس کا نصب کرنا واجب ہے یا ہم پر؟ اہل سنت کے نزدیک سمعی طور پر ایسا کرنا ہم پر واجب ہے۔ زیدیہ اور معتزلہ اسے عقلاً واجب قرار دیتے ہیں۔ امامیہ کے نزدیک عقلی طور پر یہ بات اللہ تعالیٰ پر واجب ہے اس بات کو مصنف طوسی نے اختیار کیا ہے اور خوارج کے نزدیک یہ مطلقاً غیر واجب ہے۔ معتزلہ میں سے ابوبکر اصم کا خیال ہے کہ یہ امن کے ساتھ واجب نہیں کیونکہ ایسی صورت میں اس کی ضرورت

1۔ اصول الدین 2۔ الحور العین 3۔ شرح التجرید للطوسی

صحابہ (رضی اللہ عنہم) کا صحیح مقام

حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی تنقیص کرنے والوں کے متعلق حکم

آنحضرت ﷺ کے صحابہ میں سے کوئی ایک صحابی بھی گناہ سے معصوم نہیں اور نہ ہی اہل سنت انبیاء کے سوا کسی کو معصوم مانتے ہیں لیکن شیعہ اپنے ائمہ کو معصوم جانتے ہیں[1]۔ آنحضور ﷺ کے صحابہ ایک ایسی جماعت ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے شریعت کی حفاظت اور اپنے نبی ﷺ کی نصرت کے لئے چن لیا ہے اور انہیں آپ کی سنت کا امین قرار دیا ہے اور ان کے دلوں کو اخلاص سے بھر دیا ہے۔ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے جھنڈے تلے اسلام کی سربلندی کے لئے جہاد کرتے ہوئے اپنی جان' مال' اولاد' خاندان اور وطن کو راہِ خدا میں قربان کر دیا۔ انہوں نے جنگیں کیں، قتل ہوئے' مالوں کو خرچ کیا اور ہجرت کی اور جب مشکوٰۃ نور نبوت کی شعاعوں سے ان کے دل نور یقین سے منور ہو گئے اور پھر رسول کریم ﷺ کے خارق عادت واقعات اور معجزات کے باعث جو ان کے سامنے ظہور پذیر ہوئے اس نور میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا اور یہ لوگ اپنی جان سے بھی بڑھ کر رسول کریم ﷺ سے محبت کرتے تھے۔ انہوں نے آپ کی اطاعت اختیار کی اور جب ان میں کسی ایک پر بشریت کا غلبہ ہو جاتا یا اسے شیطانی خیالات آنے لگتے تو وہ اپنے ربّ کو یاد کرتا اور جلد ہی اظہار ندامت کر کے اللہ کے حضور توبہ کرتا۔ **وھو الذین یقبل التوبۃ عن عبادہ** اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ پھر وہ صدق وراستی اور مکمل خوف وخشیت کو اختیار کرتا' یہی وجہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کے صحابہ کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر فرمایا ہے اور رسول کریم ﷺ نے بھی ان کو عظمت وجلال کا مستحق قرار دیا ہے اور امت نے بھی ان سے محبت اور رضامندی کا اظہار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی بتایا کہ وہ ان سے راضی ہے اور ان سے جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور رسول کریم ﷺ نے بھی انہیں جنت کی خوشخبری دی ہے اور بتایا ہے کہ صحابہ میری امت

[1] تنزیہ الانبیاء للمرتضیٰ علم الھدیٰ

خلافت کے چھ سالہ دور کو صحیح قرار دیتے ہیں اور سلیمانیہ ان کی تکفیر کرتے ہیں اور انہیں معصوم قرار نہیں دیتے اور امامیہ میں سے الکاملیہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جنگ نہ کرنے کے باعث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر کرتے ہیں اور امامیہ میں سے ایک گروہ تقیہ کی خاطر امام کے لئے جھوٹ بولنے کو جائز قرار دیتا ہے۔ ایسا آدمی دوسرے لوگوں کے نزدیک کذاب اور مجروح ہو جاتا ہے جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے اور یہ لوگ اپنے ائمہ سے بھی یہی کچھ بواسطہ ابان بن تغلب، بیان بن سمعان الجزری، محمد بن زیاد الازدی، ابراہیم بن مسلم الطحان، زرارہ بن اعین اور دیگر اہل اہواء سے نقل کرتے ہیں جن کا ذکر بہاؤالدین العاملی[1] نے کیا ہے اور انصاف سے کام لئے بغیر ان کا دفاع کیا ہے۔ ان کی کتابوں میں ان باتوں کے خلط ملط ہو جانے اور مذاہب معتزلہ سے مل جانے کے باعث اباحیت اور الحاد کے پھیلنے میں دوررس اثرات پڑتے ہیں۔

پھر یہ لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر فسق کا حکم لگاتے اور ان پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس بارے میں کتابیں تالیف کرتے ہیں۔ ان کتابوں میں سے اس وقت ہمارے سامنے یہ کتابیں موجود ہیں۔ النصائح الکافیہ، لمن تولی معاویہ اور تقویۃ الایمان بردّ تزکیۃ معاویہ بن ابی سفیان اور العتب الجمیل علیٰ اهل الجرح والتعدیل اور فصل الحاکم فی النزاع والتخاصم بین بنی امیۃ وبنی ھاشم۔

یہ سب کتابیں محمد بن عقیل العلوی الحسینی نے لکھی ہیں اور ان میں ایسے ظلم وستم اور بہتان طرازی کا طریق اختیار کیا ہے جس سے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور امامیہ نے اس باب میں جو کتابیں لکھی ہیں ان سب پر وہ غلو کرنے میں سبقت لے گیا ہے۔ جیسے ابن المامقانی اور اس سے پہلے کشی، نجاشی اور طوسی ان تالیفات میں کثیر صحابہ اور ائمہ پر جو الزامات لگائے گئے ہیں اور ان کی طرف جن کبیرہ گناہوں اور ذلیل باتوں کو منسوب کیا گیا ہے ان کی کوئی اصل موجود نہیں ہاں غلو، عصبیت اور دین کے دائرہ سے باہر ہو کر یہ سب کچھ کہا گیا ہے۔ یہ کتب ابن الکلبی کی تالیف کی مانند ہیں جس میں صحابہ کے[2] عیوب پر بحث کی گئی ہے اور بعض نے تو حضرت ابوہریرہ پر جرح کرتے ہوئے مکمل کتاب ہی لکھ دی ہے مگر یہ سب موضوع[3] روایات اور کمزور شبہات ہیں۔

---

[1] مشرق الشمسین واکسیر السعادتین والرسالۃ الوجیزۃ

[1] ابن الخیاط فی الانتصار [2] ولصد یقنا الشیخ محمد السماحی الاستاذ بکلیۃ اصول الدین ردّ قوی علی العاملی الذی الف فی انتقاص ابی ھریرۃ

سعد الدین تفتازانی کہتے ہیں صحابہ کی تعظیم کرنا اور ان پر طعن کرنے سے بچنا واجب ہے اور جو باتیں ان کے بارے میں بظاہر طعن کی صورت میں نظر آتی ہیں ان کی تاویلات کرنی چاہئیں خصوصاً مہاجرین' انصار' اہل بیت الرضوان' بدر' احد اور حدیبیہ میں شامل ہونے والے صحابہ کے بارے میں یہ صورت اختیار کرنی چاہیے کیونکہ ان کی رفعت شان کے بارے میں اجماع ہو چکا ہے اور آیات صریحہ اور اخبار صحیحہ نے اس بات کی شہادت فراہم کردی ہے اور ان سب کی تفاصیل کتب حدیث و سیر اور مناقب میں موجود ہیں اور حضرت نبی کریم ﷺ نے صحابہ کی تعظیم کرنے اور ان پر طعن کرنے سے بچنے کا حکم فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا ''اکرموا اصحابی فانهم خیار کم صحابہ رضی اللہ عنہم کی عزت کرو کہ وہ تمہارے بہترین آدمی ہیں۔ پھر فرمایا

لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذهباً ما بلغ مداحدهم ولا نصیفه[1]

میرے صحابہ کو گالی نہ دو اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے مثل سونا خرچ کرے تب بھی ان کے مٹھی دیئے ہوئے جو کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔

پھر فرمایا:

الله الله فی اصحابی لا تتخدوهم غرضا بعدی فمن احبهم فبحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی ابغضهم

میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں ڈرتے رہو اور میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنانا جو ان سے محبت کرتا ہے وہ میری محبت کی وجہ سے کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔

روافض میں سے غلاۃ کو خصوصاً صحابہ سے بغض ہے اور وہ ان پر ایسی حکایات اور افتراؤں کی وجہ سے طعن کرتے ہیں جن کا دوسری اور تیسری صدی میں وجود تک بھی نہ تھا۔ ان کی باتوں پر کان دھرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ واقعات کو غلط رنگ دے دیتے ہیں۔ اگرچہ صراط مستقیم پر قائم رہنے والے شخص پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ آپ لوگوں کے لئے یہی بات کافی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا کہ گزشتہ صدیوں میں ایسی باتوں کا وجود تک نہ تھا اور نہ ہی پاکیزہ خاندان میں وہ باتیں موجود تھیں جن کا یہ لوگ ذکر کرتے ہیں بلکہ ان کا عظیم القدر صحابہ علماء اہل سنت اور خلفائے راشدین کی تعریف کرنا ایک مشہور بات ہے اور ان کے خطبات' رسائل' اشعار اور مدائح میں ان سب باتوں کا تذکرہ موجود ہے۔ جن باتوں میں انہوں نے افراط سے

---

[1] النصیف: ایک پیمانہ ہے جو مد سے کم یا اس کا نصف ہے جیسے عشیر عشر سے ہے۔

روایت ہے کہ

انه صلی خلف النبی صلی اللّٰه علیه وسلم وابی بکر و عمر و عثمان فلم یسمع احداً منهم یقرأ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کہ میں نے حضرت نبی کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں لیکن کسی کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے نہیں سنا۔

اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں کہ

فکانوا یستفتحون القرأة بالحمد للّٰه ربّ العالمین لایذکرون بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کہ یہ حضرات الحمد للہ رب العالمین سے قرأت شروع کرتے تھے اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا ذکر نہیں کرتے تھے۔

احمد' دار قطنی' نسائی' ابن حبان' ابویعلیٰ' ابونعیم اور ابن خزیمہ نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے۔ ابوداؤد نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ

انه علیه السلام کان یخافت بابسملة

حضور علیہ السلام بسم اللہ کو نیچی آواز سے پڑھا کرتے تھے۔

ثوری' احمد' ابوعبید نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بسم اللہ کو آہستہ پڑھنے کی روایت بیان کی ہے۔

۳۔ تیسری بات یہ کہ آپ نے حج تمتع سے منع کیا ہے اور یہ ترمذی کی اس روایت کے خلاف ہے جسے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا گیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات تو خود رسول کریم ﷺ سے مروی ہے جیسے کہ سنن ابوداؤد میں ہے کہ

انه علیه السلام نهٰی عن العمرة قبل الحج

کہ حضور علیہ السلام نے حج سے قبل عمرہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما کی روایت بیان کی گئی ہے اور انہی سے تمتع سے مناہی کی روایت بھی آئی ہے جیسا کہ ترمذی نے بیان کیا ہے۔ اوائل میں جواز ثابت ہے اور آخر میں مناہی نے جواز کو منسوخ کر دیا ہے اور نہی کو عمرہ کے احرام کو حج میں داخل کرنے پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے۔ یعنی یہ کہ پہلے حج کرے پھر عمرہ کا احرام باندھے۔ نووی نے مسلم کی شرح میں لکھا

کی معنعن روایت ملاقات ثابت ہونے پر ہی مقبول ہوتی ہے خواہ ملاقات صرف ایک دفعہ ہی ہو اور آپ جانتے ہیں کہ مسلم صرف معاصرت پر ہی اکتفا کرتے ہیں خواہ ملاقات ثابت نہ بھی ہو۔ آپ کو یہ بات بھی معلوم ہوگئی ہوگی کہ حسن، ابن عباس رضی اللہ عنہما کے معاصر تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ۶۸ھ میں طائف میں وفات پائی اور حسن نے ۱۱۰ھ میں۔ تو اس روایت سے حجت پکڑنا تو صحیح ہے۔ اگر محدثین کے نزدیک حسن کی مراسیل صحیح ہیں جن میں ابن المدینی، ابوزرعہ اور یحییٰ قطان روایت کو کسی دوسرے طریق سے مدلل جائے تو ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ قابل حجت ہوتی ہے۔ اس اعتراض کا یہ جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ مجتہد غلطی کرنے پر بھی ماجور ہوگا۔ ایسے آدمی کے لئے حدیث کی مخالفت کرنا یا تو علت نسخ کی وجہ سے ہوگا یا عدم علم کی وجہ سے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کبار صحابہ کے کتنے ہی اجتہادات کو رد کر دیا تھا جن میں سے بہت سوں کو زرکشی نے **الاستجابة فیما به ردت عائشة علی الصحابه** میں جمع کر دیا ہے۔ رہا یہ دعویٰ کہ سنت میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کوئی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اور وہ مردود الروایت ہیں تو اس کی تردید "تطہیر الجنان" کے حاشیہ میں ہوگی۔

یزیدیہ کو اسفرائنی نے اہل بدع کے فرقوں میں ذکر کیا ہے جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر انہیں مسلمانوں کے زمرہ میں شمار نہیں کیا جاتا اور نہ ہی وہ بہتر (۷۲) فرقوں میں شامل ہیں۔ ان کے بیس سے زیادہ فرقے ہیں۔ ان میں ایک فرقہ یزیدیہ الخوارج کہلاتا ہے یعنی یزید خارجی کے پیروکار۔ یزید بصرہ میں رہائش پذیر تھا پھر وہ جور فارس میں آ گیا وہ یزیدیہ الخوارج میں اباضیہ فرقہ کا لیڈر تھا اور کہا کرتا تھا کہ

"اللہ تعالیٰ عجمیوں میں ایک رسول مبعوث کرے گا اور اس پر کتاب نازل کرے گا جس سے شریعت محمدیہ منسوخ ہو جائے گی"

بغدادی نے انہیں یزید بن ابی انیسہ کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کے اوصاف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس ضلالت کے باوجود وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتا تھا جنہوں نے اہل کتاب میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی دی تھی اگرچہ وہ آپ کے دین میں داخل نہ ہوئے ہوں ایسے لوگوں کا نام وہ مومن رکھتا تھا۔

بغدادی کہتا ہے اس قول کے مطابق تو عیسائیوں اور یہودیوں میں سے مونکانیہ بھی مومن قرار پائیں گے کیونکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا مگر آپ کے دین میں

کا نام وہ مور فرشتہ رکھتے ہیں اور قرآن کریم اپنی بعض آیات کا پابند ہے۔ ان کے نزدیک کتاب مقدس دو کتابیں ہیں۔ پہلی کا نام وہ "الجلوۃ" رکھتے ہیں اور اس پر جو کچھ تحریر ہے اسے عدی بن مسافر کی طرف منسوب کرتے ہیں اور دوسری کا نام "مصحف رش" ہے۔ کردوں کی زبان میں رش کے معنی سیاہ کے ہیں۔ یہ کتاب عدی کے ایک سو سال بعد لکھی گئی ہے۔ السفارینی لکھتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے میں توقف یا تو قاتل کے بارے میں عدم علم کی وجہ سے کیا ہے یا اس خوف سے کہ کہیں فساد زیادہ نہ بڑھ جائے اور حضرت طلحہ، زبیر، معاویہ رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھی جنہوں نے اجتہاد سے کام لیا اور دوسرے لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنے میں ان کی تقلید کی۔ پس یہ لوگ متاول ہیں اور یہ جنگیں اس لئے ہوئیں کہ صحیح صورت حال مشتبہ ہو گئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اہل حق کا اس بات پر اتفاق ہے جسے اجماع کا درجہ حاصل ہے کہ یہ حضرات عادل ہیں، ان کی شہادت اور روایات کو قبول کیا جائے گا اور طحاوی جیسے ائمہ نے اپنے عقیدہ میں اور الکمال نے المسایرۃ میں اور الزبیدی نے احیاء کی شرح میں اور ابن عربی نے عواصم میں اور ابن اثیر نے کامل میں اور الزرقانی نے المواہب کی شرح میں اور الشہاب الألوسی نے الاجوبۃ العراقیہ میں اور دیگر بہت سے لوگوں نے انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔

علماء نے کسی ایک صحابی کی تنقیص کرنے والے اور اہل بیت یا ازواج کو گالی دینے والے کے متعلق حکم کا بھی ذکر کیا ہے۔ قاضی عیاض [۲] کہتے ہیں کہ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ مشہور مذہب امام مالک کا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ان حضرات میں سے کسی ایک کو بھی گمراہ کہے اسے قتل کیا جائے اور قاضی ابویعلیٰ کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر وہ تہمت لگائے جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بری قرار دیا ہے بلا اختلاف اس کی تکفیر کی جائے اور ایک کے سوا سب کا اس پر اجماع ہے۔ یہ مسئلہ مبسوط رنگ میں مؤلف کی کتاب "الاعلام بقواطع الاسلام" اور "تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام او احد من اصحابہ الاکرام" میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے مؤلف محقق ابن عابدین ہیں جنہوں نے ۱۲۲۸ھ میں وفات پائی۔ اس کے علاوہ تمام مذاہب کی کتب فروع اور متکلمین اور دیگر اصحاب کی کتب میں بھی یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ یہ وہ بیان ہے جس کا تذکرہ علماء اور محقق متکلمین، فقہاء اور محدثین

۱؎ لوائح الانوار القدسیہ

۲؎ الشفاء

والمومنون والمومنات بعضهم اولياء بعض

مومن اور مومنات ایک دوسرے کے اولیاء ہیں۔

پھر فرمایا:

ولا تکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ماجاء هم البینات اولئك لهم عذاب عظیم

ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے واضح دلائل آجانے کے بعد اختلاف وافتراق کا راستہ اختیار کیا' ایسے لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔

پھر فرمایا:

واعتصموا بحبل الله جمیعاً ولا تفرقوا

اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقہ نہ کرو۔

پھر فرمایا:

ان الذین فرقوا دینهم وکانوا شیعاً لست منهم فی شیء ان امرهم الی الله ثم ینبئهم بما کانوا یفعلون

جو لوگ دین میں تفریق کر کے گروہ در گروہ ہو گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں' ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حضور طے ہو گا پھر وہ انہیں ان کے کرتوتوں سے آگاہ کرے گا

اور سنت نبوی میں اخوت ومحبت' لزوم جماعت' مسلمانوں کی خیر خواہی' السلام علیکم کو رواج دینے کے متعلق بہت کچھ آیا ہے جس کا مقصد اجتماع مسلمین اور عدم تفریق ہے۔ الموسوی نے العقول المھمۃ میں لکھا ہے کہ امامیہ اور اہل سنت کے نزدیک کسی اہل قبلہ کی تکفیر کرنا جائز نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام کی حدیث صحیح میں ہے:

من شهدان لا اله الا الله واستقبل قبلتنا وصلی صلاتنا واکل ذبیحتنا فذلك اعلم (المسلم)

یعنی جو شخص گواہی دے کہ اللہ ایک ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرے اور ہماری نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے۔

اور ابوذر کی حدیث میں آیا ہے:

محدث ابن حجر الہیتمی

ابوالعباس شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر الہیتمی المکی السعدی[1] الانصاری الشافعی المحدث الفقیہ الصوفی جو محلہ ابی الہیتم کی طرف منسوب ہیں جو مصر کی مغربی نظامت کے ماتحت ہے اور امیر اپنی فہرست المشناۃ الفوقیہ میں کہتے ہیں کہ آپ کو الھیاتم بستی کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے الہیتمی کہتے ہیں۔ الھیاتم مصر کی ایک بستی کا نام ہے۔ آپ مذکورہ بستی میں ۸۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔ صغر سنی ہی میں آپ کے والد کا انتقال ہو گیا اور آپ کی کفالت دو کامل اماموں شمس الدین بن ابی الحمائل اور شمس الدین الشناوری نے کی پھر شمس الدین شناوری آپ کو محلہ ابی الہیتم سے سیدی احمد البدوی کے پاس طنطا میں لے گیا۔ وہاں آپ نے مبادی العلوم پڑھے اور قرآن پاک حفظ کیا پھر وہ آپ کو ۹۲۴ھ میں کعبۃ العلوم جامع ازہر میں لے آئے اور آپ نے اس وقت کے علماء مصر سے علم حاصل کیا۔

علم روایت میں آپ کے شیوخ

آپ نے حصول علم کے بعد جلیل القدر علماء سے روایت کی جن میں الشہاب الرملی، الشمس اللقانی، الشمس السمہودی، الشمس المشہدی، الطبلاوی، شہاب بن النجار الحنبلی، شہاب بن الصائغ شامل ہیں۔ نیز آپ نے قاضی زکریا، معمر الزین، عبدالحق السنباطی، امین الغمری جو ابن حجر عسقلانی کا شاگرد ہے اور آپ نے سُیُوطی اور ابی الحسین البکری سے بھی روایت کی ہے۔ اس نے اپنے مشائخ کے لئے معجم وسط اور معجم صغیر لکھی ہے اور انہوں نے اسے ان کتب کے لئے بھی اجازت دی ہوئی تھی جو ان سے روایت کی ہیں اور معجم وسط تو مصر کے دار الکتب میں بھی موجود ہے۔ ان شمس العلماء اور عبقری حضرات کے مدرسہ سے علامہ ابن حجر فقہ، اصول، حدیث، کلام، تصوف، فرائض، صرف ونحو، معانی، منطق اور حساب وغیرہ علوم کثیرہ میں ایک پختہ

[1] نسبة لبني سعد كما في النور السافر

صحیح روایت یہی ہے کہ آپ ۹۷۴ھ میں فوت ہوئے۔ الدفتی اور المحبی کی بیان کردہ تاریخ وفات قطعی طور پر غلط ہے جیسے کہ الکتانی[۱] نے بیان کیا ہے۔ آپ کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی اور معلاۃ میں طبریوں کی زمین میں آپ آسودۂ خواب ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح کو شاد کام کرے اور آپ کی قبر کو نور سے روشن فرمائے اور آپ کو انبیاء، شہداء اور صدیقین کے ساتھ اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔

تالیفات:

آپ نے علم فقہ میں مندرجہ ذیل کتب تحریر کی ہیں۔

شرح مختصر الروض، شرح مختصر ابی الحسن البکری، تحفة المحتاج، شرح المنهاج، فتح الجواد، شرح الارشاد، الامداد شرح الارشاد، تحذیر الغسات عن اکل القات، کف الرعاع عن محرمات اللهو والسماع، الاعلام بقواطع الاسلام، الزواجر عن اقتراب الکبائر، در الغمامه فی الزر وایطلیان والعمامة، الجوهر المنظم فی زیاره القبر النبی المعظم.

علم حدیث میں آپ کی کتب کے نام یہ ہیں۔ شرح المشکٰوة، الفتاوٰی الحدیثیة، جزنی ماورد فی المهدی، جزفی العمامة النبویة، الاربعون حدیثًا فی العدل الاربعون فی الجهاد، فتح المبین فی شرح الاربعین النوویة، الالضیاح شرح احادیث النکاح، الصواعق المحرقة فی الردعلی اهل البدع والزندقة، تطهیر الجنان واللسان عن الخطور والتفوه بثلب معاویة بن ابی سفیان کتاب الخیرات الحسان فی مناقب ابی حنیفة النعمان، المولد النبوی، شرح الهمزیة، المنهج القویم فی مسائل التعلیم علی الغیة، عبدالله بافضل شرح علی قطعة من الفیة بن مالك، اتحاف اهل الاسلام بخصوصیات الصیام، اتمام النعمة الکبری علی العالم بمولد سید ولد آدم، ارشاد اهل الغنی والانافة فیما جاء فی

---

[۱] خلاصة الاثر فی ترجمه عبدالعزیز الزمزمی المکی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہر قسم کی حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اپنے نبی محمد ﷺ کو ایسے اصحاب سے مختص فرمایا جو ستاروں کی مانند ہیں اور سب لوگوں پر ان کی تعظیم وتکریم کرنا اور اس اعتقاد کی حقیت اور علوم ومعارف کے ان حقائق کو جو انہوں نے بیان کئے اختیار کرنا واجب ہے میں اس امر پر شہادت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ یہ ایک ایسی شہادت ہے جو اس منظم گروہ کے بارے میں مندرج ہے اور میں اس بات کا بھی شاہد ہوں کہ ہمارے آقا ومولا محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے اسرار مخفیہ عطا فرمائے۔ آپ پر اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ ہمیش رحمتیں نازل ہوتی رہیں۔

امابعد! مدتوں سے مجھ سے یہ سوال کیا جارہا تھا کہ ایک ایسی کتاب تالیف ہو جس میں خلافت صدیقی وفاروقی کی حقیقت کو بیان کیا گیا ہو سو میں نے اس میدان میں خدمت کے لئے جلدی کی اور خدا کا شکر ہے کہ یہ کتاب لطیف نمونوں' شریفانہ طریق اور اعلیٰ مسلک پر مشتمل ہے اور پھر مجھے رمضان المبارک ۹۵۰ھ میں اسے مسجد الحرام میں سنانے کے لئے کہا گیا کیونکہ وہاں شیعہ' روافض اور ہیچ قسم کے بہت سے لوگ موجود ہیں تو میں نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے جو واضح مسلک سے ہٹ گئے ہیں اس بات کو بھی قبول کر لیا پھر مجھے اس بات کا خیال آیا کہ اس میں اضافہ کیا جائے کہ میں ائمہ اربعہ کی خلافت کی حقیت اور ان کے فضائل اور اس ذیل میں آنے والے چھوٹے موٹے متعلقات کو بھی بیان کر دوں۔ پس یہ کتاب اپنے فن میں کامل' محققانہ رنگ سے مزین اور باطل پرستوں اور شریر مبتدعین کے براہین کا ایسے عقلی اور نقلی دلائل سے قلع قمع کر دینے والی ہے جن کا انکار کوئی منکر آیات الٰہیہ ہی کر سکتا ہے ہم ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اور ان کے اقوال وافعال کی قباحت سے' اس سے سلامتی کے خواہاں ہیں کیونکہ وہ سخی' کریم اور رؤف الرحیم ہے۔ میں نے کتاب کو تین مقدمات' دس ابواب اور ایک خاتمہ کی صورت میں مرتب کیا ہے۔

مقدمہ اولیٰ: اگرچہ میں ان حقائق کے بیان کرنے سے قاصر ہوں جنہیں خطیب بغدادی

مددی۔ البیہقی اور ابن ابی عاصم السنت میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل بدعت کے کسی عمل کو قبول نہیں فرمائے گا۔ جب تک کہ وہ اس بدعت[1] سے توبہ نہ کریں۔ الخطیب اور الدیلمی کا بیان ہے کہ جب کوئی بدعتی مرتا ہے تو اسلام میں فتوحات[2] کا دروازہ کھلتا ہے۔ الطبرانی' البیہقی اور الضیا کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی کی توبہ کو قبولیت سے روکا ہوا ہے اور الطبرانی کہتے ہیں کہ اسلام پھیلے گا پھر اسے کمزوری آئے گی پس جو لوگ غلو اور بدعت کے باعث اس کی کمزوری کا باعث بنیں گے وہ دوزخی ہوں گے۔ البیہقی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بدعتی سے روزہ' نماز' صدقہ' حج' عمرہ' جہاد' کوئی خرچ یا معاوضہ وغیرہ قبول نہیں فرماتا۔ اسے دین سے یوں خارج کر دیا جائے گا جیسے بال آٹے سے ہی نکال دیا جاتا ہے۔ ہم عنقریب آپ کے سامنے ایسی باتیں بیان کریں گے جن سے آپ کو قطعی طور پر معلوم ہو جائے گا کہ روافض اور شیعہ اور اس قسم کے لوگ' بدعتیوں کے اکابر میں سے ہیں اور ان احادیث میں بیان شدہ وعید کے وہی مستحق ہوں گے۔ اس کے علاوہ ان لوگوں کے متعلق خاص طور پر احادیث بھی آئی ہیں۔ المحاملی' الطبرانی اور الحاکم نے عویمر بن ساعدہ سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے اصحاب کو بھی منتخب کیا اور ان میں سے میرے وزیر' انصار اور داماد بنائے پس جو انہیں برا بھلا کہے گا ان پر اللہ تعالیٰ' فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو گی اور قیامت کے روز اللہ ان سے کوئی قیمت یا معاوضہ قبول نہیں فرمائے گا۔

اور الخطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

ان اللّٰہ اختارنی واختارلی اصحابا واختارلی منھم اصھاراً فمن حفظنی فیھم حفظہ اللّٰہ ومن آذانی فیھم اذاہ اللّٰہ[5]

اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لئے اصحاب کا بھی انتخاب فرمایا' ان میں سے میرے لئے داماد بھی منتخب فرمائے پس جو شخص ان کے بارے میں میرا تحفظ فرمائے گا اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے گا اور جو شخص ان کے بارے میں مجھے تکلیف دے گا اللہ تعالیٰ انہیں ایذا دے گا۔

---

[1] عن ابی عباس واخرجہ ابن ماجہ [2] عن انس [3] عن انس فی الاوسط واخرجہ ابن فیل
[4] اجرجہ ابن ماجہ عن حذیفہ
[5] تاریخ خطیب حالات معد بن بشیر الدعا عن انس' اور حالات الولید بن الفضل الغزی جس میں عقیل کی آئندہ آنے والے روایات بیان ہوئی ہیں۔

الزمان قوم یسمون الرفضة یرفضون الاسلام
گی جو اسلام کو چھوڑ دے گی۔

اور دار قطنی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

سیاتی من بعدی قوم لهم بنز یقال لهم الرافضة فان ادرکتهم فاقتلهم فانهم مشرکون قال قلت یارسول الله ما العلامة فیهم قال یقرظونك بما لیس فیك ویطعنون علی السلف

عنقریب میرے بعد ایک قوم ہوگی جن کا برا لقب ہوگا جنہیں رافضی کہا جائے گا اگر تو انہیں پائے تو قتل کر دینا کیونکہ وہ مشرک ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان کی نشانی کیا ہوگی؟ فرمایا وہ آپ کی طرح ایسی چیزیں منسوب کریں گے جو آپ میں موجود نہیں اور سلف پر طعن کریں گے۔

اور دار قطنی نے آپ ہی سے ایک اور طریق سے بھی اسی قسم کی روایت بیان کی ہے اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو اہل بیت کی طرف منسوب کریں گے حالانکہ انہیں ان سے کوئی نسبت نہ ہوگی اور ان کی علامت یہ ہوگی کہ وہ اپنے نام حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ناموں پر رکھیں گے۔ اسی طرح یہ روایت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی کئی طریق سے آئی ہے۔ آخر میں دار قطنی کہتے ہیں کہ یہ حدیث ہمارے پاس بہت سے طریقوں سے آئی ہے اور الطبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جو انبیاء کو گالی دے اسے قتل کیا جائے اور جو صحابہ کو برا بھلا کہے اسے کوڑے مارے جائیں اور الدیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

اذا اراد اللّٰه برجل من امتی خیراً القی حب اصحابی فی قلبه

یعنی جب اللہ تعالیٰ میری امت کے کسی آدمی سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں میرے صحابہ کی محبت ڈال دیتا ہے۔

اور ترمذی نے عبداللہ بن مغفل سے بیان کیا ہے کہ:

اللّٰه اللّٰه فی اصحابی لاتتخذوهم غرضا بعدی فمن احبهم فحبی احبهم ومن ابغضهم فببغضی

یعنی میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو میرے بعد انہیں اپنی اغراض کا نشانہ نہ بنانا جو شخص ان سے محبت کرتا ہے وہ میری

ان الناس یکثرون واصحابی یقلون فلاتسبوا اصحابی فمن سبھم فعلیہ لعنۃ اللہ

کہ لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے اور میرے اصحاب کم ہو رہے ہیں پس میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو جو ایسا کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی۔

اور الحاکم نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ تمہارے بعد ہونے والی قوم تمہارے پاسنگ بھی نہ ہوگی اور ابن عساکر نے حسن سے مرسل روایت میں بیان کیا ہے کہ:

ماشانکم وشان اصحابی ذروالی اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لوانفق احدکم مثل احد ذھبًا ما ادرک مثل عمل احدھم یومًا واحدًا

میرے صحابہ کی شان سے آپ لوگوں کو کیا نسبت ہے میرے صحابہ کو میرے لئے چھوڑ دو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کر دے تو ان کے ایک دن کے عمل کو بھی نہ پہنچ سکے۔

احمد اور شیخین، ابوداؤد اور ترمذی نے ابی سعید اور مسلم سے اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

لاتسبوا اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لوان احدکم انفق مثل احد ذھبا مابلغ مد احدھم ولا نصیفہ [۱]

میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو ان کے مٹھی بھر جو کا مقابلہ نہ کر سکے گا۔

اور احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ:

لایبلغنی احد عن اصحابی شیئاً فانی احب ان اخرج الیکم وانا سلیم الصدر

کہ کوئی شخص میرے صحابہ کے بارے میں مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچائے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جب میں تمہارے پاس آؤں تو میرا سینہ صاف ہو۔

اور احمد نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ دعوالی اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لوانفقتم مثل احد ذھبًا ما بلغتم اعمالھم میرے صحابہ کو میرے لئے چھوڑ دو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ

---

[۱] اس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔

دیکھا۔ ترمذی اور حاکم کی روایت ہے **خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم** الطبرانی اور الحاکم نے جعدہ بن ہبیرہ سے روایت کی ہے کہ **خیر الناس قرنی الذین انا فیھم ثم الذین یلونھم ولآخرون اراذل** جس صدی میں میں موجود ہوں اس کے لوگ بہترین ہیں پھر ان کے بعد والے اور دوسرے لوگ رذیل ہوں گے۔ مسلم نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ **خیر امتی القرن الذی بعثت فیہ ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم** میری امت کی بہترین صدی وہ ہے جس میں مجھے مبعوث کیا گیا ہے پھر ان کے بعد آنے والے لوگوں کی پھر ان کے بعد آنے والے لوگوں کی۔ اور حکیم ترمذی نے ابوالدرداء سے روایت کی ہے کہ **خیر امتی اولھا و آخرھا وفی وسطھا الکدر** میری امت کا پہلا اور آخری دور بہترین ہے اور درمیانی زمانہ میں کدورت ہے اور ابونعیم نے الحلیہ میں مرسل روایت بیان کی ہے کہ **خیر ھذہ الامۃ اولھا و آخرھا فیھم عیسیٰ ابن مریم و بین ذلک نھج اعوج یسوا منی ولست منھم**[ع] اس امت کا بہترین حصہ پہلا اور آخری ہے کیونکہ اس میں عیسیٰ بن مریم ہوں گے ان کے درمیان کجرو لوگ ہوں گے جن کا میرے ساتھ اور نہ میرا ان کے ساتھ کوئی تعلق ہوگا۔

الطبرانی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے **خیر الناس قرنی ثم الثانی ثم الثالث ثم یحیا قوم لاخیر فیھم** میری صدی کے لوگ بہترین ہیں پھر دوسری صدی کے پھر جو لوگ زندہ ہوں گے ان میں کوئی بھلائی نہیں ہوگی اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

حضرت عمر کی روایت میں ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ آپ نے دو صدیوں کا ذکر کیا یا تین کا پھر ان کے بعد کچھ لوگ ہوں گے جو گواہی طلب کئے بغیر گواہی دیں گے اور خائن ہوں گے انہیں امین نہیں بنایا جائے گا' نذر مان کر پوری نہ کریں گے ان میں فربہی نمایاں ہوگی۔ ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ آئے ہیں کہ وہ حلف طلب کئے بغیر حلف اٹھائیں گے اسے بخاری' مسلم' نسائی' ترمذی اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے[ع] اسے طبرانی نے روایت کیا ہے[۳] پوری حدیث یوں ہے کہ پھر ان کے بعد وہ لوگ آئیں گے جو فربہی کو پسند کریں گے اور بغیر گواہی طلب کرنے کے گواہی دیں گے۔ اسے خطیب نے عروہ بن رویم اللخمی سے مرسل روایت کیا ہے جو حلیہ میں ان کے حالات میں درج ہے۔ مطبوعہ نسخہ اور اس میں ثبج اعوج لیس منک ولست منھم کے الفاظ آتے ہیں اور النہایۃ میں بھی اسی طرح ہے۔ ثبج کسی چیز کے وسط کو کہتے ہیں اور نھج اور نھیج شدت حرکت کے ساتھ سانس کے بار بار آنے کو کہتے ہیں یا ایسے فعل کو جو تھکا دینے والا ہو اور نھج کو کسرہ کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے جس کے معنی ہیں کہ اس نے چوپائے کو چلایا تو وہ ہانپنے لگا۔

بھی ہیں۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے بھی متفق علیہ حدیث میں ان کے بارے میں گواہی دی ہے کہ میری صدی بہترین ہے اور اس مقام سے بڑھ کر اور کوئی مقام نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی صحبت کی وجہ سے ان سے راضی ہو گیا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ **محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم** محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کفار پر سخت اور آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرنے والے ہیں۔ پھر فرمایا **السابقون الاولون من المھاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوان** مہاجرین وانصار میں سے سابقون الاولون اور وہ لوگ جنہوں نے احسان کے ساتھ ان کی پیروی کی ہے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں۔ آپ ان آیات پر غور کریں تو آپ ان تمام قبیح باتوں سے نجات حاصل کر لیں گے جو رافضیوں[1] نے گھڑ کر ان کے سر تھوپی ہوئی ہیں حالانکہ وہ ان تمام باتوں سے بری ہیں جیسے کہ عنقریب تفصیل کے ساتھ یہ بحث آئے گی۔ صحابہ کے بارے میں اپنے اعتقاد میں ادنیٰ نقص کا شائبہ رکھنے سے بھی اجتناب کریں اور اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اکمل انبیاء کے لئے بقیہ امتوں میں سے اکمل لوگوں کو ہی پسند فرمایا ہے جیسا کہ ہم نے اس کے قول سے واضح کیا ہے کہ **کنتم خیر امۃ اخرجت للناس** اور جو باتیں ان لوگوں نے صحابہ کی طرف منسوب کی ہیں وہ خانہ ساز جھوٹ ہیں۔ ان باتوں کی کوئی ایسی سند موجود نہیں جس کے رجال معروف و مشہور ہوں۔ وہ تو صرف ان لوگوں کا جھوٹ، حمق، جہل اور خدا تعالیٰ پر کذب و افترا ہے۔ پس ہوا وہوس اور عصبیت کے باعث صحیح بات کو چھوڑ کو غلط بات کو اختیار کرنے سے بچو۔ عنقریب آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اکابر اہل بیت کے متعلق پڑھیں گے کہ وہ صحابہ کی تعظیم کرتے تھے خصوصاً شیخین حضرت عثمان اور عشرہ مبشرہ کے بقیہ لوگوں کی کیونکہ الہامی طور پر ہدایت پانے والا سرتابی نہیں کر سکتا۔ پس خاندان نبوت کے کسی فرد کے لئے یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے یا ان سے تعلق رکھنے والا کوئی آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس کے قول سے کیسے پہلو تہی کر سکتا ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ **ان خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر ثم عمر** کہ اس امت کے نبی

---

[1] ابن طریح نجفی مجمع البحرین میں کہتے ہیں کہ رافضی شیعوں کا ایک فرقہ ہیں جنہوں نے زید بن علی کو اس وقت چھوڑ دیا تھا جب آپ نے انہیں صحابہ پر طعن کرنے سے منع فرمایا تھا۔ جب انہیں پتہ چلا کہ یہ شیخین کو برا نہیں کہتے تو ان لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا پھر یہ لقب ہر اس شخص کے لئے استعمال ہونے لگا جس نے اس مذہب میں غلو اختیار کیا اور صحابہ پر طعن کرنے کو جائز قرار دیا اور یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ قتل ترک کرنے کے معنوں میں بھی آیا ہے۔

اور جس چیز کا کرنا مقدور میں ہو وہ واجب ہوتی ہے پھر نصب امام سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں اور بہت سے نقصانات کو دور کیا جاتا ہے اور اس قسم کی ہر چیز کا کرنا واجب ہوتا ہے[ع] شرح مقاصد کے بیان کے مطابق امامت صغریٰ کا قیام امام کی موت کے ساتھ، ضروریات مشاہدات اور فتنہ و فساد کے ظہور، لوگوں کے معاملات کی خرابی کی وجہ سے ضروری ہو جاتا ہے۔ خواہ اس سے کما حقہ اصلاح اور معاملات کی درستگی نہ بھی ہو مگر امامت کبریٰ کا قیام ہمارے نزدیک اجماع سے ثابت ہے اور جو لوگ عقلاً اس کے وجوب کے قائل ہیں وہ بھی اس کی ضرورت کو تسلیم کرتے ہیں جیسے کہ معتزلہ میں سے ابی الحسین، جاحظ، خیاط اور کعبی۔ اب رہا خوارج اور ان کے ہمنواؤں کا اس کے وجوب کی مخالفت کرنا تو اس کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ دوسرے بدعتیوں کی طرح ان کی مخالفت اجماع پر اثر انداز نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس امر میں کوئی خلل ڈال سکتی ہے۔ جس کا مفید ہونا قطعی طور پر اجماعی حکم سے ثابت ہے اور یہ دعویٰ کہ نصب امام اس لحاظ سے موجب ضرر ہے کہ امتثال امر میں اسے آپ کا مثل قرار دینا آپ کی ذات کو نقصان پہنچاتا ہے جس سے فتنہ پیدا ہو سکتا ہے اور چونکہ وہ کفر و فسق سے معصوم نہیں اس لحاظ سے بھی اس کا نصب نقصان دہ بات ہے۔ اگر وہ معزول نہ ہو تو لوگوں کے لئے زیادہ ضرر رساں ہو گا اور اگر اسے معزول کر دیا جائے تو اس سے جنگ چھڑ سکتی ہے جس سے بے فائدہ نقصان ہو گا لیکن امام کے تقرر کو ترک کرنے سے جو نقصان ہو گا وہ اس سے بدرجہا زیادہ اور خطرناک ہو گا بلکہ ان دونوں میں کوئی نسبت ہی نہ ہو گی اور تعارض کے وقت بڑے نقصان کو دور کرنا واجب ہوتا ہے اور امام کے بغیر لوگوں کے احوال کا انتظام کرنا ایک محال بات ہے جیسے کہ روزمرہ کے مشاہدات میں بھی یہ بات آ رہی ہے۔

مقدمہ ثالثہ:

امامت، یا تو نص سے ثابت ہوتی ہے یعنی یہ کہ امام امامت کے مستحق افراد میں سے کسی فرد واحد کے خلیفہ بنائے جانے کے بارے میں کہے یا ارباب حل و عقد، کسی اہل آدمی کو خلیفہ بنا لیں اس کا بیان آئندہ ابواب میں آئے گا یا اس کے بغیر کوئی صورت ہو اس کا بیان اپنے مقام

---

[۱] فخر الدین رازی، اربعین میں مذکورہ معنوں کے بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اپنے آپ سے بقدر امکان دفع ضرر واجب ہے اور یہ بات عقلاء کے درمیان متفق علیہ ہے اور جو شخص کہتا ہے کہ حسن و قبح دونوں عقلی باتیں ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا جواب بدلیہۃ العقل ثابت ہے اور جو اس کا انکار کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ اس کا وجوب انبیاء و رسل کے اجماع اور تمام ادیان کے اتفاق سے ثابت ہے۔

یا اگر اس سے گناہ کا صدور ہوتا ہے تو وہ اس سے توبہ نصوح کر لیتا ہے۔ پس آیت کے مفہوم میں ایسا شخص نہیں آتا یہ آیت تو نافرمانوں کے متعلق ہے کیونکہ آیت میں ایک عہد کا ذکر ہے جیسے اس سے امامت مراد لی جا سکتی ہے ویسے ہی نبوت اور امامت فی الدین بھی لی جا سکتی ہے۔ نیز اسی قسم کے دیگر مراتب کمال بھی مراد لئے جا سکتے ہیں۔ یہ جاہلانہ بات انہوں نے اس لئے اختراع کی ہے تا کہ وہ اس بنیاد پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر لوگوں کی خلافت کا بطلان ثابت کر سکیں۔ عنقریب وہ بیان آئے گا جس سے ان کی تردید ہوگی اور ان کی جہالت، ضلالت اور عناد واضح ہو جائے گا۔ ہم فتنوں اور مصائب و تکالیف سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتے ہیں۔

ہے۔ انہوں نے کہا اسے درد ہے۔ جب ہم بیٹھ گئے تو ان کے خطیب نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کے انصار اور اسلام کی فوج ہیں اور اے گروہ مہاجرین آپ بھی ہمارا ہی ایک قبیلہ ہیں مگر آپ لوگوں میں ہم پر غلبہ حاصل کرنے کا خیال سما گیا ہے۔ آپ ہمیں بے یار و مددگار کر کے ہم پر استبداد کرنا چاہتے ہیں۔ جب اس نے تقریر ختم کی تو میں نے بولنے کا ارادہ کیا۔ میں نے ایک اچھی سی تقریر تیار کی ہوئی تھی جسے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیان کرنا چاہتا تھا اور میں غصے کی حالت میں بھی ان سے مدارات سے پیش آتا تھا اور وہ مجھ سے زیادہ حلیم اور باوقار تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا ٹھہریئے میں نے آپ کو ناراض کرنا پسند نہ کیا وہ مجھ سے زیادہ صاحب علم تھے۔ خدا کی قسم جو باتیں کہنے کے لئے میں نے تیار کی ہوئی تھیں وہ انہوں نے اپنی فی البدیہہ تقریر میں کہہ دیں[1] بلکہ ان سے بہتر باتیں بھی، پھر آپ نے سکوت فرمایا اور کہا کہ اپنی جس خوبی کا آپ نے اظہار کیا ہے آپ اس کے اہل ہیں مگر اس معاملہ میں عرب، قریش کے اس قبیلے کے سوا کسی کو نہیں جانتے یہ نسب اور گھرانہ کے لحاظ سے عربوں میں معزز ہیں پھر آپ نے میرا اور ابوعبیدہ بن الجراح کے ہاتھ پکڑ کر فرمایا ان دونوں میں سے جس کو آپ چاہیں پسند فرمالیں۔ اس کے علاوہ جو بات آپ نے کی میں نے اسے پسند کیا۔ قسم بخدا اگر میں آگے بڑھوں اور میری گردن ماردی جائے تو یہ اتنا گناہ نہیں جتنا یہ کہ میں ایک ایسی قوم پر امیر بننا چاہتا ہوں جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔ انصار میں سے خباب بن منذر نے کہا اے قریش ایک امیر ہم سے ہوگا اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے۔ اس کے بعد بڑا شور و شغب ہوا اور مجھے اختلاف کا اندیشہ ہوا تو میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا ہاتھ بڑھایئے آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اور مہاجرین نے آپ کی بیعت کرلی پھر اس کے بعد انصار نے بھی آپ کی بیعت کرلی۔ خدا کی قسم ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے زیادہ متفقہ بات کوئی نہیں دیکھی۔ ہمیں اس بات کا خدشہ تھا کہ اگر ہم لوگوں سے علیحدہ ہوگئے اور بیعت نہ ہوئی تو وہ ہمارے بعد نئی بیعت کرلیں گے یا پھر ہم بادل نخواستہ ان کی بیعت کرلیں اور یا ان کی مخالفت کریں۔ اس صورت میں فساد ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انصار کے خلاف حدیث الائمۃ من قریش سے حجت پکڑی اور یہ ایک صحیح حدیث ہے جو متعدد طرق سے چالیس صحابیوں سے مروی ہے۔ نسائی، ابویعلیٰ اور حاکم نے اس کی تخریج کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت

---

[1] ایک روایت میں ہے کہ ان جیسی [illegible] باتیں اور ان سے بہتر باتیں بھی آپ نے بیان فرمائیں

جو رسول اللہ ﷺ کا ساتھی اور غار میں آپ کا ثانی اثنین ہے۔ پس اٹھیے اور آپ کی بیعت کیجئے۔ اس پر لوگوں نے سقیفہ کے بعد آپ کی بیعت عامہ کی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حمد و ثنا کے بعد تقریر کرتے ہوئے فرمایا لوگو! مجھے تمہارا حاکم بنایا گیا ہے لیکن میں تم میں سے بہتر نہیں ہوں اگر میں اچھے کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر میں برا کروں تو مجھے سیدھا کر دینا' صدق ایک امانت ہے اور جھوٹ ایک خیانت ہے۔ تم میں کمزور آدمی میرے نزدیک طاقتور ہے جب تک میں اسے اس کا حق نہ لے کر دوں اور طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اس سے میں حق وصول نہ کروں جب کوئی قوم جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر دیتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دیتا ہے اور جب کسی قوم میں بے حیائی پھیلتی ہے تو اس پر ہمہ گیر مصائب آتے ہیں۔ جب تک اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں میری اطاعت کرنا اور جب میں ان کی اطاعت سے دستکش ہو جاؤں تو میری اطاعت کرنا تم پر فرض نہیں۔ نماز کے لئے کھڑے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر رحم کرے گا۔

موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں اور حاکم نے عبدالرحمٰن بن عوف سے صحیح روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں فرمایا قسم بخدا میں کبھی امارت کا خواہشمند نہ تھا اور نہ ہی مجھے اس بات میں کوئی رغبت تھی اور نہ ہی میں نے خفیہ اور اعلانیہ اللہ تعالیٰ سے کبھی اس کے متعلق سوال کیا لیکن فتنہ سے ڈر گیا اور مجھے امارت میں کیا راحت ہے میں نے ایک عظیم امر کا بار اٹھایا ہے جسے میں خدا تعالیٰ کی امداد کے بغیر اٹھا نہیں سکتا۔ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا ہمیں صرف یہ غصہ تھا کہ ہمیں مشورہ میں پیچھے رکھا گیا ہے لیکن ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتے ہیں وہ آپ ﷺ کے یار غار ہیں ہم آپ کے شرف و منزلت سے واقف ہیں اور حضور علیہ السلام نے اپنے عین حیات ہی میں آپ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

اور ابن سعد نے ابراہیم التیمی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے حضرت ابوعبیدہ کے پاس بیعت کے لئے آئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اس امت کا امین قرار دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے آپ کے منہ سے میں نے اتنی کمزور بات نہیں سنی کیا تم صدیق اور ثانی اثنین کی موجودگی میں میری بیعت کرو گے۔ اسی طرح ابن سعد نے ایک یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا

سپرد کر دیا گیا ہے قسم بخدا میں چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا آدمی اسے سنبھال لیتا لیکن اگر تم مجھے رسول اللہ ﷺ جیسے کام کرنے کا مکلف کرو تو یہ مجھ سے نہ ہو سکے گا کیونکہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ وحی سے سرفراز فرماتا تھا نیز اس نے آپ کو معصوم قرار دیا تھا میں تو محض ایک بشر ہوں اور کسی سے بہتر بھی نہیں ہوں پس میرا خیال رکھو۔ جب مجھے سیدھا چلتے دیکھو تو میری پیروی کرو اور جب مجھے ٹیڑھا چلتے دیکھو تو مجھے سیدھا کر دو اور یہ بھی ذہن نشین رکھو کہ میرا ایک شیطان ہے جو مجھ پر غالب آ جاتا ہے۔ پس جب مجھے غضبناک دیکھو تو مجھ سے اجتناب اختیار کرو۔ میں کسی کو برائی بھلائی میں کسی پر ترجیح نہ دوں گا۔

اور ابن سعد اور خطیب کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ مجھے آپ لوگوں کا یہ کام سپرد کر دیا گیا ہے مگر میں آپ لوگوں سے بہتر نہیں ہوں لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک نازل کیا اور حضور علیہ السلام نے سنت کے طریق بتائے۔ لوگو! اس بات کو سمجھ لو کہ سب سے بڑی دانائی تقویٰ ہے اور سب سے بڑا عجز فسق و فجور ہے۔ آپ کا کمزور آدمی میرے نزدیک سب سے زیادہ قوی ہے جب تک اس کا حق لے کر نہ دوں اور قوی سب سے کمزور ہے جب تک اس سے حق وصول نہ کر لوں۔ اے لوگو! میں متبع ہوں' مبتدع نہیں' اگر کوئی اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور جب میں جھگڑوں تو مجھے سیدھا کر دینا۔ مالک کہتے ہیں کہ کوئی شخص اس شرط کے بغیر امام نہ بن سکے گا۔

حاکم نے روایت کی ہے کہ جب ابوقحافہ نے اپنے بیٹے کی ولایت کی خبر سنی تو کہا کیا بنو عبد مناف اور بنو مغیرہ اس پر رضامند ہو گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ تو کہنے لگے جسے تو بلند کرے اسے کوئی گرا نہیں سکتا اور جسے تو گرائے اسے کوئی اٹھا نہیں سکتا اور واقدی نے کئی طریق سے بیان کیا ہے کہ آپ کی بیعت حضور علیہ السلام کی وفات کے روز کی گئی اور طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ منبر پر اس جگہ کبھی نہ بیٹھے جہاں رسول اکرم ﷺ جلوس فرما ہوا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس جگہ نہ بیٹھے جہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھا کرتے تھے اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس جگہ بیٹھے جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھا کرتے تھے۔

جنہوں نے اس معاملہ کو اجماعی قرار دیا ہے جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا۔ جب آپ بصرہ تشریف لائے تو لوگوں نے دریافت کیا' کیا آپ کا یہ سفر حضرت نبی کریم ﷺ کے کسی عہد کی وجہ سے ہے تو آپ نے اپنی اور بقیہ صحابہ کی بیعت کا ذکر کیا اور کہا کہ دو آدمیوں نے بھی اس میں اختلاف نہیں کیا اور بیہقی نے زعفرانی سے بیان کیا ہے کہ میں نے امام شافعی کو یہ کہتے سنا کہ لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کر لیا تھا اس لئے کہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد ان میں سخت اضطراب پیدا ہوا اور انہوں نے چرخ نیلی فام کے نیچے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بہتر کسی کو نہ پایا تو اپنی گردنیں ان کے سامنے جھکا دیں اور اسد السنۃ نے معاویہ بن قرہ سے رایت کی ہے کہ اصحاب رسول میں سے کسی کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلیفۃ الرسول ہونے میں کوئی شک نہ تھا اور وہ انہیں رسول خدا کا خلیفہ ہی کہتے تھے۔ وہ خطا اور ضلالت پر اتفاق نہیں کر سکتے تھے۔ پس امت نے حضرت ابوبکر' حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم میں سے ایک کی خلافت پر اجماع کیا ہے پھر باقی دو نے ان سے تنازع نہیں کیا بلکہ ان کی بیعت کر لی اور اس طرح ان کی امامت پر اجماع ہو گیا۔ اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حق پر نہ ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان سے ضرور جھگڑا کرتے جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کے ساتھ جھگڑا کیا جبکہ امیر معاویہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ قوت وشوکت کے مالک تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کی قوت وشوکت کی پروا کیے بغیر ان سے جھگڑا کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کا جھگڑنا زیادہ مناسب تھا۔ پس آپ کا تنازع نہ کرنا اس بات کے اعتراف پر دال ہے کہ آپ انہیں خلافت کا حقدار سمجھتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ میں آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں تو آپ نے اس بات کو قبول نہ کیا اور اگر انہیں کسی نص کا علم ہوتا تو ضرور قبول کر لیتے۔ خصوصاً اس لئے کہ ان کے ساتھ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جیسے شجاع اور بنو ہاشم وغیرہ بھی تھے اور جو پہلے بیان ہوا ہے کہ انصار نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا پسند نہ کیا اور کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک آپ لوگوں سے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حدیث الائمۃ من قریش سے ان کی تردید کی تو انہوں نے آپ کی اطاعت اختیار کر لی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ تو قوت وشوکت شجاعت وبسالت اور نفری کے لحاظ سے ان سے کہیں بڑھ کر تھے اگر ان کے پاس کوئی نص موجود ہوتی تو وہ جھگڑنے اور قبولیت کے زیادہ حقدار تھے۔ اس اجماع پر اس وجہ سے نکتہ چینی نہیں کی جا سکتی کہ اس میں حضرت علی'

کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ جب آپ آئے تو بنو ہاشم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ نے اپنی تقریر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور بیعت میں تخلف کرنے پر معذرت کرتے ہوئے کہا کہ مجھے مشورہ میں نظر انداز کیا گیا ہے جبکہ مشاورت میں میرا حق تھا۔ آپ کی تقریر کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تقریر فرمائی اور وہی عذر کیا جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسی روز آپ کی بیعت کر لی تو مسلمانوں نے آپ کے اس فعل کو درست قرار دیا اور ایک متفق علیہ حدیث میں اس قصہ کی تصریح اس سے بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ آئی ہے۔ بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا جس میں آپ سے اپنی میراث کے متعلق دریافت کیا جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور مال فے مدینہ اور فدک میں دیا تھا اور خمس خیبر کا جو بقیہ تھا اس کے بارے میں بھی پوچھا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ لا نورث ما ترکنا صدقة کہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا اور اس کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ آل محمد کو صرف اس مال سے کھانے کی اجازت ہے اور قسم بخدا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں کوئی تغیر نہیں کروں گا بلکہ اسے اسی حال میں رہنے دوں گا جیسا کہ آپ کے زمانہ میں تھا اور آپ کے عمل کے مطابق اس پر عمل کروں گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں سے کوئی چیز حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہ دی جس سے آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئیں اور وفات تک آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو نہیں کی۔ آپ حضور علیہ السلام کی وفات کے چھ ماہ تک زندہ رہیں جب آپ وفات پا گئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رات کے وقت آپ کو دفن کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع تک نہ دی اور آپ ہی نے ان کا جنازہ بھی پڑھایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لوگوں میں ایک مقام حاصل تھا جب آپ کی وفات ہو گئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ اب لوگوں کا معاملہ ان سے ویسا نہیں رہا جیسا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں تھا تو آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی اور ان سے مصالحت کرنا چاہی۔ ان مہینوں میں آپ نے ان کی بیعت نہ کی تھی۔ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ اکیلے ہی ہمارے ہاں تشریف لائیں یہ اس لئے کہا کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آمد کو پسند نہ کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے کہا کہ واللہ وہاں اکیلے نہ جائیں۔ آپ نے کہا مجھے امید نہیں کہ وہ مجھ سے ناروا

ہیں کہ صحیح مسلم میں ابی سعید سے جو روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بنو ہاشم کی تاخیر بیعت کے متعلق آئی ہے کہ انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات تک بیعت نہ کی یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ زہری نے اس کی سند کا ذکر نہیں کیا اور ابی سعید کی پہلی روایت موصول ہے جو زیادہ صحیح ہے اور اس کے اور بخاری کی اس روایت کے درمیان جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان ہوئی ہے منافات پائی جاتی ہے لیکن بعض نے ان کو اس طرح جمع کر کے منافات کو دور کر دیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے بیعت کی پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے درمیان جو واقعہ ہوا اس کیوجہ سے آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے الگ ہو گئے پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد دوسری دفعہ بیعت کی اس سے بعض حقیقت ناشناس آدمیوں کو یہ وہم ہوا کہ آپ نے بیعت سے اس لئے تخلف کیا کہ آپ ان کی بیعت کرنا نہیں چاہتے تھے تو آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موت کے بعد دوبارہ بیعت کی اور منبر پر کھڑے ہو کر اس شبہ کا ازالہ کر دیا۔ اس کا بیان چوتھی فصل میں آئے گا جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

جب آپ نے بیعت میں دیر کی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ سے ملے اور کہا کیا آپ میری بیعت امارت کو پسند نہیں کرتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نہیں بلکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں جب تک قران کریم کو جمع نہ کرلوں سوائے نماز کے چادر نہیں اوڑھوں گا۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ترتیب نزول کے مطابق قرآن کریم کو جمع کیا ہے۔ آپ کے اس واضح عذر پر غور کیجئے اس سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ خلافت صدیق پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ اجماع ہو چکا ہے اور آپ ہی اس کے اہل تھے اگر اس کے خلاف کوئی نص نہ ہو تو یہ امر ہی خلافت صدیق رضی اللہ عنہ کے برحق ہونے کے لئے کافی ہے بلکہ اجماع تو غیر متواتر نصوص سے اقویٰ ہوتا ہے کیونکہ اس کا مفاد قطعی ہوتا ہے اور نص غیر متواتر کا ظنی، جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا[1]

---

[1] باقلانی نے تمہید میں لکھا ہے کہ ہم کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیا ہو کہ وہ کئی دن بیعت سے متاخر رہے۔ ہاں ان کا بیعت کی طرف رجوع اور مسلمانوں کے ساتھ اس عمل صالح میں شامل ہونا ضرور بیان ہوا ہے جس میں دوسرے مسلمان شامل ہوئے تھے۔ ان دونوں حضرات نے بھی یہ کہا کہ اے خلیفۃ الرسول ہم آپ سے ناراض نہیں۔ بیعت میں تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ ہمیں مشورہ میں شامل نہ کر کے دکھ پہنچایا گیا ہے۔ سعد نے شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے توقف بیعت کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی وجہ سے نظر و اجتہاد کیلئے فارغ نہ تھے۔ جب آپ پر حق واضح ہو گیا تو آپ جماعت میں داخل ہو گئے اور اصفہانی نے مطالع الانظار میں لکھا ہے کہ (باقی اگلے صفحہ پر)

فصل سوم

قرآن وسنت کی وہ سماعی نصوص جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں

نصوص قرآنیہ: پہلی آیت:

یا ایها الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینه فسوف یاتی الله بقوم یحبهم ویحبونه اذلة علی المؤمنین اعزة علی الکافرین یجاهدون فی سبیل الله ویخافون لومة لائم ذالك فضل الله یؤتیه من یشآء والله واسع علیم

اے مومنو! جب تم میں سے کوئی اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم لائے گا جس سے وہ محبت کرتا ہوگا اور خدا سے محبت رکھنے والے ہوں گے وہ مومنوں کے لئے عاجز اور کفار کے مقابل سختی سے پیش آنے والے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور کسی ملامت کنندہ سے خائف نہ ہوں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے اسے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ وسعت والا اور جاننے والا ہے۔

بیہقی نے حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اس سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب عرب مرتد ہوگئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور آپ کے اصحاب ان کو جنگ کر کے اسلام میں واپس لے آئے اور یونس بن بکیر نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد عرب مرتد ہو گئے پھر آپ نے ان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جنگ کا ذکر کیا اور یہاں تک کہا کہ ہم آپس میں کہا کرتے تھے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے **فسوف یاتی الله بقوم یحبهم ویحبونه** اس آیت کی تشریح میں ذہبی نے لکھا ہے کہ جب اطراف مدینہ میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر مشہور ہوگئی تو عربوں کے بہت سے قبائل اسلام سے مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کے ہاتھوں مارا گیا۔

خلافت کے دوسرے سال آپ نے العلاء الحضرمی کو بحرین کی طرف بھیجا۔ یہاں کے لوگ بھی مرتد ہو گئے تھے۔ بحواث مقام پر جنگ ہوئی اور مسلمان کامیاب ہوئے۔

عمان کی طرف آپ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل کو بھیجا۔ یہاں کے لوگوں نے ارتداد اختیار کیا تھا۔ اس طرح آپ نے المہاجر بن امیہ اور زیاد بن بعید انصاری کو مرتدین کی دو پارٹیوں کی طرف بھیجا۔ بیہقی اور ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا خدا کی قسم حضرت ابو بکر خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ ہوتی۔ یہ بات آپ نے تین بار دہرائی۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ خاموش ہو جائیں تو آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید کو سات سو آدمیوں کے ساتھ شام کیطرف روانہ فرمایا تھا جب یہ لشکر ذی خشب مقام پر اترا تو حضور علیہ السلام رحلت فرما گئے اور مدینہ کے اردگرد رہنے والے عربوں نے ارتداد اختیار کر لیا۔ حضور علیہ السلام کے صحابہ کرام حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس اکٹھے ہوئے اور کہا اس لشکر کو واپس بلا لیجئے اور آپ انہیں روم کی طرف بھیج دیجئے تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم اگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی ٹانگیں کتے گھسیٹتے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا۔ جسے آپ نے باندھا ہے۔ حضرت اسامہ جب بھی کسی ایسے قبیلے سے گذرتے جو ارتداد کا خواہاں ہوتا تو وہ لوگ کہتے اگر لوگوں کے پاس طاقت نہ ہوتی تو اتنی بڑی فوج مدینہ سے کبھی باہر نہ آتی لیکن ہم انہیں چھوڑتے ہیں تاکہ رومیوں سے ان کا مقابلہ ہو چنانچہ رومیوں نے ان سے شکست کھائی اور قتل ہوئے اور یہ لوگ بخیر و عافیت واپس آئے اور اسلام پر ثابت قدم رہے۔

نووی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب نے حضرت صدیق اکبر کی علمی عظمت کا اس حدیث سے استدلال کیا ہے جو صحیحین کے حوالے سے پہلے گزر چکی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ میں خود اس شخص سے نبرد آزما ہوں گا۔ جو صلوٰۃ اور زکوٰۃ میں تفریق کرے گا اور قسم بخدا اگر ان لوگوں نے اونٹنی کی ٹانگ سے باندھنے والی وہ رسی جسے وہ حضور علیہ السلام کے زمانے میں زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے مجھے نہ دی تو میں اس کے لئے بھی ان سے جنگ کروں گا۔ اس سے شیخ ابو اسحاق وغیرہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ صاحب

---

[1] اس موقع پر صحابہ کی ایک جماعت جس کی تعداد ستر تک پہنچتی ہے شہید ہوئی ان شہدا میں سالم مولی ابی حذیفہ، زید بن خطاب، ثابت بن قیس، ابو دجانہ، سماک بن حرب اور ابو حذیفہ بن عقبہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

جب کوئی شخص جھگڑا لے کر آتا تو آپ کتاب اللہ کو دیکھتے۔ اگر اس میں ان کے جھگڑے کا فیصلہ مل جاتا تو وہ فیصلہ کر دیتے۔ اگر کتاب سے فیصلہ نہ ملتا تو سنت کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ اگر سنت سے فیصلہ نہ ملتا تو مسلمانوں سے دریافت کرتے اور کہتے کہ میرے پاس اس طرح کا ایک جھگڑا آیا ہوا ہے۔ اس کے بارے میں اگر آپ لوگوں کو رسول کریم ﷺ کا فیصلہ معلوم ہو تو مجھے بتائیے۔ بعض دفعہ متعدد آدمی آپ کے پاس جمع ہو کر رسول کریم ﷺ کا فیصلہ آپ کو بتا دیتے تو آپ فرماتے خدا کا شکر ہے کہ ہم میں وہ لوگ بھی موجود ہے جو رسول اکرم ﷺ کے فیصلہ جات کو یاد رکھتے ہیں۔ اگر آپ کو اس معاملہ میں سنت کا علم نہ ہو سکتا تو لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ طلب کر لیتے اگر لوگ کسی رائے پر متفق ہو جاتے تو اسی کے مطابق فیصلہ کر دیتے اور حضرت عمر بھی اسی طرح کرتے تھے۔ اگر آپ کو قرآن و سنت میں کوئی بات نہ ملتی تو آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کو بھی دیکھتے۔ اگر آپ کا کوئی فیصلہ مل جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے ورنہ لوگوں کو بلا کر معاملہ ان کے سامنے پیش کرتے۔ اگر وہ کسی بات پر متفق ہو جاتے تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔

دوسری روایت

آپ کی خلافت پر دلالت کرنے والی دوسری آیت یہ ہے:

قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونهم أو یسلمون فان تطیعوا یوتکم اللہ اجراً حسنا وان تولیتم من قبل یعذبکم عذاباً الیماً

اعراب میں سے پیچھے رہ جانے والوں سے کہہ دیجئے عنقریب آپ لوگوں کو ایک ایسی قوم کی طرف بلایا جائے گا جو سخت جنگجو ہو گی۔ تم ان سے لڑو گے یا مسلمان ہو جائیں گے۔ اگر تم نے اطاعت اختیار کی تو اللہ تعالیٰ آپ کو بہت اچھا اجر دے گا اور اگر تم اس سے قبل پھر گئے تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔

ابن ابی حاتم نے جویبر سے روایت کی ہے کہ یہ قوم بنو حنیفہ تھی۔ پھر ابن ابی حاتم اور ابن

(صفحہ گزشتہ سے آگے) میں جو کچھ قرآن پاک میں نازل ہوا یا آنحضرت ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا ان سب باتوں کا آپ نے ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح اکثر صحابہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں ان سے مروی ایک ایک حدیث کا ذکر کیا ہے۔

تیسری آیت:

وعدالله الذین امنو امنکم وعملوا الصالحات لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم ولیمکنن لهم دینهم الذی ارتضیٰ لهم ولیبدلنهم من بعد خوفهم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً

اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور اعمال صالحہ بجالانے والوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ ضرور انہیں زمین پر خلیفہ بنائے گا۔ جیسے کہ ان سے پہلے لوگوں کو بنایا اور جو دین ان کے لئے پسند کرے گا اس میں انہیں تمکین بخشے گا اور ان کے خوف کو امن میں بدل دے گا۔ وہ میرے عبادت گزار ہوں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے

ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ آیت خلافت صدیق پر منطبق ہوتی ہے اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں عبدالرحمٰن بن عبدالحمید ی المہر ی سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کی ولایت کا ذکر تو کتاب اللہ میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وعدالله الذین امنو امنکم وعملو الصالحات لیستخلفنهم فی الارض (الایة)[1]

چوتھی حدیث:

للفقراء المهاجرین الی قوله اولئك هم الصادقون

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کا نام صادقین رکھا ہے اور جس کے صدق کے بارے میں اللہ تعالیٰ گواہی دے اس کی تکذیب نہیں کی جاسکتی۔ اس سے لازم آیا کہ صحابہ نے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ الرسول کہا وہ سچے تھے۔ اس لحاظ سے یہ آیت آپ کی خلافت پر نص ہے۔ اسے خطیب نے ابی بکر بن عیاش سے بیان کیا ہے مگر یہ حسن کا استنباط ہے جیسا کہ ابن کثیر نے کہا ہے۔

---

[1] اگر چہ یہ آیت خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر منطبق ہوتی ہے کیونکہ امن کا حصول، خوف کا ازالہ اور دین کی تقویت ان کی خلافت میں ہوئی۔ استخلاف کے وعدے سے مراد خلافت و امامت ہے۔ پس حضرت ابو بکر خلیفہ بنانے والے اور خلیفہ اور امام ہیں لیکن آیت استخلاف میں جن چیزوں کا وعدہ ہے ان میں سے کوئی چیز بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں نہیں پائی گئی۔

عدت فلم اجدك تعرض بالموت فقال ان جئت فلم تجدینی فات ابی بکر الخلیفة من بعدی

آؤں اور آپ موجود نہ ہوں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ رحلت فرما گئے ہوں تو میں کیا کروں۔ فرمایا اگر تو آئے اور میں موجود نہ ہوں تو ابوبکر کے پاس آجانا جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

دوسری حدیث:

ابوالقاسم بغوی نے سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول یکون خلفی اثنا عشر خلیفة ابوبکر لایلبث الاقلیلا قال الائمة

میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ ہوں گے ابوبکر رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر خلیفہ رہیں گے۔

ایک روایت میں خلیفہ کے بجائے ائمہ کے الفاظ آتے ہیں۔ اس حدیث کی صحت پر سب کا اتفاق ہے۔ یہ کئی طریق سے مروی ہے جسے شیخین اور ان کے علاوہ دوسروں نے بھی اسے انہی طرق سے روایت کیا ہے۔

لایزال ھذا الامر عزیزاً ینصرون علی من ناواھم علیه الیٰ اثنی عشر خلیفة کلھم من قریش

اسلام ہمیشہ غالب رہے گا اور مسلمان اپنے دشموں پر بارہ خلیفوں تک غالب رہیں گے۔ یہ سب خلیفے قریش میں سے ہوں گے۔

اس حدیث کو عبداللہ بن احمد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ان میں سے ایک روایت میں لایزال ھذا الامر صالحا اور دوسرے میں لا یزال ھذا الامر ماضیًا کے الفاظ آتے ہیں۔

ان دونوں حدیثوں کو احمد نے روایت کیا ہے اور ایک روایت میں لایزال امر الناس ماضیًا ماولیھم اثنا عشر رجلاً اور ایک روایت میں ان ھذا الامر لاینقضی حتی یمضی فیھم اثنا عشر خلیفة اور ایک روایت میں لایزال الاسلام منیعاً الی اثنی عشر خلیفة کے الفاظ آئے ہیں۔ اس روایت کو مسلم نے بیان کیا ہے اور بزار کی روایت ہے لایزال امر امتی قائماً حتی یمضی اثنا عشر خلیفة کلھم من قریشی اور ابوداؤد نے یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ جب آپ واپس گھر تشریف لائے تو قریش نے آکر آپ

عبدالعزیز آ گئے۔ خلفائے راشدین کے بعد یہ سات خلفاء ہوئے ہیں اور بارہویں خلیفہ ولید بن یزید بن عبدالملک ہوئے جسے اس کے چچا ہشام کی موت کے بعد لوگوں نے متفقہ طور پر خلیفہ بنایا۔ اس نے چار سال تک خلافت کی۔ پھر لوگوں نے بغاوت کر کے اُس کو قتل کر دیا۔ اس دن سے حالات دگرگوں ہو گئے۔ فتنہ وفساد کا دور دورہ ہو گیا۔ اور پھر بنوامیہ میں فتنوں کے پیدا ہو جانے' اندلس میں مروانیوں کے غالب آ جانے اور عباسیوں سے مغرب اقصیٰ کے نکل جانے کے باعث لوگوں کو یہ موقع ہی نہ ملا کہ وہ کسی شخص کو خلافت کے نام سے موسوم کر سکیں اور یہ معاملہ یہاں تک بڑھا کہ خلافت کا صرف نام ہی باقی رہ گیا۔ اگرچہ مشرق ومغرب اور شمال و جنوب کے تمام علاقوں میں عبدالملک کا خطبہ پڑھا جاتا تھا اور مسلمانوں کا غلبہ تھا اور کسی شخص کو خلیفہ کے حکم کے بغیر کوئی کام سپرد نہیں کیا جاتا تھا۔[1] اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بارہ خلیفوں سے مراد قیامت تک ہونے والے بارہ خلیفے ہیں جو حق کے مطابق کام کرنے والے ہوں گے۔ خواہ ان کا زمانہ مسلسل نہ ہو۔[2] اس کی تائید ابی الجلد کے اس قول سے ہوتی ہے کہ وہ سب ہدایت اور دین حق کے ساتھ کام کرنے والے ہوں گے۔ ان میں سے دو آدمی اہل بیت نبوی سے ہوں گے۔ اس بناء پر الہرج سے مراد بڑے بڑے فتنے ہوں گے جیسے فتنہ دجال اور بارہ خلفاء سے مراد خلفائے اربعہ' حضرت حسنؓ' حضرت معاویہؓ' حضرت ابن زبیر اور حضرت عمر بن عبدالعزیز ہیں۔ بعض نے مہدی عباسی کو بھی ان میں شامل کیا ہے کیونکہ اس کی حیثیت عباسیوں میں وہی ہے۔ جو امویوں میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی ہے اور طاہر عباسی کو بھی عدل وانصاف کی وجہ سے ان میں شامل کیا گیا ہے۔ باقی رہ گئے دو خلیفے ان کا انتظار ہے۔ ان میں سے ایک مہدی

---

[1] اس عبارت کے بعد امام سیوطی نے حالات کی خرابی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پانچویں صدی میں صرف اندلس میں چھ آدمی خلیفہ کہلاتے تھے اور ان کے ساتھ مصر کا عبیدی اور بغداد کا عباسی ان لوگوں کے علاوہ ہیں۔ جو علویوں اور خوارج میں سے دوسرے علاقوں میں مدعی خلافت تھے۔ سیوطی کہتے ہیں کہ ابن حجر نے فتح الباری میں کہا ہے کہ اس تاویل کی بنا پر الہرج سے مراد وہ قتل وغارت ہے جو فتنوں سے جنم لیتی ہے۔

[2] سیوطی کہتے ہیں کہ وہ حق کے مطابق کام کرنے والے ہوں گے۔ خواہ ان کا زمانہ مسلسل نہ ہو۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جسے مسدد نے مسند الکبیر میں ابی الجلد سے بیان کیا ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا ہے: لا تهلك هذه الامة حتى يكون منها اثنا عشر خليفة كلهم يعمل بالهدى ۔ یہ امت بارہ خلیفوں کے زمانہ تک جو ہدایت کے مطابق کام کرنے والے ہوں گے' ہلاک نہ ہوگی۔

چوتھی حدیث:

شیخین نے ابی سعید خدری سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

ان اللہ تبارك وتعالیٰ خیر عبداً بین الدنیا و بین ماعنده فاختار ذلك العبد ماعند اللہ فبکی ابوبکر و قال بل نفدیك بآبائنا و امهاتنا فعجبنا لبکائه ان یخبر رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن عبد خیره اللہ فکان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم هو المخیر و کان ابوبکر اعلمنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان من امن الناس علی فی صحبته وماله ابا بکر ولو کنت متخذاً خلیلاً غیر ربی لاتخذت ابا بکر خلیلاً ولکن اخوة الاسلام ومودته لایبقین باب الاسد الاباب ابیٰ بکر۔

کہ ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا اور جو کچھ اس کے پاس ہے اس میں اختیار دیا کہ وہ دونوں میں سے جس چیز کو چاہے اختیار کرے تو اس بندے نے جو کچھ اللہ کے پاس ہے اسے پسند کیا۔ اس بات کو سنتے ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور کہا ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ ہمیں آپ کے اس رونے پر بڑا تعجب ہوا کہ حضور علیہ السلام نے ایک بندے کے بارے میں خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اختیار دیا تھا۔ دراصل جس کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود حضور علیہ السلام ہی تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سے زیادہ عالم تھے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی صحبت اور مال نے مجھے بڑا سکون بخشا ہے۔ اگر خدا کے سوا میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو دوست بناتا لیکن اسلامی بھائی چارہ اور اس کی محبت رہے گی۔ ابوبکر کے دروازے کے سوا کوئی دروازہ کھلا نہ رہے۔

اور بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ابوبکر کی کھڑکی کے سوا سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں اور عبداللہ بن احمد سے آخر میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) میرے یار غار اور مونس ہیں۔ مسجد میں ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی کھڑکی کے سوا سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں اور بخاری کی روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ لوگوں میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں جس کے مال نے مجھے ابوبکر بن ابی قحافہ سے زیادہ سکون بخشا ہو۔ اگر میں کسی کو دوست بنانے والا ہوتا تو

احمد اور اس کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی اسے کئی طرق سے بیان کیا ہے اور بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا کہ میرے پاس عبدالرحمٰن بن ابوبکر کو بلا لاؤ۔ میں ابوبکر کے بارے میں ایک تحریر لکھ دیتا ہوں جس پر کوئی اختلاف نہیں کرے گا پھر فرمایا اس بات کو چھوڑ دو۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ مومن ابوبکر کے بارے میں اختلاف کریں اور عبداللہ بن احمد کی ایک روایت میں ہے کہ اے ابوبکر اللہ تعالیٰ اور مومن تیرے بارے میں اختلاف کرنے سے انکار کریں گے۔

ساتویں حدیث:

شیخین نے ابوموسیٰ اشعری سے روایت کی ہے کہ:

مرض النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فاشتد مرضه فقال مروا ابا بکر فلیصل بالناس قالت عائشة یارسول اللّٰہ انه رجل رقیق اذاقام مقامك لم یستطع ان یصلی بالناس فقال مری ابا بکر فلیصل بالناس فعادت فقال مری ابا بکر فلیصل بالناس فانکن صواحب یوسف فاتاه الرسول فصلی بالناس فی حیاة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم وفی روایة انها لما راجعته فلم یرجع لها قالت لحفصة قولی له یامر عمر فقالت له فابی حتی غضب وقال انتن او انکن او لأنتن صواحب یوسف مروا ابابکر ۔

جب نبی کریم ﷺ کا مرض شدت اختیار کر گیا تو آپ نے فرمایا ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یارسول اللہ وہ رقیق القلب آدمی ہیں آپ کی جگہ کھڑے ہو کر وہ نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپ نے فرمایا ابوبکر کو حکم دے دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ وہی بات دہرائی۔ آپ نے پھر فرمایا ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ تم تو یوسف والیاں ہو۔ حضرت ابوبکر کے پاس ایلچی آیا تو آپ نے حضور کی زندگی میں لوگوں کو نماز پڑھائی اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عائشہ نے آپ کو دوبارہ کہا تو آپ نے حضرت عائشہ کو جواب نہیں دیا۔ اس پر حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ سے کہا کہ آپ حضور کو کہیں کہ وہ حضرت عمر کو حکم دیں۔ انہوں نے کہا تو آپ نے انکار کیا اور غصہ ہو کر فرمایا تم یوسف والیاں ہو۔ ابوبکر کو حکم دو۔

بیعت کی فضیلت کے بارے میں آپ کا قول پہلے ذکر ہو چکا ہے ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ ابن عساکر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور میں اس کا شاہد ہوں اور میں کہیں غیر حاضر نہ تھا اور نہ ہی مجھے کوئی بیماری تھی۔ پس ہم اپنی دنیا کے لئے اس چیز سے راضی ہو گئے جس چیز کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لئے پسند کیا تھا۔

علماء نے کہا ہے کہ زمانہ نبوی میں ہی آپ امامت کی اہلیت کیلئے مشہور تھے۔ احمد' ابوداؤد اور دیگر لوگوں نے سہیل بن سعد سے بیان کیا ہے کہ بنی عمرو بن عوف کے درمیان جنگ ہوئی اور حضور علیہ السلام کو خبر پہنچی تو آپ ان کی آپس میں صلح کروانے کے لئے ظہر کے بعد تشریف لے گئے۔ تو آپ نے فرمایا اے بلال! اگر نماز کا وقت آ جائے اور میں نہ آؤں تو ابوبکر کو کہہ دینا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ جب نمازِ عصر کا وقت آیا۔ بلال نے اقامت نماز کہی اور حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تو آپ نے نماز پڑھائی۔ آپ کے تقرر اور نماز میں مقدم کرنے میں اس بات کی تصریح اور اشارہ پایا جاتا ہے کہ آپ خلافت کے زیادہ حق دار تھے اور عالم امام کے تقرر سے اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ مامور بہ ادائے واجبات' ترک محرمات' احیائے سنن اور بدعات کو مٹانے سے شعائر دینیہ کو قائم کرے۔ باقی رہے امور دنیوی اور ان کی تدبیر جیسے امراء سے اموال لے کر مستحقین کو پہنچانا اور ظلم کو دور کرنا وغیرہ تو یہ باتیں مقصود بالذات نہیں ہوتی بلکہ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ امور دینیہ کی بجا آوری کے لئے فارغ ہوں کیونکہ صحیح فراغت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک ان کے امور معاش کا انتظام نہ ہو یعنی مال و جان مامون ہوں اور ہر حق دار کو اس کا حق ملے۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی امامت عظمٰی پر راضی ہوئے کیونکہ انہیں نماز میں امامت کے لئے آپ نے مقدم کیا تھا اور پھر جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ذکر ہو چکا ہے سب لوگوں کا آپ کی امامت پر اجماع ہو گیا تھا۔

ابن عدی نے ابوبکر بن عیاش سے روایت کی ہے کہ مجھے ہارون رشید نے کہا اے ابوبکر! لوگوں نے ابوبکر الصدیق کو کیسے خلیفہ بنا لیا؟ میں نے جواب دیا امیر المومنین' خدا' اس کے رسول اور مومنین سب نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اس لئے وہ خلیفہ بن گئے۔ اس نے کہا تو نے مجھے اور اندھیرے میں دھکیل دیا ہے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین' حضور علیہ السلام آٹھ دن بیمار رہے تو آپ کے پاس حضرت بلال نے آ کر پوچھا یا رسول اللہ لوگوں کو نماز کون

او ذنوبین نزعا ضعیفاً واللہ یغفرلہ ثم جاء عمر فاستقی فاستحالت غرباً فلم ار عبقریاًمن الناس یفری فریہ حتی روی الناس وضربوا بعطن

ہوا یا قریبا بھرا ہوا ایک ڈول یا دو ڈول نکالے اور ان کے نکالنے میں ضعف تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں بخشے پھر عمر آئے انہوں نے ڈول اس حالت میں نکالا کہ وہ بڑا ڈول بن گیا تھا۔ میں نے لوگوں میں کوئی طاقتور آدمی ایسا نہیں دیکھا جو ان جیسا کام کرتا ہو۔ یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے اور انہوں نے بیٹھنے کی جگہ بنائی۔

اور شیخین ہی کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے سوتے میں اپنے آپ کو ایک کنوئیں پر دیکھا جس پر ڈول تھا۔ میں نے اس میں سے پانی نکالا جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر اس ڈول کو ابن ابی قحافہ نے لیا اور ایک یا دو ڈول نکالے اور اس کے نکالنے میں ضعف تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے بخشے۔ جب عمر نے اسے لیا تو وہ بڑا ڈول بن گیا۔ میں نے لوگوں میں کوئی طاقتور آدمی ایسا نہیں دیکھا جو عمر کی طرح پانی نکالتا ہو۔ یہاں تک کہ لوگ بیٹھنے کی جگہ بنانے لگے۔

اور انہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ میں ایک کنوئیں سے ڈول نکال رہا ہوں کہ میرے پاس ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما آ گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ڈول لے کر ایک یا دو ڈول نکالے مگر ان کے نکالنے میں ضعف تھا پھر عمر نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے وہ ڈول لے لیا اور وہ اس کے ہاتھ میں بڑا ڈول بن گیا۔ میں نے لوگوں میں کوئی ایسا طاقتور آدمی نہیں دیکھا جو عمر کی طرح کام کرتا ہو یہاں تک کہ لوگ بیٹھنے کی جگہ بنانے لگے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے ابھی ڈول نہیں نکالا تھا کہ لوگ چلے گئے اور حوض سے پانی جوش مار رہا تھا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ میرے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے مجھے آرام پہنچانے کیلئے مجھ سے ڈول لیا۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے دیکھا کہ لوگ جمع ہیں اور ابوبکر نے کھڑے ہو کر ایک یا دو ڈول نکالے ہیں مگر ان کے نکالنے میں ضعف ہے۔

نووی نے تہذیب میں لکھا ہے کہ علماء نے کہا ہے کہ اس میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہونے والی بکثرت فتوحات اور اسلام کے غلبے کی طرف

گیارہویں حدیث:

احمد نے سفینہ سے اور اصحاب السنن نے بھی ایسے ہی روایت کی ہے اور ابن حبان وغیرہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ:

الخلافة ثلاثون علماثم یکون بعد ذلك الملك — خلافت تیں سال رہے گی پھر اس کے بعد ملوکیت ہو جائے گی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ خلافت میرے بعد تیں سال تک رہے گی پھر ظالم ملوکیت میں بدل جائے گی یعنی رعیت پر ظلم و زیادتی ہوگی۔

علماء نے کہا ہے کہ آپ کے بعد خلفائے اربعہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک تیں سال ہو گئے تھے جس سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ دین کے معاملہ میں خلافت حقہ اس مدت تک رہے گی۔ اس سے یہ واضح دلیل معلوم ہوتی ہے کہ خلفائے اربعہ کی خلافت برحق تھی۔

سعید بن جمہان سے کہا گیا کہ بنو امیہ کا خیال ہے کہ خلافت ان میں ہے۔ فرمایا زرقاء کے بیٹوں نے جھوٹ بولا۔ وہ تو بدترین بادشاہ ہیں۔ اگر آپ کہیں کہ یہ حدیث بارہ خلیفوں والی حدیث کے خلاف ہے تو میں کہوں گا ان میں کوئی منافات نہیں کیونکہ اس جگہ ال کمال کے لئے آیا ہے یعنی تیں سال تک خلافت کاملہ ہوگی جو خلفائے اربعہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں منحصر ہوگی کیونکہ آپ کا زمانہ تیں سال مکمل کرنے والا ہے۔ پھر اس کے بعد مطلق خلافت ہو گی جس میں کمال اور غیر کمال سب کچھ ہوگا جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ ان میں یزید بن معاویہ بھی شامل ہے اور دوسرے قول کے مطابق اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ جن حالات کے حامل پہلے پانچ خلفاء تھے بعد میں آنے والے ان کمالات کے حامل نہیں ہوں گے۔

بارہویں حدیث:

دار قطنی، خطیب اور ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے آپ کو مقدم کرنے کے لئے تین بار دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کو مقدم کرنے کے سوا کسی بات کو قبول نہیں کیا۔

تیرھویں حدیث:

ابن سعد نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ ابوبکر نے حضرت نبی کریم ﷺ سے

فصل چہارم

اس بات کے بیان میں کہ کیا حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کوئی نص بیان فرمائی ہے

یادرکھنا چاہئے کہ اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے اور جو شخص ان احادیث پر غور کرے گا جو ہم قبل ازیں پیش کر چکے ہیں اسے معلوم ہو جائے گا کہ ان میں اکثر احادیث ایسی ہیں جن میں آپ نے خلافت ابوبکر کے متعلق واضح رنگ میں بیان فرمایا ہے اور یہی نقطہ نگاہ محدثین[1] کی ایک جماعت کا ہے اور یہی حق بات ہے۔

جمہور اہل سنت' معتزلہ اور خوارج کہتے ہیں کہ آپ نے کسی ایک کے متعلق بھی نص بیان نہیں فرمائی[2] اور ان کی مویدہ روایت ہے جسے بزار نے اپنی مسند میں حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ:

---

[1] ابن حزم نے نقط العروس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ میں جس اللہ کا تابع فرمان ہوں اس نے رسول کریم ﷺ کے زمانے میں ہی انہیں خلافت دے دی تھی اور اہل اسلام نے اجماع کے ذریعہ اس کا نام اللہ کے رسول کا خلیفہ رکھ کر اسے منصوص کر دیا تھا۔ آپ کے علاوہ یہ نام کسی کو نہیں دیا گیا نہ ہی اس شخص کا نام خلیفہ رکھا گیا جس کو آپ نے مدینہ میں اپنا جانشین بنایا اور نہ ہی اس کا جو حج اور غزوات میں نماروں میں آپ کا جانشین بنا۔ پھر سابقہ عورت کا قصہ بیان کیا گیا ہے جس میں حضور علیہ السلام کا قول ہے۔ پس ابوبکر رضی اللہ عنہ منصوص خلیفہ ہے اور کتانی نے تراتیب الاداریہ میں حلولو شارح جمع الجوامع کا قول بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر کوئی نص صریح موجود نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو سقیفہ کے روز لوگوں کو تردد نہ ہوتا۔

[2] شرح المقاصد میں ہے کہ متکلمین نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ نص جلی کا مذہب ہشام بن الحکم نے وضع کیا ہے اور ابن الراوندی ابوعیسیٰ وراق اور اس قسم کے دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے پھر ان کے اسلاف روافض نے اپنے مذہب کو ثابت کرنے کے شوق میں اسے روایت کیا ہے اور نص خفی کا قول حسن بصری سے بیان کیا گیا ہے اور فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی کے خطبات سے نص کے بارے میں کوئی بات نقل نہیں کی۔ اس روایت کے متعلق ہم اتنا جانتے ہیں کہ یہ کذابین سے مروی ہے اگر روایت موجود ہوتی تو ہمیں معلوم ہوتی اور مشہور ہوتی۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر و عمر و عثمان ہولاء الخلفاء بعدی

حضرت نبی کریم ﷺ نے ابوبکرؓ عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم سے فرمایا یہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔

امام بخاری کہتے ہیں کہ اس کی متابع حدیث نہیں ملی کیونکہ حضرت عمرؓ عثمانؓ اور علی رضی اللہ عنہم کا کہنا ہے کہ حضور علیہ السلام نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کیا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حدیث ھولاء الخلفا بعدی صحیح ہے اور خلیفہ مقرر کرنے اور خلیفہ نہ مقرر کرنے میں کوئی منافات نہیں۔ اس لئے کہ جہاں یہ بات کہی گئی ہے کہ خلیفہ مقرر نہیں کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ وفات کے وقت آپ نے کسی کے خلیفہ ہونے کے بارے میں معین طور پر نہیں فرمایا اور جہاں یہ بیان ہے کہ آپ نے خلیفہ مقرر کیا ہے یا اس سے پہلے اشارۃً ذکر کیا ہے تو بلاشبہ قرب وفات سے قبل نص کا احتمال موجود ہے۔ اگرچہ موت کے وقت اس کے خلاف احتمال بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جمہور نے جن میں حضرت علیؓ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم شامل ہیں انہوں نے استخلاف کی نفی کی ہے اور متاخرین اصولیوں میں سے بعض محققین کا قول بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے کسی کو منصوص نہیں کیا اور نہ کسی کی خلافت کے بارے میں حکم دیا ہے۔ ہاں بخاری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے اخذ کیا جاتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت منصوص ہے۔ ہجرت حبشہ کے بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے جس میں آیا ہے کہ آپ نے کہا کہ میں رسول کریم ﷺ کی صحبت میں رہا ہوں اور آپ کی بیعت کی ہے اور قسم بخدا میں نے آپ کی وفات تک نہ آپ کی نافرمانی کی ہے اور نہ آپ سے دھوکہ کیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا اور خدا کی قسم میں نے ان کی بھی نافرمانی نہیں کی اور نہ ان سے دھوکہ کیا ہے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو خدا کی قسم میں نے ان کی بھی نافرمانی نہیں کی اور نہ ان سے دھوکہ کیا ہے۔

آپ حضرت عثمان کے اس قول پر غور فرمائیں کہ:

ثم استخلف اللہ ابابکر یعنی پھر اللہ تعالیٰ نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ بنایا۔

اور عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا ہے کہ:

ثم استخلف عمر یعنی پھر عمر (رضی اللہ عنہ) خلیفہ بنے۔

اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ قول اس بات کی دلالت کرتا ہے جس کا میں نے ذکر کیا

جیسی خبروں سے اپنے ورق ہی سیاہ کئے ہیں جن میں لکھا ہے کہ تو میرے بعد خلیفہ ہے اور یہ خبر کہ حضرت علی کو امیر المومنین کہہ کر سلام کہو اور اس قسم کی دوسری روایات جو آگے آئیں گی ان احادیث کا مشہور ہونا تو در کنار ان کی منقولات کا کوئی وجود ہی نہیں پایا جاتا اور جو کچھ انہوں نے نقل کیا ہے وہ احاد مطعون کے درجہ کو بھی نہیں پہنچتا کیونکہ اس کا علم ان ائمہ حدیث کو بھی نہیں پہنچا جنہوں نے حدیث کی چھان پھٹک میں عمریں گزار دی ہیں جبکہ انہیں بے شمار ایسی حدیثیں مل گئی ہیں جنہیں انہوں نے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ بات عادۃً کیسے جائز ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ ان احاد کی صحت کے علم میں منفرد ہوں حالانکہ نہ انہوں نے کبھی کوئی روایت کی ہے اور نہ کسی محدث کے صحبت یافتہ ہیں اور ان احاد سے وہ ماہرین حدیث بھی ناواقف ہیں جنہوں نے اپنی عمریں دور دراز کے سفروں میں کھپا دی ہیں اور اپنی تمام کوششیں تلاش حدیث میں لگا دی ہیں اور جس شخص کے بارے میں انہیں معلوم ہوا کہ اس کے پاس حدیث کا کوئی ٹکڑا ہے اس کے پاس پہنچنے کے لئے بھی انہوں نے سعی کی ہے۔

پس عادت قطعیہ فیصلہ دیتی ہے کہ انہوں نے حضرت علی کے بارے میں جو نصوص بنائی ہوئی ہیں وہ ان میں جھوٹے اور جعلساز ہیں اور یہ کہ ان کے پاس صحیح احاد موجود ہیں یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ نہ ان سے کوئی روایت آئی ہے اور نہ وہ کسی محدث کی صحبت میں رہے ہیں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ ہاں احاد میں یہ خبر موجود ہے کہ:

انت منی بمنزلة هارون من موسیٰ — یعنی آپ مجھ سے اس مقام پر ہیں جس پر ہارون موسیٰ سے تھے۔

اور یہ خبر بھی آئی ہے کہ:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ — کہ جس کا میں محبوب ہوں علی بھی اسے محبوب ہے۔

عنقریب ان دونوں کا مفصل جواب آئے گا۔ ان میں سے کوئی ایک حدیث بھی بطور نص یا اشارہ حضرت علی کی خلافت پر دلالت نہیں کرتی۔ اگر کرتی ہوتی تو تمام صحابہ کا خطا کار ہونا لازم آتا کیونکہ ان کا اجماع ضلالت پر نہیں ہو سکتا۔ پس ان جاہل مبتدعین کے خلاف ان کا اجماع اس بات پر قطعی دلیل ہے کہ ان دونوں حدیثوں سے جو وہم انہیں پیدا ہوا ہے وہ ان سے مراد نہیں اور اگر فرض کے طور پر اس احتمال کو تسلیم کر لیا جائے جس کا اظہار ان لوگوں نے کیا ہے تو یہ دونوں حدیثیں اس مفہوم کی متحمل نہیں جیسے کہ آئندہ ذکر ہوگا۔ پس واضح ہو گیا کہ جن

بیان سے ثابت ہو گیا کہ نہ صرف حضرت علی کی امامت پر کوئی نص موجود نہیں بلکہ اشارہ تک بھی نہیں پایا جاتا مگر حضرت ابو بکر کی خلافت کے بارے میں آپ سطور بالا میں واضح نصوص دیکھ چکے ہیں اگر یہ فرض کیا جائے کہ آپ کی خلافت پر بھی کوئی نص موجود نہیں تو صحابہ کا اجماع نص سے بے نیاز کر دیتا ہے کیونکہ وہ نص سے قوی تر ہے اور اس کا مدلول قطعی ہے اور خبر واحد کا مدلول ظنی ہوتا ہے اور حضرت علی' عباس' زبیر اور مقداد رضی اللہ عنہم نے بیعت کے وقت جو تخلف اختیار کیا اس کا مکمل جواب گزر چکا ہے اور مزید یہ کہ حضرت ابو بکر نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور وہ آئے تو آپ نے صحابہ سے فرمایا یہ علی ہیں ان کی گردن میں میری بیعت کا قلادہ نہیں ہے اور یہ اپنے معاملے میں خود مختار ہیں اور تم لوگ بھی اپنی بیعت کے بارے میں مختار ہو۔ اگر تمہیں میرے سوا کوئی آدمی نظر آئے تو میں سب سے پہلے اس کی بیعت کروں گا۔ اس پر حضرت علی نے کہا کہ ہم بیعت کے لئے آپ کے سوا کسی کو اہل نہیں سمجھتے پھر آپ نے اور دوسرے لوگوں نے جو بیعت سے پیچھے رہ گئے تھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔

ایک چھپر تیار کیا تا کہ کوئی مشرک آپ ﷺ پر حملہ آور نہ ہو۔ خدا کی قسم ہم میں سے تو کوئی قریب بھی نہ گیا مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ تلوار سونتے ہوئے حضور علیہ السلام کے سر پر کھڑے رہے جو کوئی آپ پر حملہ کیلئے آتا آپ اس پر حملہ آور ہو جاتے۔ پس آپ سب لوگوں سے بہادر تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ قریش نے حضور علیہ السلام کو پکڑا ہوا ہے۔ کوئی آپ کو کھینچ رہا ہے اور کوئی دھکے دے رہا ہے اور آپ علیہ السلام سے کہہ رہے ہیں کہ آپ ﷺ ہی نے سب خداؤں کو ایک خدا بنا دیا ہے۔ قسم بخدا ہم میں سے تو کوئی قریب بھی نہ پھٹکا مگر ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک کو مارتے ہیں دوسرے کو کھینچ رہے ہیں کسی کو دھکے دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں تمہارا برا ہو۔ تم ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر والی چادر اٹھائی اور اس قدر روئے کہ آپ کی داڑھی تر ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ آل فرعون کا مومن اچھا ہے یا ابو بکر رضی اللہ عنہ؟ تو لوگوں نے اس پر خاموشی اختیار کی۔ آپ نے فرمایا لوگو! تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے۔ خدا کی قسم ابو بکر رضی اللہ عنہ کو زندگی کی ایک گھڑی آل فرعون کے اس مومن سے بہتر ہے کیونکہ وہ اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور یہ اپنے ایمان کا اعلان کرتا ہے۔

بخاری نے عروہ بن زبیر سے بیان کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے دریافت کیا کہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ مشرکوں میں سے سب سے زیادہ سختی سے کون پیش آتا تھا؟ انہوں نے جواب دیا میں نے دیکھا ہے کہ عقبہ بن ابی معیط آیا اور حضور علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے تو اس نے اپنی چادر آپ ﷺ کے گلے میں ڈال کر سختی سے آپ علیہ السلام کا گلا گھونٹا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آکر اسے ہٹایا اور کہا کیا تم اس آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا ربّ اللہ ہے اور وہ اپنے ربّ سے تمہارے پاس دلائل لے کر آیا ہے۔

ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو آپ نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی دعوت دی۔

ابن عساکر نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ بدر کے روز فرشتوں نے ایک دوسرے سے مل کر کہا کیا تم نہیں دیکھتے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ چھپر میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔

احمد، ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ بدر کے روز حضور علیہ

آپ کو مقدم کرنا ضروری سمجھا کیونکہ یہ دو وصف امامت کے لئے بڑے اہم ہیں خصوصاً اس وقت جبکہ مرتدین اور دوسرے لوگوں سے جنگ کرنے کی ضرورت تھی اور ان دو وصفوں میں سے آپ کے متصف ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جب عروہ بن مسعود ثقفی نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ یہ لوگ آپ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے تو آپ (سیدنا ابوبکر) نے کہا جا کر لات کی شرمگاہ چوس۔ کیا ہم آپ سے بھاگ جائیں گے یا آپ کو چھوڑ دیں گے یعنی آپ نے اس امر کو مستبعد قرار دیا۔ علماء نے کہا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عروہ کو برا کہنے میں مبالغہ سے کام لیا ہے کیونکہ آپ نے لات بت کو معبود قرار دے کر عروہ کو اس کی امت قرار دیا ہے اور اس نے آپ کی نسبت جو فرار ہونے کی بات کہی تو آپ نے اس کے مقابل ایسی بات کہی جو اسے غضب ناک کر دے۔ ختنہ کے بعد عورت کی فرج کے ساتھ جو حصہ باقی رہ جاتا ہے اسے بظر کہتے ہیں۔ عرب اس لفظ کو بطور ذم استعمال کرتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے کہ آپ نے کن برے الفاظ کے ساتھ جن سے زیادہ برے الفاظ عربوں کے نزدیک کوئی نہیں اس قوی اور زبردست کافر کے ساتھ گفتگو کی ہے اور اس کی قوت وشوکت سے بالکل خائف نہیں ہوئے حالانکہ کفار نے اس سال آنحضرت ﷺ کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا اور اس بات پر صلح ہوئی تھی کہ آپ آئندہ سال آئیں لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سوا صحابہ میں سے کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ عروہ کو اس وقت کوئی بات کہے۔ جب اس نے کہا کہ یہ سب لوگ آپ سے فرار اختیار کر جائیں گے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا۔ پس پتہ چلا کہ آپ تمام صحابہ سے دلیر تھے۔ جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ نیز آپ کا مانعین زکوٰۃ سے تنہا جنگ کرنا اور اس پر ڈٹ جانا بھی آپ کی عظیم شجاعت کی بات ہے جیسا کہ فصل ثالث میں مضبوط طور پر اور مختصر طور پر ابھی بیان ہوا ہے۔ اسی طرح آپ کا لعین مسیلمہ اور اس کی قوم بنو حنیفہ سے جنگ کرنا بھی آپ کی شجاعت کی دلیل ہے حالانکہ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ بڑے جنگجو اور سخت آدمی ہیں۔ مفسرین کی ایک جماعت نے جن میں زہری اور کلبی بھی شامل ہیں لکھا ہے کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اسی طرح آپ کا بڑے دہشت ناک مصائب کے سامنے جو بڑے بڑے داناؤں کا پتہ پانی کر دیتے ہیں سینہ سپر ہو جانا بھی آپ کی ثابت قدمی کا ثبوت ہے مثلاً جب آنحضرت ﷺ

علی، طلحہ، زبیر اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ ہر آدمی نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا معاذ تمہاری کیا رائے ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا میری رائے وہی ہے جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ خطا کرے۔

طبرانی نے ثقہ آدمیوں کی سند سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خطا کو پسند نہیں کرتا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ تمام صحابہ سے صائب الرائے اور عقلمند تھے بلکہ بلاشبہ وہ سب سے زیادہ عالم بھی تھے۔ پس ان دلائل سے آپ کی شجاعت، ثبات، علم و عقل اور رائے کا کمال ثابت ہو گیا۔ اس کے علاوہ علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ آپ اسلام قبول کرنے کے وقت سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہے ہیں سوائے اس کے کہ حضور علیہ السلام نے حج یا کسی غزوہ کے موقع پر آپ کو باہر جانے کی اجازت دی ہو۔ آپ تمام جنگوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور اپنی اولاد و عیال کو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی خاطر چھوڑ دیا۔ متعدد مواقع پر آپ کی نصرت کی اور جنگوں میں نہایت شاندار کارنامے سرانجام دیئے اور بدر و حنین میں جب لوگ فرار ہو گئے تو آپ ثابت قدم رہے۔ پس ان سب باتوں کی موجودگی میں آپ کی طرف یہ بات کیسے منسوب کی جا سکتی ہے کہ آپ بہادر نہ تھے یا ثابت قدم نہ تھے بلکہ بہادری اور ثابت قدمی میں آپ انتہائی مقام پر تھے اور آپ نے ایسے قابل تعریف کارنامے سرانجام دیئے جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔ پس اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو گیا اور اس نے آپ کو عزت سے سرفراز فرمایا۔

دوسرا شبہ:

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مکہ میں لوگوں سے اعلان برأت کے لئے مقرر فرمایا تو پھر آپ کو معزول کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اس کی اہلیت نہ رکھتے تھے۔

جواب:

اس خیال کے بطلان میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو اعلان برأت میں آپ کی پیروی کی ہے کیونکہ عربوں میں عہد کرنے اور اسے چھوڑنے کے بارے میں یہ رواج ہے کہ وہ ایک آدمی یا اپنے چچا کے بیٹوں میں سے کسی کو مقرر کرتے ہیں۔ اس لئے آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حج کی امارت سے معزول نہیں کیا بلکہ امارت پر قائم رکھا اور حضرت علی

اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں نماز پڑھا رہے تھے کہ اچانک رسول کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ اٹھا کر لوگوں کو صفیں باندھے دیکھا تو مسکرا کر تبسم فرمایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس خیال سے پچھلی صف میں شامل ہونے گئے کہ حضور ﷺ نماز میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ آپ نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو۔ پھر آپ حجرہ میں داخل ہو گئے اور پردہ گرا دیا اور اسی روز چاشت کے وقت آپ کی وفات ہو گئی۔ پس ان لوگوں کے افترا اور حمق پر ذرا غور کیجئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیابت میں نماز پڑھانا ایک متفق علیہ مسئلہ ہے اور اس اتفاق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور جو شخص آپ کے معزول کیے جانے کا مدعی ہے اس کے پاس سوائے جھوٹ اور بہتان کے اور کچھ نہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی امت میں سے ماسوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کسی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور ایک سفر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے پیچھے بھی ایک رکعت نماز پڑھی ہے مگر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھی کوئی نماز پڑھی ہے اور یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور خصوصیت ہے۔

چوتھا شبہ:

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو جس نے کہا تھا کہ میں مسلم ہوں جلا دیا اور چور کا بایاں ہاتھ کاٹا اور دادی کی میراث میں توقف اختیار کیا یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے دادی کے لئے چھٹا حصہ مقرر کیا۔ یہ سب باتیں ان کی خلافت کو داغدار کرتی ہیں۔

جواب:

ان سب باتوں سے آپ کی خلافت پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ صاحب اجتہاد تھے بلکہ اکابر مجتہدین میں سے تھے اور علی الاعلان تمام صحابہ سے زیادہ عالم تھے۔ جیسا کہ اس پر واضح دلائل موجود ہیں۔ بخاری وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اس صلح کے متعلق رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ ہم دین کے بارے میں یہ ذلت کیوں قبول کر رہے ہیں تو آپ نے انہیں جواب دیا پھر حضرت عمر نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر انہیں حضور علیہ السلام کا جواب بتائے بغیر یہی سوال کیا تو آپ نے بھی ہو بہو وہی جواب دیا جو حضور علیہ السلام نے دیا تھا۔

ابوالقاسم بغوی اور ابوبکر شافعی نے فوائد میں اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

بات ہی درست ہے تو انہوں نے آپ کی طرف رجوع کرلیا۔

یہ جو حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بارے میں آیا ہے کہ:

انا مدینه العلم وعلی بابها — کہ میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کا دروازہ ہیں۔

اس کی بناء پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ صاحب علم تھے۔ عنقریب اس حدیث کے بارے میں بیان ہوگا کہ یہ حدیث مطعون ہے اور صحیح یا حسن تسلیم کرنے کے باوجود بھی یہ کہنا پڑے گا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کا محراب تھے اور یہ روایت کہ جس نے علم حاصل کرنا ہو وہ دروازے کے پاس آئے اس کا بھی یہ مقتضی نہیں کہ وہ زیادہ علم رکھتے تھے۔ بعض دفعہ غیر اعلم کے پاس اس لئے بھی جانا پڑتا ہے کہ وہ وضاحت سے بات سمجھادے یا اسے لوگوں سے ملنے کے لئے فراغت حاصل ہوتی ہے مگر اعلم کے پاس ان باتوں کے لئے زیادہ فرصت نہیں ہوتی اس کے علاوہ یہ حدیث فردوس کی بیان کردہ اس حدیث کے خلاف ہے کہ جس میں ہے کہ:

انا مدینة العلم وابوبکر اساسها وعمر حیطانها وعثمان سقفها وعلی بابها — میں شہر علم ہوں' ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی بنیاد ہیں' عمر اس کی دیواریں' عثمان چھت اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

اس میں بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں صراحت موجود ہے کہ آپ سب سے اعلم تھے۔ دروازے کے پاس جانے کے حکم کا مطلب وہی ہے جو ہم بیان کرآئے ہیں۔ اس سے زیادتی شرف ثابت نہیں ہوتی اور یہ تو سب کو لازمی طور پر معلوم ہے کہ بنیاد' دیواریں اور چھت' دروازے سے زیادہ اہمت رکھتی ہیں اور اس کا یہ جواب بھی دیا گیا ہے کہ علی کا لفظ علو سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا دروازہ اونچا ہے یعنی علی پر رفع اور تنوین ہے جیسے ھـــذا صراط مستقیم میں ہے۔ یعقوب نے اس کو اسی طرح پڑھا ہے۔

ابن سعد نے محمد بن سیرین سے بیان کیا ہے کہ جو بالاتفاق تعبیر الرؤیا میں سب سے مقدم ہیں انہوں نے کہا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ تعبیر الرؤیا کا علم رکھتے تھے۔ دیلمی اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ خواب کی تعبیر سمجھنے میں سب سے بہتر ہیں۔ آپ حضور

دایاں ہاتھ قطع کیا ہے تو یہ ضروری نہیں کہ ایسا ہی کیا جائے بلکہ امام کو اس بارے میں اختیار حاصل ہے۔ اگر اس مسئلہ پر اجماع فرض کیا جائے تو یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اجماع آپ کے بعد اس بناء پر ہوا ہو کہ اس جیسے معاملات میں اجماع ہو چکا ہے مگر اس میں اختلاف ہے۔ جیسا کہ کتب اصول میں آیا ہے اور ایک قرأت میں ایمانهما کے الفاظ آتے ہیں۔ ممکن ہے آپ کو اس قرأت کا علم نہ ہو۔ بہر حال کسی بھی وجہ سے آپ کو مورد الزام قرار نہیں دیا جا سکتا۔ میرے نزدیک پہلا احتمال برحق ہے۔ مالک رضی اللہ عنہ نے قاسم بن محمد سے بیان کیا ہے کہ ایک یمنی آدمی جس کا ایک ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ یمن کے گورنر نے اس پر ظلم کیا ہے۔ وہ رات کو نماز پڑھ رہا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے میرے باپ کی قسم تیری رات کسی چور کی رات نہیں۔ پھر انہوں نے حضرت اسماء بنت عمیس جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں کے زیورات کو تلاش کیا اور وہ آدمی بھی ان کے ساتھ ہی چل پھر رہا تھا اور کہہ رہا تھا اے اللہ! جس نے اس نیک گھرانے پر ڈاکہ ڈالا ہے تو ہی اس سے نپٹ۔ پھر وہ زیورات ایک سنار کے پاس سے ملے۔ سنار کے خیال میں یہ زیورات وہ ہاتھ پاؤں کٹا آدمی ہی اس کے پاس لایا تھا۔ جب اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے اعتراف جرم کر لیا یا اس پر گواہی مل گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس کا بایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم میرے نزدیک اس کا اپنے خلاف بددعا کرنا اس کے چوری کرنے سے بھی زیادہ سخت بات ہے۔ پس حقیقت حال واضح ہو گئی اور معاندین کا شبہ باطل ہو گیا۔ اب رہا دادی کی میراث کے بارے میں باوجود علم کے آپ کا توقف کرنا تو سیاق حدیث میں معترضین کا بلیغ رد موجود ہے۔

اصحاب سنن اربعہ اور مالک نے قبیصہ سے بیان کیا ہے کہ دادی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی میراث کے بارے میں دریافت کرنے کے لئے آئی تو آپ نے فرمایا کتاب اللہ اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تیرے متعلق مجھے کچھ معلوم نہیں ہوا۔ آپ واپس چلی جائیں۔ میں لوگوں سے اس کے متعلق دریافت کروں گا۔ آپ نے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے کہا میری موجودگی میں حضور علیہ السلام نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا کوئی اور آدمی بھی آپ کے ساتھ تھا تو محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہو کر حضرت مغیرہ والی بات کہی تو آپ نے اس کے متعلق یہی فیصلہ کر دیا۔ آپ سیاق کلام پر غور کریں تو وہ

کرنے پر کوسا کیونکہ انہوں نے مالک بن نویرہ کو جو مسلمان تھے قتل کر دیا تھا اور اسی رات ان کی بیوی سے شادی کر لی اور اس کے پاس آئے۔ اس سے نہ آپ کی مذمت ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی نقص آپ کے ذمہ لگایا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ انکار تو بعض مجتہدین کے اس انکار کی طرح ہے جو وہ اجتہادی امور میں ایک دوسرے سے کرتے ہیں اور یہ سلف کی شان ہے کہ وہ اس میں کوئی نقص نہیں پاتے بلکہ وہ اسے انتہائی کمال خیال کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حق حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے عدم قتل ہی میں ہے کیونکہ مالک بن نویرہ کو جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو وہ مرتد ہو گیا اور مرتدین کی طرح اس نے اپنی قوم کے صدقات بھی انہیں واپس کر دیئے اور اس بات کا اعتراف خود مالک کے بھائی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے کیا ہے۔ یہ اعتراض کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مالک کی بیوی سے نکاح کر لیا تھا شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس کی موت کے بعد وضع حمل کی وجہ سے اس کی عدت ختم ہو گئی ہو اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ عدت کے ختم ہونے کے بعد وہ آپ کے پاس جاہلیت کے رواج کے مطابق محبوس ہو۔ بہر حال خالد رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی رذالت کا گمان کرنا جو ایک ادنیٰ مومن سے بھی سرزد نہیں ہو سکتی۔ درست نہیں وہ نہایت متقی انسان تھے۔ اگر وہ ایسے تھے تو وہ خدا کے دشمنوں پر اس کی کھینچی ہوئی تلوار کیسے ہو سکتے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہی درست ہے نہ کہ وہ اعتراض جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ پر کیا اور اس بات کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ نہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے معترض ہوئے نہ ان پر ناراض ہوئے اور نہ اس معاملہ میں کبھی آپ پر نکتہ چینی کی۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہی حق تھا۔ اس لئے آپ نے اپنے اعتراض سے رجوع کر لیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ خلیفہ ہونے پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو نہ چھوڑتے کیونکہ آپ متقی انسان تھے اور دین میں مداخلت نہیں کر سکتے تھے۔

چھٹا شبہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہو گئی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے بچا لیا۔ اب جو دوبارہ ایسا کرے اسے قتل کر دو[2]۔ اس سے آپ کی خلافت

---

[2] سعد کہتے ہیں کہ اچانک بیعت ہونے اور اس کے شر سے بچانے کا مفہوم یہ ہے کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اختلاف کے شر سے بچا لیا۔ اب جو دوبارہ ایسی مخالفت کرے جس سے وحدت پارہ پارہ ہو اسے قتل کر دو۔

کے نزدیک وہ آیات کی عمومیت کو مخصوص کرنے کی قطعی دلیل بن گئی ہے۔
دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ اہل بیت میں آپ کی ازواج بھی شامل ہیں جس کا بیان فضائل اہل بیت میں آئے گا اور وہ بالاتفاق معصوم نہیں یہی صورت بقیہ اہل بیت کی ہے۔ رہا حضور علیہ السلام کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنا ٹکڑا قرار دینا تو یہ قطعی طور پر مجاز ہے جس سے معصومیت لازم نہیں آتی اور نہ ہی کسی جگہ مساوات ہونے سے یہ لازم آتا ہے کہ تمام احکام میں مساوات ہے بلکہ آپ کے اس فرمان سے کہ وہ میرا ٹکڑا ہیں یہ مراد ہے کہ آپ نے یہ فقرہ خیرو شفقت کے لئے فرمایا ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا یہ دعویٰ کرنا کہ حضور علیہ السلام نے باغ فدک مجھے دیا تھا اس پر سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اُمِ ایمن کے آپ کوئی گواہ نہیں پیش کرسکیں۔ اس لحاظ سے گواہی کا نصاب پورا نہیں ہوا۔ نیز اپنی بیوی کے حق میں خاوند کی شہادت کی قبولیت کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور ایک گواہ اور قسم سے اس کا حکم کالعدم ہو جاتا ہے یا تو کسی علت کی وجہ سے اکثر علماء اسے قبولیت کے قابل نہیں کہتے یا اس لئے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس سے حلف طلب نہیں کیا جس نے آپ کے لئے شہادت دی۔

اور یہ خیال کہ حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہما اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے آپ کے حق میں شہادت دی تھی۔ ایک جھوٹی بات ہے کیونکہ فرع اور صغیر کی شہادت قبولیت کے قابل نہیں ہوتی۔ عنقریب امام زید بن حسن بن علی بن حسین سے یہ روایت آئے گی کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فعل کو درست اور صحیح قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو وہی فیصلہ کرتا جو آپ نے کیا ہے اور ایک روایت میں ہے جو دوسرے باب میں آئے گی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہایت رحمدل آدمی تھے اور اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ حضور علیہ السلام نے جو ترکہ چھوڑا ہے اس میں کچھ تبدیلی کریں۔ آپ نے مجھے باغ فدک دے دیا اور کہا کیا آپ کے پاس کوئی شہادت ہے تو آپ کے حق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ام ایمن رضی اللہ عنہا نے شہادت دی تو آپ نے انہیں فرمایا کہ ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت سے آپ فدک کی مستحق نہیں بنتی ہیں۔ پھر حضرت زید کہتے ہیں خدا کی قسم اگر میرے پاس یہ معاملہ آتا تو میں وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔
آپ کے بھائی حضرت امام باقر سے کہا گیا کہ شیخین نے آپ کے حقوق کے متعلق کچھ ظلم سے کام لیا ہے تو آپ نے جواب دیا نہیں۔

تعالیٰ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ کو بھی اس بات کا علم ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ بات فرمائی ہے؟ دونوں نے جواب دیا ہاں ہمیں اس بات کا علم ہے تو آپ نے فرمایا میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اس مال فے میں سے کچھ چیزیں لینے کے لئے مخصوص فرمایا تھا اور آپ کے سوا اس نے کسی اور کو کچھ نہیں دیا۔ اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی **وما افاء اللہ علی رسولہ منھم فیما اوجفتمر علیہ من خیل ولا رکاب الی قولہ قدیر** یہ فے خالصۃً رسول کریم ﷺ کے لئے تھی۔ پھر قسم بخدا نہ آپ نے اس کے لئے کسی کو پسند کیا ہے اور نہ تم پر کسی کو ترجیح دی ہے بلکہ آپ نے اس فے سے آپ کو دیا ہے اور تم میں اسے تقسیم کیا ہے اور یہ مال اس سے باقی بچ رہا ہے۔ حضور علیہ السلام اس مال سے اپنے اہل کے لئے ایک سال کا خرچ نکال لیا کرتے تھے اور جو باقی بچ رہتا تھا اسے اللہ تعالیٰ کا مال قرار دیا کرتے تھے۔ حضور علیہ السلام نے زندگی بھر ایسے ہی کیا۔ پھر حضور علیہ السلام کا وصال ہو گیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کا ولی ہوں پھر آپ نے اس مال کو قبضے میں لے کر وہی کیا جو حضور علیہ السلام کیا کرتے تھے اور آپ لوگ بھی اس وقت وہیں موجود ہوتے تھے۔ آپ نے حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا آپ دونوں کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر اس طرح کرتے تھے جیسے تم کہہ رہے ہو۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ راست باز' نیک' صاحب رشد اور حق کے پیروکار تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو وفات دے دی تو میں نے کہا کہ میں رسول کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ولی ہوں۔ میں نے اپنی امارت کے دو سالوں میں اس مال کو قبضہ میں لے کر حضرت رسول کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے طریق کے مطابق خرچ کیا اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس بارے میں راست باز' جائز کام کرنے والا' صاحب رشد اور حق کا پیروکار ہوں۔ پھر تم دونوں میرے پاس آئے اور تمہاری بات ایک ہی ہے اور معاملہ بھی اکٹھا ہی ہے تو میں نے آپ سے کہا کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہم جو ترکہ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا پھر مجھے خیال آیا کہ میں یہ مال آپ کو دے دوں تو میں نے آپ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں یہ مال آپ کو دے دیتا ہوں مگر آپ دونوں کو اللہ تعالیٰ کو حاضر جان کر یہ عہد کرنا ہوگا کہ آپ اسے اسی طرح خرچ کریں گے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ' حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور جب سے میں خلیفہ بنا ہوں اسے خرچ کرتے ہیں۔ بصورت دیگر مجھ سے گفتگو کرنے کی ضرورت نہیں تو آپ

اس مال کے صدقہ ہونے کے بارے میں تھا اور دونوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ مال اس کے سپرد کر دیا جائے۔ حضرت عمر ؓ نے ان کے درمیان صلح کرا دی اور ان دونوں اور حاضرین سابقین کے سامنے پوری وضاحت کر کے وہ مال ان دونوں کو دے دیا۔ یہ لوگ اکابر عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے اور ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ حضرت علی اور حضرت عباس ؓ نے آپ کو بتایا کہ ہمیں حضور علیہ السلام کے اس فرمان کا علم ہے۔ اس وقت حضرت عمر نے ثابت کیا کہ یہ مال وراثت نہیں۔ اس کے بعد آپ نے وہ مال ان دونوں کو دے دیا تا کہ وہ اس میں حضرت رسول کریم ﷺ اور حضرت ابوبکر ؓ کی سنت کے مطابق تصرف کریں۔ انہوں نے یہ وعدہ کر کے کہ وہ اس کے مطابق عمل کریں گے یہ مال لے لیا اور آپ نے ان کے سامنے یہ بات وضاحت سے بیان کی کہ حضرت ابوبکر ؓ نے اس مال کے بارے میں جو کچھ کیا اس میں وہ راست باز، نیک، صاحب رشد اور حق کے پیروکار تھے اور ان دونوں حضرات نے آپ کی تصدیق کی۔

کیا کسی معاند کے لئے اب بھی کوئی شبہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر اب بھی کوئی شبہ کرے تو ہم اسے کہیں گے کہ تیرے بیان سے یہ لازم آتا ہے کہ حضرت علی سب پر غالب آگئے تھے اور ان کا حضرت عباس سے اس مال کو لے لینا ظلم ہے کیونکہ تمہارے بیان سے تو یہ لازم آتا ہے کہ یہ مال وراثت ہے اور حضرت عباس کا اس میں حصہ ہے۔ پس حضرت علی ؓ کیسے سب پر غالب آسکتے ہیں اور حضرت عباس سے اس مال کو کیونکر لے سکتے ہیں۔ پھر یہ مال حضرت علی ؓ کے بعد آپ کے بیٹوں اور پوتوں کو ملا مگر حضرت عباس ؓ کے بیٹوں کو اس مال سے کچھ بھی نہ ملا۔ کیا یہ حضرت علی ؓ اور آپ کے بیٹوں کا واضح اعتراف نہیں کہ یہ مال وراثت نہیں بلکہ صدقہ کا مال ہے۔ اگر اس بات کو تسلیم نہ کیا جائے تو حضرت علی اور آپ کے بیٹوں پر نافرمانی، ظلم اور فسق کا الزام لگے گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بچائے بلکہ روافض اور ان کے ہمنواؤں کے نزدیک تو وہ معصوم ہیں۔ ان کے متعلق تو گناہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا لیکن جب وہ حضرت عباس اور ان کے بیٹوں پر ظلم کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ اس کے صدقہ ہونے کے قائل ہیں اور اسے وراثت نہیں کہتے۔ پس ہمارا مدعا ثابت ہو گیا اور اس بات پر بھی غور کیجئے کہ حضرت ابوبکر ؓ نے حضور علیہ السلام کی بیویوں کو بھی خرچ لینے سے روک دیا تھا۔ صرف

وراثت مراد نہیں بلکہ نبوت اور بادشاہت وغیرہ مراد ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو انیس بھائیوں میں سے وراثت کیلئے مخصوص کیا گیا ہے اگر اس جگہ مالی وراثت مراد ہوتی تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو کبھی مخصوص نہ کیا جاتا اور **علمنا منطق ایطو واوتینا من کل شیء** کا سیاق بھی ہمارے مذکورہ بیان کے حق میں فیصلہ دیتا ہے اور وراثت علمی کا ذکر کئی آیات میں آیا ہے جن میں ایک یہ ہے کہ **ثم اورثنا الکتاب فخلف من بعد ھم خلف ورثوا الکتاب** پھر فرمایا **فھب لی من لدنك ولیاً یرثنی** آس آیت میں بھی وراثت علمی ہی مراد ہے اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ **وانی خفت الموالی من ورائی** یعنی مجھے خوف ہے کہ میرے تعلقدار علم اور دین کو ضائع کر دیں گے اور دوسری دلیل **من آل یعقوب** کے الفاظ ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے خدا تعالیٰ کے نبی تھے۔ پھر حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق کسی نے بیان نہیں کیا کہ ان کے پاس مال تھا۔جس کی وراثت کے لئے وہ بیٹے کی دعا کرتے تھے اگر یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے تب بھی حضور علیہ السلام کا مقام اس بات کو تسلیم کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور جب بیٹا مانگنے سے مطلب یہ ہو کہ وہ باپ کے نام کو روشن کرے اس کے لئے دعا کرے اور امت میں کثرت کا باعث بنے تو ایسی دعا کرنا درست ہے اور جو ان اغراض کے علاوہ بیٹے کی دعا مانگے وہ خاص طور پر قابل ملامت ہو گا کیونکہ اس کا مقصد اپنے عصبہ کو وراثت سے محروم کرنا ہے۔خواہ اس کا بیٹا موجود نہ ہی ہو۔

آٹھواں شبہ:

آنحضرت ﷺ نے اجمالی طور پر حضرت علی کا خلافت کے لئے تقرر فرمایا تھا۔ہمیں معلوم ہے آپ کے بارے میں نص جلی بھی موجود تھی۔اگر چہ وہ ہم تک نہیں پہنچی لیکن حضور علیہ السلام کی زندگی کا معمول اس بات کا فیصلہ کر دیتا ہے کہ حضرت علی ہی آپ کے خلیفہ ہیں کیونکہ آپ نے مدینہ سے غیر حاضری کے موقعہ پر حضرت علی کو اپنا نائب مقرر کیا۔یہاں تک کہ آپ نے کوئی جھگڑا باقی نہ رہنے دیا۔ان کا کوئی سردار نہ تھا۔ جب آپ کی زندگی میں اس سے کوئی خلل نہیں ہوا تو آپ کی وفا کے بعد بدرجہ اولیٰ نہیں ہو سکتا۔

جواب:

اس کا مدلل جواب فصل چہارم میں مفصل طور پر گزر چکا ہے اس میں ایک بات یہ ہے کہ آپ نے اس بات کا علم ہوتے ہوئے انہیں چھوڑا کہ صحابہ خطاءِ لازم سے محفوظ ہونے کی وجہ

احمد اور بزار سے بھی یہی ثابت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عراق میں لوگوں کو جمع کیا پھر کہا میں اس شخص کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں جو غدیر خم کے موقع پر موجود تھا، پھر آگے وہی بات بیان ہوئی ہے جو اوپر گزر چکی ہے۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ آپ سے تمسک کریں اور آپ کی مدد کریں۔

نواں شبہ:

اللہ تعالیٰ کا یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تفصیلی نص ہے کہ واولوا الارحام بعضهم اولى ببعض یہ آیت خلافت کے عموم پر دال ہے اور حضرت علی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کی نسبت بلحاظ رشتہ اولیٰ ہیں۔

جواب:

آیت میں عمومیت نہیں پائی جاتی بلکہ آیت مطلق ہے پس خلافت کے بارے میں نص نہیں پائی جاتی اور مطلق اور عام کے درمیان فرق ظاہر ہے۔ جبکہ عموم اولاً بدلی ہوتا ہے اور ثانیاً شمولی۔

دسواں شبہ:

اللہ تعالیٰ کا قول انما وليكم الله ورسوله والذين امنوا حضرت علی کی خلافت پر مفصل اور مصرح نص ہے۔ وہ کہتے ہیں ولی کے معنی زیادہ حقدار اور اولیٰ بالتصرف کے ہیں۔ جیسے بچے کا ولی بچے کے معاملہ میں تصرف کا زیادہ حق دار ہوتا ہے یا اس کے معنی محب اور مددگار کے ہیں۔ لغت میں اس کے تیسرے معنی موجود ہی نہیں۔ مددگار کا مفہوم یہاں مراد نہیں لیا جا سکتا کیونکہ نص میں سب مومنین کی نصرت کے لئے عمومیت پائی جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولياء بعض پس اس کا حصر درست نہ ہوگا بلکہ آیت میں جن مومنین کا ذکر ہے یہ ان کے بارے میں ہے۔ پس متعین ہو گیا کہ آیت میں متصرف کا مفہوم مراد ہے اور متصرف امام کو کہتے ہیں اور مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ:

الذين يقيمون الصلوٰة ويوتون الزكوٰة وهم راكعون

سے مراد حضرت علی ہیں کیونکہ اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بحالت رکوع سوال کیا گیا تو آپ نے اپنی انگوٹھی سائل کو دے دی اور اس بات پر بھی ان کا

ومن یتول اللہ ورسولہ — جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرتا ہے۔

اس جگہ تولّی نصرت کے معنوں میں آیا ہے۔ پس اجزائے کلام کو آپس میں مربوط کرنے کے لئے آیت کو ان معنوں پر محمول کرنا واجب ہے[1]۔

گیارہواں شبہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر مفصل اور مصرح نص، حضور علیہ السلام کا وہ قول ہے جو آپ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم کے روز جحفہ کے مقام پر فرمایا۔ آپ نے صحابہ کو جمع کر کے تین بار فرمایا کہ میں تمہاری جانوں سے بھی تمہیں زیادہ محبوب نہیں ہوں۔ صحابہ نے اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی تصدیق کی پھر آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ بلند کر کے فرمایا:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فاحب من احب وابغض من البغضہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ وادر الحق معہ حیث دار

جس کا میں محبوب ہوں علی بھی اس کا محبوب ہے اے اللہ جو اس سے محبت رکھے اس سے محبت رکھ اور جو اس سے دشمنی کرے اس سے دشمنی کر۔ پس جو ان سے محبت کرتا ہے اس کو محبوب بنا لے اور جو اس سے بغض رکھتا ہے اس کو مبغوض بنا دے۔ جو اس کی مدد کرتا ہے اس کی مدد کر اور جو اس کو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اسے تو بھی چھوڑ دے اور جہاں یہ جائے حق اس کے ساتھ ہو۔

---

[1] اس آیت سے حضرت علی کی خلافت کا استدلال اس صورت میں درست ہو سکتا ہے کہ لفظ انما کو حصر حقیقی کے معنوں میں لیا جائے اگر ایسا ہو تو اثنا عشریہ شیعوں کا مذہب باطل قرار پاتا ہے کیونکہ حصر حقیقی حضرت علی کے سوا کسی دوسرے امام میں ان صفات کو محقق نہیں ہونے دیتا جو آپ کے بعد ہوا اور ہم اس پر بھی منع وارد کرتے ہیں کہ اس سے مراد ان لوگوں کی ولایت ہے جو حضرت عمر کے زمانے میں حضرت نبی کریم ﷺ کے دور میں موجود تھے اس لئے کہ امامت نبی کی موت کے بعد نیابت کرنے کا نام ہے لیکن آیت نے اس ولایت کے لئے کوئی زمانہ مقرر نہیں کیا۔ پس یہ حضرت علی کی امامت کے درست ہونے پر دلالت کرتی ہے اور بعد کے ائمہ ثلاثہ کی امامت پر استدلال کرنا درست نہ ہوگا اور ان کا یہ کہنا کہ مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت حضرت علی کے متعلق ہے اس پر بھی ہم منع وارد کرتے ہیں کیونکہ محقق مفسرین نے حضرت امام باقر سے روایت کی ہے کہ یہ مہاجرین اور انصار کے متعلق ہے اور حضرت عکرمہ نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابوبکر کے متعلق ہے اور نماز میں انگوٹھی صدقہ کر دینے والی روایت علماء کے اجماع سے موضوع ثابت ہو چکی ہے۔ پس یہ ساری کہانی ہی بالا جماع جھوٹی ہے۔

کرنے والی ائمہ حدیث کی ایک جماعت ہے جس کی طرف عادل ہونے کی وجہ سے رجوع کیا جاتا ہے جیسے ابوداؤد بجستانی اور ابوحاتم رازی وغیرہ۔ باوجودیکہ یہ حدیث احاد ہے اس کی صحت میں اختلاف ہے۔ پس احادیث امامت میں بالاتفاق جوانہوں نے تواتر کی شرط لگائی ہے اس کی مخالفت ان کے لئے کیسے جائز ہو گئی ہے اور وہ کیسے اس سے حجت پکڑتے ہیں یہ تو قبیح تناقض اور تحکم ہے۔

دوسری وجہ:

ہم لفظ "ولی" کے وہ معنی تسلیم نہیں کرتے جو انہوں نے بیان کئے ہیں بلکہ اس کے معنی مددگار کے ہیں کیونکہ وہ آزاد کنندہ، آزاد شدہ متصرف فی الامر مددکار اور محبوب کے معنوں میں مشترک ہے اور حقیقت میں یہ سب اس کے معنی ہیں اور مشترک المعنی لفظ کے کسی معنی کو بغیر کسی دلیل کے متعین کر دینا تحکم ہے جس کی کوئی اہمیت نہیں اور سب مفاہیم میں لفظ کی تعمیم خواہ وہ مشترک لفظی ہو جائز نہیں کیونکہ تعداد معنی کی رو سے اس کی متعدد اوضاع ہو جاتی ہیں مگر اس میں اختلاف ہے۔ جمہور اصولیوں علمائے بیان اور فقہا کے استعمالات کا مقتضی یہ ہے کہ مشترک اپنے تمام معنی پر حاوی نہیں ہوتا اگر ہم دوسرے قول یا مشترک معنوں کی بناء پر اس کی تعمیم کا کہیں کہ اس کی ایک وضع قدر مشترک کے لئے بنائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مولیٰ سے اس کا قرب معنوی ہے تو اس سے تمام گزشتہ بیان درست قرار پاتا ہے۔ پس یہاں اس کی تعمیم نہ ہوگی کیونکہ یہاں آزاد کنندہ اور آزاد شدہ تمام معنوں کا ارادہ نہیں کیا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے آقا اور حبیب ہیں۔ مولیٰ کا لفظ شرعاً اور لغتاً امام کے معنوں میں کہیں نہیں دیکھا گیا اور ائمہ عربیہ میں سے کسی نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ مفعل افعل کے معنوں میں بھی آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ ماواکم النار ھی مولاکم اس کے معنی ہیں آگ تمہارا ٹھکانہ ہے یا آگ تمہاری مدد کرنے والی ہے۔ نصرۃ کا لفظ مبالغہ ہے جو نصرت کی نفی کے لئے آیا ہے جیسے کہتے ہیں الجوع زاد من لا زاد لہ یعنی جس کا کوئی توشہ نہ ہو بھوک اس کا توشہ ہے[1]۔

---

[1] ابوزید لغوی نے مفعل بمعنی افعل کو جائز قرار دیا ہے اور اس نے تفسیر ھی مولاکم میں ابوعبیدہ کے قول سے تمسک کیا ہے اور اس کے معنی اولیٰ بکم بیان کیے ہیں مگر تمام اہل زبان کے نزدیک وہ اس معاملہ میں غلطی پر ہیں۔ وگرنہ لازم آئے گا کہ اولیٰ منک کی بجائے فلان مولیٰ منک کہا جائے جو بالاجماع باطل ہے لیکن ابوعبیدہ نے جو معنی بیان کئے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ آگ تمہارا ٹھکانہ ہے اور تمہارے مناسب حال جگہ ہے یہ نہیں کہ انہوں نے مولیٰ کو بمعنی اولیٰ کہا ہے۔

قالوا بلی نشهد بذلك قال اللهم
اشهد، ثم قال ایها الناس ان الله
مولای و انا مولی المومنین وانا
اولیٰ بهم من انفسهم فمن کنت
مولاه فهذا مولاه یفی علیها اللهم
دال من والاه وعادمن عاداه، ثم
قال ایها الناس انی فرطلکم و
انکم واره وان علی الحوض
حوض اعرض ممابین بصری الی
صنعاً فیه عدد النجوم قد حان من
فضة وانی سائلکم حین تردون
علی عن الثقلین فانظوا واکیف
تخلوفی نی فیها الثقل الاکبر
کتاب الله عزوجل سبب طرفه
بیدالله وطرفه بایدیکم
فاستمسکوا به لاتضلوا ولاتبدلوا
وعترتی اهل بیتی فانه قد نبانی
اللطیف الخبیر انهما لن ینقضیا
حتی یردا علی الحوض

والی ہے اور اللہ تعالیٰ اہل قبور کا بعث کرے گا۔
صحابہ نے عرض کیا ہم اس کی گواہی دیتے ہیں کہ
بالکل ایسے ہی ہوگا۔ آپ نے فرمایا اے اللہ تو
بھی گواہ رہو۔ پھر فرمایا اے لوگو! اللہ میرا مولا
ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں اور میں انہیں
اپنی جان سے بھی عزیز تر ہوں۔ پس جسے میں
محبوب ہوں پس علی بھی اس کے محبوب ہیں۔
اے اللہ جو اس سے محبت کرے اس سے محبت
رکھ اور جو اس سے دشمنی کرے اس سے دشمنی
کر۔ پھر فرمایا لوگو! میں تمہارا فرط ہوں اور تم
حوض پر وارد ہونے والے ہو وہ حوض میری نگاہ
میں صنعاء تک ہے جس میں متعدد ستارے اور
چاندی کے دو پیالے ہیں۔ جب تم میرے
پاس آؤ گے تو میں تم سے دو چیزوں کے بارے
میں دریافت کروں گا۔ پس دیکھنا تم ان دو
چیزوں میں میری نیابت کس طرح کرتے ہو۔
ان میں ایک بڑی چیز اللہ عزوجل کی کتاب ہے
جس کا ایک سرا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور
دوسرا سرا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اسے مضبوطی
سے تھامے رکھنا۔ تم نہ گمراہ ہوگے اور نہ تبدیل
ہوگے اور میری اولاد میرے اہل بیت ہیں۔ یہ
بات مجھے لطیف و خبیر خدا نے بتائی ہے۔ یہ
دونوں یعنی قرآن مجید اور میری اولادؑ حوض پر
وارد ہونے تک الگ نہ ہوں گے۔

اس کے بیان کا سبب یہ ہے کہ جسے حافظ شمس الدین الجزری نے ابن اسحٰق سے نقل کیا

نہ کہ وہ جو قاطع ہیں بلکہ وہ بھی نہیں جو ظاہری طور پر اجماع کرتے ہیں۔
اس احتمال کی نفی سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو مفہوم اس حدیث کا سمجھا وہی واقع کے مطابق ہے اور ان دونوں کے متعلق یہ حدیث آپ کے لئے کافی ہوگی کہ جب انہوں نے اس حدیث کو سنا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا آپ تو تمام مومنوں اور مومنات کے محبوب ہو گئے ہیں۔ جو اس حدیث کو دارقطنی نے بیان کیا ہے اسی طرح دارقطنی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر سے کہا گیا کہ آپ حضرت علی سے وہ سلوک کرتے ہیں جو اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی اور کے ساتھ نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا حضرت علی میرے محبوب ہیں۔

چوتھی وجہ:

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علی اولی بالامامت تھے مگر اس سے مراد یہ ہے کہ وہ انجام کار امام بن جائیں گے۔ اگر یہ مفہوم تسلیم نہ کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دم نقد امام تھے کیونکہ اس میں مآل کا کوئی خیال نہیں کیا گیا۔ پس مراد یہ ہے کہ جب آپ کی بیعت منعقد ہوگی تو ائمہ ثلاثہ کی تقدیم اجماع کی وجہ سے اس کے منافی نہ ہوگی۔ اس بات کو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تسلیم کیا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور سابقہ احادیث میں بھی صراحت کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت کا ذکر موجود ہے۔ پس ان کے اعتقاد کے مطابق حضرت علی کی افضلیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے کی تولیت باطل ہو جاتی ہے اور اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت درست ہو سکتی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے متعلق ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگرچہ اکثر اسی بات کے قائل ہیں کہ حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہما سے افضل ہیں جیسے کہ آئندہ بھی بیان ہوگا اور سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت کی گئی ہے کہ جس شخص نے یہ خیال کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شیخین سے ولایت کے زیادہ حق دار تھے تو اس نے شیخین، مہاجرین اور انصار سب کو غلطی پر قرار دیا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس عقیدے کے ساتھ اس کا کوئی عمل بھی آسمان کی طرف جائے جیسے کہ بیان ہو چکا ہے یہ بات ثوری نے ان سے نقل کی ہے پھر کہا یہ ان کا کلام ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جائز مقام کے متعلق حسن اعتقاد رکھتے تھے اور صرف حسن

اور فضائل اہل بیت کی احادیث میں جو آگے چوتھی آیت کے ضمن میں بیان ہوئی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مرض الموت میں صرف ان کی مودت و محبت اور اتباع کی ترغیب دی ہے اور احادیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام کی آخری گفتگو یہ تھی کہ میرے اہل بیت کے لئے میرا قائم مقام بننا۔ یہ تھی ان کے متعلق وصیت۔ پس مقام خلافت اور ان دونوں باتوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔

شیعہ اور روافض کا خیال ہے کہ صحابہ نے اس نص کے جاننے کے باوجود عناد اور باطل پرستی میں مقابلہ کے باعث نہیں مانا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ان کا یہ قول کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے تقیہ کے باعث ذکر نہیں کیا جھوٹ اور افترا ہے۔ جیسا کہ ہم مفصل بیان کر چکے ہیں۔ نیز یہ بھی کہ آپ کثیر القوم ہونے اور شجاعت کے باعث محفوظ بھی تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انصار نے **منا امیر ومنکم امیر** کہا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حدیث الائمۃ من قریش سے احتجاج کیا۔ پس انہوں نے اس استدلال کو کیسے تسلیم کر لیا اور کیوں نہ انہوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نص آ چکی ہے اور آپ کیوں اس قسم کے عموم سے حجت پکڑ رہے ہیں۔ بیہقی نے حضرت ابو حنیفہ سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ شیعہ عقیدہ کی اصلیت یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو گمراہ قرار دیا جائے۔ آپ نے شیعوں کے متعلق بتایا ہے کہ یہ اپنے عقائد میں روافض سے فحش میں کم ہیں۔ اس لئے کہ روافض تو صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں صحابہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق نص کو چھوڑ دیا تھا۔ اس لئے وہ ان سے عناد رکھتے ہیں بلکہ ابو کامل جو روافض کے لیڈروں میں سے ہے اس نے اور بھی زیادتی سے کام لیا ہے[1]۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس خیال کی بناء پر تکفیر کی ہے کہ انہوں نے دین کی ایسی بات کو چھپایا ہے یا چھپانے پر مدد دی ہے جس کے بغیر دین کی تکمیل نہیں ہوتی۔ آپ سے یہ بات قطعی طور پر ثابت نہیں کہ آپ نے کبھی نص سے اپنی امامت پر احتجاج کیا ہو بلکہ آپ سے یہ بات تواتر سے آئی ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امت کے افضل آدمی قرار دیا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات مان کر انہیں شوریٰ میں شامل کیا ہے اور ملحدین نے ان جھوٹے اور ذلیل آدمیوں کی باتوں کو دین اور قرآن پر طعن کرنے کا ذریعہ بنا لیا ہے اور بعض

---

[1] ابو کامل روافض کے فرقہ کاملیہ کا لیڈر ہے جو مشہور نابینا شاعر بشار کا پیرو کار تھا اور وہ اپنی بدعت میں یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ اس نے رجعت کا عقیدہ اختیار کیا اور ابلیس کے اس قول کو درست قرار دیا کہ آگ مٹی پر فضیلت رکھتی ہے۔

ظاہر کرتا ہے کہ آپ کا ایسا ارادہ نہیں تھا بلکہ مقبول راویوں کی سند سے روایت بیان ہوئی ہے
جیسے کہ ذہبی نے کہا ہے اور وہ روایت کئی طرق سے آئی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

قیل یارسول اللہ من نؤمر فقال ان تؤمروا ابابکر تجدوہ امینا زاھداً فی الدنیا راغباً فی الآخرۃ وان تؤمروا عمر تجدوہ قویاً امیناً لایخاف فی اللہ لومۃ لائم وان تؤمروا علیا ولا اراکم فاعلین تجدوہ ھادیًا مھدیًا یاخذبکم الطریق المستقیم

حضور علیہ السلام سے عرض کیا گیا کہ ہم کس کو امیر بنائیں۔ فرمایا اگر ابوبکر کو بناؤ تو اسے امین دنیا سے بے رغبت اور آخرت میں راغب پاؤ گے اور اگر عمر کو امیر بناؤ تو اسے قوی اور امین پاؤ گے جو اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے خائف نہ ہوگا اور اگر علی کو امیر بناؤ مگر میں تمہیں ایسا کرتے نہیں پاتا تو اسے ہادی اور مہدی پاؤ گے جو تمہیں پل صراط مستقیم پر لئے جائے گا۔

اسے بزار نے اپنی سند سے بیان کیا ہے جس کے راوی ثقہ ہیں۔ بیہقی کہتے ہیں کہ امام کا معاملہ اس بات پر منحصر ہے کہ بیعت کر کے مسلمان کس کو امیر بناتے ہیں اور یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں اور ایک جمعیت نے جیسے کہ بزار سند حسن سے اور امام احمد اور دوسرے حضرات نے قوی سند سے بیان کیا ہے جیسا کہ ذہبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں نے انہیں کہا کہ آپ ہم پر خلیفہ مقرر کریں تو آپ نے فرمایا میں خلیفہ مقرر نہیں کروں گا بلکہ تمہیں ایسے حال میں چھوڑوں گا جیسے تمہیں رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا تھا اور بزار نے بیان کیا ہے اور اس کے راوی، صحیح حدیث کے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خلیفہ بنایا ہے جو میں تم پر خلیفہ بناؤں۔ اسی طرح دار قطنی نے بیان کیا ہے اور اس کے بعض طرق میں زیادہ الفاظ آتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور عرض کیا یارسول اللہ ہم پر خلیفہ مقرر فرما دیجئے۔ فرمایا نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کی بھلائی چاہی تو تم میں سے بہترین آدمی کو مقرر کر دے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ بہترین آدمی کو جانتے تھے تو اس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا۔ پس ثابت ہوا کہ آپ نے اس بات کی صراحت کر دی کہ حضور علیہ السلام نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور مسلم نے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ ہمارے پاس کتاب اللہ کے سوا بھی کچھ پڑھنے کیلئے ہے اور وہ صحیفہ بھی جس

نہیں کیا۔ میں نے اس کا حق ادا کیا۔ ان کی اطاعت کی اور اس کی فوج میں اس کے ساتھ ہو کر لڑا۔ وہ جب مجھے دیتے میں لے لیتا۔ جب جنگ کا کہتے میں جنگ کرتا اور آپ کی موجودگی میں میں اپنے کوڑے سے حدود لگاتا۔ جب آپ فوت ہوئے تو مجھے اپنی قرابت' سبقت اور فضلیت کا خیال آیا اور میں خیال کرتا تھا کہ کوئی میرا ہم پلہ نہ ہو گا مگر وہ ڈرا کہ خلیفہ آپ کے بعد کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اسے قبر میں بھی اذیت ہو۔ تو اس نے اپنے نفس اور بچوں کو اس سے نکال دیا۔ اگر خلافت محبت کے باعث ہوتی تو وہ اپنے بچوں کو ترجیح دیتا یا اپنے قبیلے کا خیال کرتا۔ مجھے خیال ہوا کہ وہ میرا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ہم سے اس بات کا عہد لیا کہ جسے خلیفہ بنایا جائے گا ہم اس کی سمع و اطاعت کریں گے۔ پھر انہوں نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ میں نے دیکھا کہ میری اطاعت میری بیعت سے سبقت لے گئی ہے اور میرے والا میثاق کسی اور کے لئے لیا جا رہا ہے تو ہم نے عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ میں نے اس کا حق ادا کیا' اس کی اطاعت کی اور اس کے ساتھ ہو کر جنگ کی۔ جب وہ مجھے دیتے میں لے لیتا' جب جنگ کا کہتے جنگ کرتا اور آپ کی موجودگی میں اپنے کوڑے سے حدود لگاتا۔ جب آپ فوت ہو گئے تو میں نے دیکھا کہ وہ دو خلیفے جنہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کی وصیت کی تھی رہگرائے آخرت ہو گئے ہیں اور یہ خلیفہ جس سے میرے میثاق نے پیوند کیا تھا وہ بھی گزر چکا ہے تو اہل حرمین اور کوفہ اور بصرہ کے لوگوں نے میری بیعت کر لی۔ تو ایک آدمی بیچ میں ٹپک پڑا جو نہ میرا ہمسر ہے نہ اس کی قرابت میری طرح ہے اور نہ اس کا علم میری طرح ہے اور نہ وہ میری طرح سابق ہے اور میں اس سے خلافت کا زیادہ حقدار ہوں۔ یعنی معاویہ سے۔

اسی طرح اس حدیث کو ان لوگوں اور اسحاق بن راہویہ نے دیگر طرق سے بیان کیا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ طرق ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں اور ان میں اصح وہ ہے جسے اسماعیل بن علیہ نے بیان کیا۔ اس میں ذکر ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ اپنے اس سفر کے متعلق بتائیں کہ کیا آپ کو حضور علیہ السلام نے اس کی وصیت کی تھی یا یہ آپ کی اپنی رائے ہے تو آپ نے جواب دیا بلکہ یہ میری رائے ہے۔

احمد نے آپ ہی سے بیان کیا ہے کہ آپ نے جنگ جمل کے دن فرمایا کہ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وصیت نہیں کی جسے ہم امارت کے متعلق پیش کر سکیں بلکہ یہ ہماری اپنی

رضی اللہ عنہ کبھی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ان کی زوجیت میں نہ دیتے۔ یہ بات قطعی طور پر روافض کے خیالات کا بطلان ثابت کرتی ہے۔ اگر یہ بات تسلیم نہ کی جائے تو اس کا مطلب ان کے خیال فاسد کے مطابق یہ ہوگا کہ آپ نے اپنی لڑکی کو ایک کافر کے نکاح میں دے دیا۔

ساتویں وجہ:

ان کا یہ کہنا کہ اللھم وال من والاہ وعادہ من عاداہ کی دعا صرف امام معصوم کے لئے ہوسکتی ہے۔ ایک بے دلیل دعویٰ ہے یہ دعا تو ادنیٰ مومن کے لئے بھی ہوسکتی ہے۔ کجا یہ کہ وہ عقلی اور شرعی طور پر کوئی فضیلت بھی رکھتا ہو۔ ابوذر ہروی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عمر معی وانا مع عمر والحق بعدی مع عمر حیث کان میں عمر کے ساتھ ہوں اور عمر میرے ساتھ ہے اور میرے بعد عمر جہاں ہوگا حق اس کے ساتھ ہوگا۔

کوئی نہیں کہتا کہ اس حدیث سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی امامت اور ان کی عصمت پر دلالت ہوتی ہے۔ ان کا یہ خیال کہ امام معصوم ہوتا ہے ایک باطل خیال ہے کیونکہ عصمت قطعی طور پر انبیاء کے لئے ثابت ہے۔ ہاں امام کو محفوظ کہہ سکتے ہیں اور ایسی بات تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کم درجہ مومن کے لئے بھی کہنی جائز ہے اور ان کا یہ دعویٰ کہ عصمت امام کا وجوب عقل کے فیصلے پر مبنی ہے اور جو کچھ اس سے انہوں نے باتیں بنائی ہیں وہ ان امور کی وجہ سے باطل قرار پاتی ہیں جن کا ذکر قاضی ابوبکر باقلانی نے اپنی اس کتاب میں جو امامت کے بارے میں ہے مفصل طور پر کیا ہے۔

حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت میں بیان کیا ہے اور دوسروں نے اسے حسن قرار دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا وہ غالی محب جو میری طرف وہ باتیں منسوب کرتا ہے جو مجھ میں نہیں ہلاک ہو جائے گا اور وہ مفتری اور بغض رکھنے والا بھی ہلاک ہو جائے گا جو دشمنی کی بناء پر مجھ پر ایسی بات کا بہتان باندھتا ہے۔ جو مجھ میں موجود نہیں۔ پھر فرمایا میں نے کسی کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ خدا کی نافرمانی کر کے کسی کی اطاعت یا نافرمانی کرے۔ پس معلوم ہوا کہ آپ اپنے لئے عصمت کو ثابت نہیں کرتے۔

آٹھویں وجہ:

انہوں نے امام کے لئے امت سے افضل ہونے کی شرط لگائی ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے ثابت ہے جن کے متعلق وہ وجوب عصمت کے قائل ہیں کہ امت میں افضل ترین

اس وقت تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ تھے جب تک آپ مناجات کے لئے وہاں سے غیر حاضر تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ قول کہ:

اخلفنی فی قومی کہ میری قوم میں میری نیابت کرنا۔

اس میں اس وقت تک عموم مراد نہیں لیا جا سکتا جب تک اس کی تمام زندگی اور موت کے زمانہ میں نیابت مراد نہ ہو بلکہ اس کا متبادر مفہوم وہی ہے جو بیان ہو چکا ہے کہ آپ فقط ان کی غیر حاضری کے زمانہ میں ان کے خلیفہ تھے۔ پس موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد کے زمانہ پر اس کا حاوی ہونا تو قصورِ الفاظ کے باعث ہے نہ کہ عزل کی وجہ سے۔ یہ تو ایسے ہی ہے جیسے کہ کسی معین وقت کے لئے آپ کی خلافت کی صراحت کر دی جاتی اور اگر ہم موت کے بعد کے زمانہ تک اس کا حاوی ہونا تسلیم کر لیں اور آپ کے بعد آپ کی خلافت کے باقی نہ رہنے کو عزل خیال کریں تو اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ آپ میں کوئی نقص تھا بلکہ یہ تو آپ کا کمال ہے کہ آپ ان کے بعد مستقل نبی ہو گئے اور یہ الٰہی تصرف ہے اور یہ بات خلیفہ ہونے اور شریک فی الرسالۃ ہونے سے بہت بہتر ہے۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ حدیث تمام مقامات پر حاوی ہے لیکن یہ عموم مخصوص ہے۔ حضرت ہارون کے مقامات میں سے ایک یہ مقام بھی ہے کہ وہ نبی کے بھائی ہیں اور عموم مخصوص باقی باتوں میں حجت نہیں ہوتا یا کمزور حجت ہوتا ہے۔ اس میں اختلاف ہے اور اگر موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام کے نفاذ امر کو فرض کیا جائے تو وہ خلافت کی وجہ سے نہیں بلکہ نبوت کی وجہ سے ہوگا۔ پس یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نبی ہونے کے استحالہ نے نبوت کی نفی کر دی۔ پس اس کے مسبب کی نفی بھی لازم آئی جو اطاعت کرنا اور نفاذ امر کرنا ہے۔

پس معلوم ہو گیا کہ حدیث احاد ہونے کی وجہ سے اجماع کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور اس سے مراد بعض ان مقامات کا اثبات ہے جو ہارون علیہ السلام کو حاصل تھے۔ یہ حدیث اور اس کا وہ سبب جو سیاق بیان میں آیا ہے وہ بعض مقامات کو واضح کر دیتا ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نیابت کے وقت صرف یہی بات کہی تھی۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام سے کہا کہ آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں۔ گویا آپ نے اپنے پیچھے چھوڑے جانے کو اپنی کسر شان سمجھا تو آپ نے فرمایا کیا تو اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تجھ کو مجھ سے نسبت ہارونی

موضوع اور حضور علیہ السلام پر افترا ہیں اور آگاہ رہو کہ جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوتی ہے اور ائمہ حدیث میں سے کسی ایک نے بھی یہ نہیں کہا کہ ان جھوٹی روایات میں سے کوئی احاد مطعون کے درجہ تک بھی پہنچتی ہے بلکہ سب اس بات پر متفق ہیں۔ یہ محض کذب وافترا ہیں اور اگر یہ جاہل لوگ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اور ائمہ اسلام کے متعلق جو تاریکیوں کے چراغ ہیں یہ کہیں کہ ان کے نزدیک یہ احادیث صحیح ہیں تو ہم ان سے کہیں گے کہ یہ بات عادۃً محال ہے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ان احادیث کے علم صحت کے بارے میں تم ہی منفرد ہو حالانکہ نہ کبھی تم نے کوئی روایت کی اور نہ کسی محدث کی صحبت میں رہے اور وہ لوگ جو ماہرین حدیث ہیں اور جنہوں نے تحصیل حدیث کے لئے دور دراز کے سفروں میں اپنی عمریں کھپادی ہیں اور جس کسی شخص کے متعلق انہیں علم ہوا کہ اس کے پاس حدیث ہے وہ اس کے پاس پہنچے اور تحقیق کر کے صحیح وسقیم کا علم حاصل کیا پھر ان احادیث کو جامع طور پر اپنی کتاب میں لکھا پھر یہ کیونکہ ہوسکتا ہے جبکہ موضوع احادیث سینکڑوں اور ہزاروں لوگوں کے پاس آئی ہیں۔ نیز وہ ہر حدیث کے واضع اور اس کے سبب وضع کو بھی جانتے ہیں جس نے اس شخص کو آنحضرت ﷺ پر کذب وافترا کے لئے آمادہ کیا۔ وہ ان احادیث سے کیسے بیگانہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر دے اگر انہوں نے یہ نیک کام نہ کیا ہوتا تو باطل پرست، متمرد اور مفسد دین پر چھا جاتے اور اس کے نشانات کو تبدیل کر دیتے اور حق کو اپنے جھوٹ کے ساتھ خلط ملط کر دیتے اور اس میں کوئی امتیاز ہی نہ رہتا۔ وہ خود گمراہ ہوتے اور دوسروں کو گمراہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی شریعت کو زیغ اور تغیر وتبدل سے محفوظ رکھا ہے اور ہر زمانے میں آپ کی امت کے اکابرین سے ایک گروہ کو حق پر قائم رکھا ہے جنہیں چھوڑ دینے والا نہیں کوئی نقصان انہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی دین اسلام کو ایسے کاذبوں، جاہلوں اور باطل پرستوں کی کوئی پرواہ ہے۔ پھر رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں تمہیں ایک ایسے روشن راستے پر چھوڑے جا رہا ہوں جس کی رات دن کی طرح اور دن رات کی طرح ہے میرے بعد اس راستے سے وہی ہٹے گا جو ہلاک ہونے والا ہوگا اور ان جہلاء کی ایک عجیب بات یہ ہے کہ جب ہم ان احادیث صحیحہ سے استدلال کرتے ہیں جو صریح طور پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں جیسے اقتدوا بالذین من بعدی اور دیگر احادیث جنہیں ہم فصل ثالث میں مکمل طور پر پیش کر چکے ہیں تو کہتے ہیں یہ خبر واحد ہے جو تعیین میں سود مند نہیں اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اپنی خیالی نص سے

درجہ کی غباوت، جہالت اور حماقت ہے اور حماقت سے کوئی انسان سر بلند نہیں ہو سکتا۔

پندرہواں شبہ:

امر خلافت کے نزاع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سکوت اختیار کرنا صرف اس لئے ہے کہ حضور علیہ السلام نے آپ کو وصیت کی تھی کہ وہ آپ کے بعد کسی فتنہ میں ملوث نہ ہوں اور نہ تلوار سونتیں۔

جواب:

عظیم غباوت کے ساتھ یہ کذب و افترا اور حماقت اور جہالت کی بات بھی ہے کہ آپ نے اس صورت میں اپنے بعد ان کو امت کا والی کیونکر بنایا اور جو قبول حق سے رکے اس کے خلاف تلوار سونتنے سے منع کیوں کیا اور اگر ان کا خیال صحیح ہے تو انہیں جنگ صفین اور دیگر جنگوں میں تلوار نہیں سونتنی چاہئے تھی اور نہ ہی خود اور اہل بیت اور اپنے پیروکاروں سمیت اکیلے ہی ہزاروں سے لڑنا چاہئے تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کی مخالفت سے بچائے۔

ان لوگوں نے یہ کیسے خیال کیا کہ حضور علیہ السلام نے انہیں ان لوگوں کے خلاف بھی تلوار اٹھانے سے منع فرمایا ہے جو خود ان کے نزدیک بدترین انواع کفر کے مرتکب تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں سے جہاد کرنا واجب قرار دیا ہے۔

بعض ائمہ اہل بیت نبوی کا ارشاد ہے کہ مجھے ان کی باتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ خواہشات نے ان کی عقل و بصیرت کو اندھا کر دیا ہے اور انہیں اس بات کی پروا نہیں کہ ان باتوں سے کیا کیا مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ کیا آپ نے ان کی اس بات پر غور نہیں کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کے پرتلے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قصاص طلب کیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا محاصرہ کیا اور خوف کے باعث ان کے بچے کا اسقاط ہو گیا جس کا نام محسن تھا۔

اس قبیح جھوٹ اور غباوت سے جس نے انہیں ذلیل و رسوا اور ہلاک کر دیا ہے ان کا مقصد حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر غارت گری کا الزام لگانا ہے۔ انہیں اس بات کا خیال نہیں آیا کہ اس بات سے نہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ بلکہ تمام بنی ہاشم ذلیل، عاجز اور بزدل قرار پاتے ہیں حالانکہ وہ ایسی ذلت کے بالمقابل جس سے بڑی ذلت کوئی نہیں بڑے بہادر اور غیرت و نخوت کے حامل ہیں بلکہ تمام صحابہ کی نسبت بھی یہی بات کہنی پڑتی ہے حالانکہ جنہیں ان کے حالات کا

باب دوم

اکابرین اہل بیت کی طرف سے حضرات شیخین کی مزید تعریف، جس سے معلوم ہو گا کہ روافض اور شیعہ ان کے متعلق جو عجیب و غریب جھوٹ اور افترا کرتے ہیں وہ ان سے بری ہیں اور ان کا یہ خیال بھی جھوٹا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا وہ تقیہ، مدارات اور خوف کی وجہ سے تھا نیز ان باتوں کے علاوہ بھی ان کی قبیح باتوں کا تذکرہ ہو گا

دار قطنی نے عبداللہ محض سے بیان کیا ہے۔ محض کا لقب انہیں اس لئے دیا گیا تھا کہ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی ولادت پر لوگوں کو اکٹھا کیا۔ یہ بنی ہاشم کے شیخ اور رئیس تھے۔ ان کا بیٹا نفس زکیہ کے لقب سے مشہور تھا اور ائمہ دین میں سے تھا۔ حضرت امام مالک بن انس کے زمانہ میں مدینہ میں ان کی خلافت کی بیعت کی گئی۔ منصور نے ان پر فوج کشی کر کے ان کو قتل کروا دیا تھا۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی موزوں پر مسح کیا ہے۔ سائل نے کہا میں یہ دریافت کرتا ہوں کہ آپ مسح کرتے ہیں؟ فرمایا کیا تجھے یہ بات تکلیف دیتی ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں تجھے اطلاع دے رہا ہوں اور تو میری رائے دریافت کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو مجھ سے اور دنیا بھر کے میرے جیسے لوگوں سے بہتر ہیں۔ آپ کو بتایا گیا یہ تقیہ ہے۔ فرمایا ہم قبر اور منبر کے درمیان کھڑے ہیں۔ اے اللہ! میں خفیہ اور علانیہ طور پر یہی کہتا ہوں۔ پس میرے بعد کسی کی بات نہ سننا پھر فرمایا یہ کون شخص ہے جو کہتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مقہور تھے اور حضور علیہ السلام کے حکم کو نافذ نہیں کر سکے۔ یہ بات ان کو داغدار کرنے کے لئے کافی ہے۔

دار قطنی نے عبداللہ کے بیٹے نفس زکیہ سے بیان کیا ہے کہ ان سے حضرات شیخین کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا میرے نزدیک وہ دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

اظہار بیزاری کریں تو ہم آپ کی بیعت کرلیں گے تو آپ نے یہ بات قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا ہم کو آپ صاحب فضیلت مانتے ہیں۔ فرمایا چلے جاؤ تم رافضی ہو۔ اس وقت سے شیعوں کا نام رافضی پڑ گیا ہے اور آپ کے پیروکاروں کا نام زیدیہ ہے۔

حافظ عمر بن شبۃ نے بیان کیا ہے کہ اس جلیل القدر امام یعنی حضرت زید سے کہا گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے باغ فدک چھین لیا تھا۔ فرمایا وہ تو نہایت رحم دل انسان تھے اور جو چیزیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑی تھیں ان میں کسی قسم کی تبدیلی کو ناپسند فرماتے تھے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کے پاس آ کر کہا کہ حضور علیہ السلام نے مجھے باغ فدک عطا فرمایا ہے آپ نے فرمایا آپ کے پاس کوئی شہادت ہے تو حضرت علی اور ام ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ کی شہادت دی۔ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت سے آپ اس کی مستحق بنتی ہیں۔ پھر حضرت زید فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر یہ فیصلہ دوبارہ میرے پاس آئے تو میں ضرور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ والا فیصلہ ہی دوں گا۔

یہ روایت بھی آپ سے بیان ہوئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خوارج نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ سب سے اظہار بیزاری کیا۔ مگر ان دونوں کے متعلق وہ کچھ نہیں کہہ سکے اور تم لوگوں نے خوارج سے بھی اوپر چھلانگ لگا کر ان دونوں حضرات سے اظہار بیزاری کر دیا ہے۔ اب باقی کون رہا؟ خدا کی قسم اب کوئی باقی نہیں رہا۔ آپ لوگوں نے سب سے اظہار بیزاری کر دیا ہے۔

حافظ عمر بن شبۃ اور ابن عساکر نے سالم بن ابی الجعد سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت محمد بن حنفیہ سے دریافت کیا کہ کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے میں سب سے اوّل تھے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ میں نے کہا پھر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے اوپر اور آگے کیسے چلے گئے۔ کوئی آدمی ان کے سوا کسی کا نام ہی نہیں لیتا۔ فرمایا کہ جس دن سے انہوں نے اسلام قبول کیا ہے اس دن سے لے کر اپنے یوم وفات تک وہ اسلام میں سب سے افضل تھے۔

دار قطنی نے سالم بن ابی حفصہ سے بیان کیا ہے اور یہ شخص شیعہ ہے لیکن ثقہ ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی اور جعفر بن محمد سے شیخین کے بارے میں سوال کیا تو دونوں نے جواب دیا اے سالم! ان دونوں سے محبت رکھ اور ان کے دشمنوں سے اظہار بیزاری کر کیونکہ یہ

میں آپ پر قربان جاؤں کیا میں ان سے دوستی رکھوں؟ فرمایا ہاں اے کثیر دنیا اور آخرت میں ان سے دوستی رکھ۔ وہ کہتا ہے پھر آپ اپنی گردن پر ہاتھ مارنے لگے اور کہنے لگے جو تجھے تکلیف پہنچے اس کا بار میری اس گردن پر ہوگا پھر فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ مغیرہ بن سعید اور بیان سے اظہار بیزاری کرتا ہے کیونکہ انہوں نے ہم اہل بیت کے متعلق جھوٹ بولا ہے۔

اسی طرح اس نے بسام الصیرفی سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابو جعفر سے پوچھا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کیا رائے ہے۔ تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں ان سے دوستی رکھتا ہوں اور میرے علم کے مطابق اہل بیت کے تمام افراد بھی آپ دونوں سے محبت رکھتے ہیں۔

اسی طرح اس نے حضرت امام شافعی سے روایت کی ہے کہ حضرت جعفر بن ابی طالب نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمارے دوست، ہم پر مہربان اور بہترین خلیفہ تھے اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں میں ان جیسا ہمارا کوئی دوست نہیں اور ایک اور روایت میں ہے کہ ہم نے اس سے بہتر آدمی کبھی نہیں دیکھا۔

ایسے ہی انہوں نے ابو جعفر الباقر سے بیان کیا ہے کہ انہیں بتایا گیا کہ فلاں آدمی نے میرے پاس بیان کیا ہے کہ حضرت علی بن الحسین نے اس آیت "ونزعنا ما فی صدورھم من غلٍ" کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے فرمایا خدا کی قسم یہ آیت انہی کے بارے میں ہے۔ آپ سے پوچھا گیا وہ کون سا کینہ تھا؟ فرمایا جاہلیت کا کینہ، جاہلیت میں بنی تیم اور عدی اور بنی ہاشم کے درمیان کچھ اختلافات تھے۔ جب ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں درد اٹھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ کو گرم کر کے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پہلو کو سینک کرنے لگے تو یہ آیت ان کے بارے میں نازل ہوئی۔

ایسے ہی آپ کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے حضرت ابو جعفر سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا۔ فرمایا جو شخص ان دونوں کے متعلق شک کرتا ہے وہ سنت کے بارے میں شک کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان قبائل کے درمیان دشمنی تھی مگر جب یہ اسلام لے آئے تو باہم محبت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں سے کینے کو دور کر دیا۔

علی رضی اللہ عنہ پر زیادتی کی تھی ایسے ہی ہم پر رافضیوں نے زیادتی کی ہے۔

ایسے ہی ان کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے حسن بن حسن کو ایک رافضی سے یہ کہتے سنا کہ خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے تم میں سے کسی آدمی کو حکومت کی طاقت بخشی تو ہم ضرور تمہارے ہاتھ اور ٹانگیں مخالف اطراف سے کاٹ دیں گے اور تمہاری توبہ بھی قبول نہیں کریں گے۔ ایسے ہی اس نے محمد بن حاطب سے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے پاس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا حضرت امیر المومنین علی ابھی تشریف لا رہے ہیں۔ وہ آپ کو بتاتے ہیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو راوی کہتا ہے کہ مجھے پتہ نہیں کہ انہوں نے لوگوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں باتیں کرتے سنا یا لوگوں نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا حضرت عثمان ان لوگوں میں سے ہیں جن کے بارے میں یہ آیت آئی ہے۔

من الذین اتقوا و امنوا ثم من الذین اتقوا و احسنو واللہ یحب المحسنین

انہی سے یہ روایت اور بھی کئی طرق سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں حضرت علی کے پاس گیا اور عرض کیا اے امیر المومنین میں حجاز جانا چاہتا ہوں۔ لوگ مجھ سے حضرت عثمان کے متعلق پوچھیں گے آپ ان کے قتل کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے پھر اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا ابن حاطب خدا کی قسم میں امید کرتا ہوں کہ میں بھی ایسا ہی ہوں گا اور وہ تو ایسے ہی تھے۔ جیسے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ونزعنا مافی صدورھم من غل (الآیۃ) کہ میں نے ان کے سینوں سے کینے کو نکال باہر کیا ہے۔

ایسے ہی اس نے سالم بن ابی الجعد سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں محمد بن حنفیہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ شروع کر دیا تو انہوں نے ہمیں منع کرتے ہوئے فرمایا ان کے بارے میں باتیں کرنے سے باز آ جاؤ۔ ہم نے جو تکالیف پہلے اٹھائی ہیں ایک روز اس سے بھی زیادہ تکالیف اٹھائیں گے۔ پھر فرمایا کیا میں نے آپ کو اس آدمی کے متعلق باتیں کرنے سے منع نہیں کیا۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا اے ابن عباس رضی اللہ عنہما ذرا جنگ جمل کی شام کو یاد کر جب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دائیں

یہ مقام حضرت حسین بن علی کو ملا کیونکہ حضرت حسن نے ان کے متعلق وصیت کی ہے' پھر یہ مقام علی بن حسین کو ملا کیونکہ حسین نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے پھر یہ مقام محمد بن علی کو ملا یعنی امام باقر کو جو عمر مذکور کے بھائی ہیں کیونکہ علی بن حسین نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے تو عمر بن حسین نے فرمایا خدا کی قسم میرے باپ نے تو وصیت کے بارے میں دو حرف بھی نہیں کہے۔ اللہ ان لوگوں کا برا کرے اگر کوئی آدمی اپنی اولاد اور مال کے بارے میں وصیت کرے اور اس کے بعد کچھ نہ چھوڑے پھر تو یہ دین کی بات ہی نہ ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہلاک کرے۔ قسم بخدا یہ لوگ تو ہمیں کھانے والے ہیں۔

ایسے ہی اس نے عبدالجبار ہمدانی سے بیان کیا ہے کہ حضرت جعفر صادق ان کے پاس آئے اور وہ مدینہ سے جانا چاہتے تھے تو آپ نے فرمایا: آپ انشاء اللہ اپنے شہر کے صالح اور نیک لوگوں میں ہوں گے۔ جو لوگ میرے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ میں مفترض الطاعۃ امام ہوں ان تک یہ بات پہنچا دو کہ میرا اس بات سے کوئی تعلق نہیں اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں تو اس بات سے بھی میرا کوئی تعلق نہیں۔

ایسے ہی اس نے آپ سے ایک دوسری روایت بیان کی ہے کہ آپ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بارے میں پوچھا گیا فرمایا جو لوگ ان کے بارے میں ناروا باتیں کہتے ہیں میں ان سے اظہار بیزاری کرتا ہوں ہاں جو لوگ ان کے متعلق اچھی باتیں کہتے ہیں میں ان کے ساتھ ہوں۔ آپ سے کہا گیا کہ شاید آپ یہ بات تقیہ کے طور پر کہہ رہے ہوں[1]۔ فرمایا پھر تو

---

[1] تقیہ کا مفہوم دشمنوں کے شر سے جان' مال اور عزت کی محافظت کرنا ہے۔ ایک دشمن تو دینی اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جیسے کافر اور مسلم یا کوئی اغراض دنیوی کی وجہ سے دشمن ہوتا ہے۔ اہل سنت ایسے شہر میں جہاں دین کے اظہار سے خوف ہو دین کے ترک کرنے کو جائز نہیں کہتے بلکہ ہجرت کو واجب قرار دیتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی شرعی ضرورت کے باعث ہجرت نہ کر سکے تو الگ بات ہے مگر وہ بھی نکلنے کے لئے حیلے کی تلاش میں رہے مگر دنیوی غرض کے لئے وجوب ہجرت میں اختلاف ہے۔ ہاں اگر ہلاکت کا خوف ہو تو ہجرت کرنا بلا اختلاف واجب ہے۔

شیعہ میں سے بعض لوگ جان یا مال کے خوف کی وجہ سے اقوال و افعال میں تقیہ کو جائز قرار دیتے ہیں اور بعض لوگ معمولی خوف کے ڈر کی وجہ سے بھی تقیہ کرنا جائز کہتے ہیں اور انہوں نے ائمہ کے اکثر افعال کو جو اہل سنت کے مذہب کے موافق ہیں تقیہ پر محمول کیا ہے اور انہیں اصل قرار دیا ہے اور پھر اسے انبیاء کی طرف منسوب کیا ہے تا کہ وہ اس سے خلفائے راشدین کی خلافت کا ابطال کر سکیں حالانکہ ان کی کتب (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نے اظہار بیزاری کیا اور اپنے حق میں مذمت خیال کیا ہے۔ انہیں ان کی طرف منسوب کرنے سے بھی وہ بری ہیں یہاں تک کہ حضرت زین العابدین علی بن حسین ؓ نے فرمایا ہے اے لوگو! ہمارے ساتھ اسلام کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ خدا کی قسم تمہاری محبت ہمیشہ ہمارے ساتھ رہی ہے مگر اب وہ ہمارے لئے عار بن گئی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ تم نے اب لوگوں کے پاس ہمارے نقائص بیان کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ یعنی ہماری طرف وہ باتیں منسوب کی ہیں جن کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ پس ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو جو ان ائمہ پر جھوٹ بولتے اور ان پر جھوٹ اور بہتان کی تہمت لگاتے ہیں۔

کو بقیہ امت پر قطعی فضیلت دی گئی ہے۔

اور اس کا یہ توقف کرنا دراصل رجوع کرنا ہے۔ قاضی عیاض نے اس سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان کی فضیلت کے توقف سے رجوع کر لیا ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ یہی موقف اصلح ہوگا۔ انشاء اللہ امام الحرمین بھی توقف کی طرف مائل ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں متعارض خیالات پائے جاتے ہیں اور ابن عبدالبر نے اہل سنت کے اسلاف کی ایک جماعت سے نقل کیا ہے جس میں امام مالک' یحیٰ القطان اور یحیٰ بن معین شامل ہیں۔ ابن معین کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ بات کرے اور حضرت علی کو سابق اور صاحب فضل قرار دے وہ سنت پر چلنے والا ہے اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ جو حضرت عثمان کی شان میں کمی کرے اور حضرت علی کی فضیلت کو نہ جانے وہ مذموم ہے۔ ابن عبدالبر کے خیال میں وہ حدیث جس میں اصحاب ثلاثہ کی شان کو کم بیان کیا گیا ہے وہ اہل سنت کے قول کے مخالف ہے کہ حضرت علی' اصحاب ثلاثہ کے بعد لوگوں سے افضل ہیں۔ یہ مردود قول ہے کیونکہ تفضیل سے سکوت اختیار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ افضل نہیں ہیں۔ ابو منصور بغدادی کا یہ بیان کہ حضرت علی پر حضرت عثمان کی افضلیت ایک اجماعی بات ہے۔ یہ بات مدخولہ ہے۔ اگرچہ اس سے بعض حفاظ نے اسے نقل کیا ہے لیکن جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے اس میں اختلاف کی وجہ سے سکوت اختیار کیا گیا ہے پھر وہ قول جس کی طرف امام اہل سنت ابوالحسن اشعری مائل ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت دوسروں پر قطعی ہے۔ قاضی ابوبکر باقلانی نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ قول ظنی ہے اور ''ارشاد'' میں امام حرمین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اسی سے صاحب مفہم نے شرح مسلم میں جزم کیا ہے اور اس کی تائید ابن عبدالبر کے اس قول سے ہوتی ہے جو''استیعاب'' میں ہے کہ عبدالرزاق نے معمر سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ حضرت عمر' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں تو میں اسے ڈانٹ نہیں پلاؤں گا اور اسی طرح اگر وہ کہے کہ میرے نزدیک حضرت علی' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں اور ساتھ ہی وہ شیخین کی فضیلت کا ذکر کرے اور ان سے محبت رکھے اور ان کی صحیح تعریف کرے تو میں اسے بھی زجر و توبیخ نہیں کروں گا۔ میں نے اس بات کا ذکر وکیع سے کیا تو آپ کو یہ بات اچھی لگی اور آپ نے اسے پسند کیا لیکن ڈانٹ ڈپٹ نہ کرنے

کی فضلیت اور دوسرے صحابہ پر ان کی تقدیم کے اجماع کی روایت کرنے والی اکابر ائمہ کی وہ جماعت ہے۔ جس میں حضرت امام شافعی بھی شامل ہیں۔ جیسے کہ بیہقی نے ان سے بیان کیا ہے جن لوگوں نے ان میں سے اختلاف کیا ہے انہوں نے حضرت عثمان اور حضرت علی کے بارے میں اختلاف کیا ہے۔ اگر بطور تنزل تسلیم کر لیا جائے کہ ابن عبدالبر نے وہ بات یاد رکھی ہے جسے کوئی دوسرا یاد نہیں رکھ سکا تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس بات کے شاذ ہونے کی وجہ سے اس سے اعراض کیا ہے کیونکہ مخالف شذوذ پر جرح قدح نہیں کی جاتی یا اس خیال سے کہ یہ اجماع کے انعقاد کے بعد کی بات ہے جو مردود حیثیت کی حامل ہے۔ ابن عبدالبر کے کلام کا مفہوم یہ ہے کہ حسنین پر شیخین کی تفضیل کے بارے میں پختہ اجماع ہو چکا ہے اور یہ جو بعض متاخرین کی طرف سے ابن سبکی کی طبقات الکبریٰ میں حسنین کی تفضیل کے بارے میں آیا ہے کہ وہ آپ کا ٹکڑا ہیں۔ تو یہ بات اس کے منافی نہیں۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ مفضول میں ایسی خوبی پائی جا سکتی ہے جو فاضل میں موجود نہ ہو۔ یہ تفضیل کثرت ثواب کے لئے نہیں بلکہ شرف مزید کے لئے ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی اولاد کو وہ شرف حاصل ہے جو خود شیخین کی ذات میں موجود نہیں لیکن ان کا وجود اسلام اور مسلمانوں کے لئے ثواب اور نفع کے لحاظ سے بہت بڑا ہے اور آپ کی اولاد میں دوسروں کو چھوڑ کر ان دونوں سے بھی زیادہ صاحب حیثیت اور زیادہ متقی آدمی ہو سکتا ہے اور ابن عبدالبر نے جو دوسری بات اس جماعت کے بارے میں بیان کی ہے وہ علی الاطلاق حضرت علی کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے ہیں۔ اس قول کی بنیاد ان کے متقدم فی الاسلام ہونے پر ہے یا ان کی مراد یہ ہے کہ حضرات شیخین اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر باقی لوگوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں کیونکہ اس پر صریح اور صحیح دلائل موجود ہیں۔

اگر آپ کہیں کہ اس اجماع کا مستند کیا ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ اجماع ہر شخص پر حجت ہے۔ خواہ وہ اس کے مستند سے ناواقف ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ضلالت پر اجماع کرنے سے محفوظ رکھا ہوا ہے اور اس کی دلیل بلکہ تصریح خدا تعالیٰ کے اس قول میں ہے کہ و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا اور اسی طرح انہوں نے اس ترتیب کے ساتھ ان کے استحقاق خلافت پر بھی اجماع کیا ہے لیکن یہ بات قطعی ہے جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔

ثبوت امامت خواہ قطعی ہو وہ افضلیت کی قطعیت کو فائدہ بخش نہیں ہوتا بلکہ وہ غایت درجہ تک ظن کو مفید ہے کیونکہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کی امامت کے بطلان پر کوئی قطعی دلیل نہیں لیکن ہم نے سلف کو دیکھا ہے کہ وہ انہیں فضیلت دے دیتے ہیں اور ہمارا حسن ظن ان کے بارے میں یہ فیصلہ دیتا ہے کہ اگرچہ انہیں اس کے متعلق کوئی دلیل معلوم نہیں ہوئی۔ ورنہ وہ اسے اس پر منطبق کرتے۔ پس ہم پر ان کی اتباع لازم ہے اور اس میں جو حق بات ہے اسے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا چاہیئے۔

آمدی کہتے ہیں کہ تفضیل سے مراد یہ ہے کہ شیخین میں سے ایک کو دوسرے کے مقابلہ میں ایسی فضیلت کے ساتھ مختص کرنا جس کا دوسرے میں وجود تک نہ پایا جاتا ہو۔ جیسے عالم اور جاہل یا تو یہ فضیلت اس میں زیادہ ہوگی جیسے اعلم ہونا اور یہ بھی صحابہ میں فیصلہ شدہ بات ہے کہ جب ایک فضیلت کا اختصاص ایک سے ہو جائے تو اس میں کسی دوسرے کی مشارکت کا امکان بھی ہو سکتا ہے اور عدم مشارکت کی صورت میں کسی اور فضیلت کے ساتھ دوسرے کا اختصاص ممکن ہوگا اور کثرت فضائل سے اس احتمال کی بناء پر ترجیح نہ ہوگی کہ ایک فضیلت بہت سے فضائل سے بھی ارجح ہو سکتی ہے یا تو ذاتی شرف یا زیادتی کی وجہ سے یا کمیت میں زیادتی کی وجہ سے۔ پس اس معنی کی رو سے فضیلت پر جزم نہیں کیا جا سکتا اور حقیقت میں فضیلت وہ ہے جو اللہ کے ہاں ہو اور اس پر سوائے وحی کے مطلع نہیں ہوا جا سکتا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی تعریف کی ہے مگر اس سے فضیلت کی حقیقت متحقق نہیں ہوتی کیونکہ کوئی قطعی دلیل متن اور سند کے لحاظ سے موجود نہیں سوائے زمانہ وحی کے ان مشاہد و احوال کے جو آنحضرت ﷺ کی جانب سے ان کے ساتھ ایسے قرائن سے ظاہر ہوئے جو اس وقت تفضیل پر دلالت کرتے تھے۔ بخلاف اس کے جس نے یہ سب کچھ نہیں دیکھا۔ ہاں ہمارے پاس سنی سنائی باتیں پہنچی ہیں جنہوں نے ہمارے ظن کو اس ترتیب کے ساتھ اس تفضیل پر پختہ کر دیا ہے کیونکہ اس کا افادہ صریحاً یا استنباطاً معلوم ہو رہا ہے اور فضائل میں اس کا بیان مبسوط طور پر آئے گا اور اس کی تائید گزشتہ بیان سے بھی ہوتی ہے کہ احق بالخلافت کے اجماع سے افضلیت پر اجماع لازم نہیں آتا کیونکہ اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے احق بالخلافت ہیں حالانکہ اس بات میں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں سے افضل کون ہے اور یہ مقام بعض بے سمجھ لوگوں پر مشتبہ ہو گیا ہے اور انہوں نے خیال کر لیا ہے کہ اصولیوں میں سے جن لوگوں نے

اور امام مالک نے حضرت جعفر صادق سے انہوں نے اپنے باپ امام باقر سے صحیح روایت بیان کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہو کر جبکہ وہ چادر لپیٹے ہوئے تھے کہا کہ مجھے زمین و آسمان میں اس شخص سے زیادہ محبوب کوئی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے صحیفہ میں اس چادر میں لپٹے ہوئے شخص کی وجہ سے احکام اتارے ہیں اور ایک صحیح روایت میں ہے کہ آپ نے جبکہ وہ چادر اوڑھے ہوئے تھے انہیں صلی اللہ علیک کہا اور آپ کے لئے دعا کی۔

سفیان نے ایک روایت میں کہا ہے کہ امام باقر سے کہا گیا کہ غیر انبیاء پر صلوٰۃ پڑھنا منع نہیں۔ فرمایا میں نے ایسے ہی سنا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی عملاً عدم کراہت کے قائل تھے کیونکہ حضور علیہ السلام کا قول ہے کہ **اللھم صلی علی آل ابی اوفی** اور ابوبکر آجری نے ابوجحیفہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی کو کوفہ کے منبر پر فرماتے سنا کہ اس امت کے نبی کے بعد بہترین آدمی ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ۔

حضرت ابوذر ہروی نے متنوع طرق سے اور دار قطنی وغیرہ نے جحیفہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر گیا اور میں نے کہا اے وہ شخص جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ہے تو آپ نے فرمایا ابوجحیفہ ذرا ٹھہرو کیا میں آپ کو بتاؤں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی کون ہے۔ وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ ابوجحیفہ تیرا برا ہو۔ کسی مومن کے دل میں میری محبت اور ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا بغض اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

اور محمد بن حنفیہ کی روایت سے جو انہوں نے آپ ہی سے بیان کی ہے ثابت ہو چکا ہے کہ آپ نے ان دونوں کے متعلق خیر امت ہونے کا انہیں بتایا تھا اور یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ سے طرق کثیرہ سے بیان ہوا ہے اور جو شخص ان طرق کا تتبع کرے گا اسے یقین حاصل ہو جائے گا کہ یہ قول حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی ہے اور رافضیوں وغیرہ کے لئے بھی ممکن نہیں ہو سکا کہ وہ اس قول کے بارے میں کہہ سکیں کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نہیں۔ اس کا انکار تو کوئی آثار سے جاہل شخص ہی کر سکتا ہے۔ اگر اب انہوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات تقیہ کے طور پر کہی تھی اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ جھوٹ اور افترا ہے آئندہ بھی اس کا بیان آئے گا۔ اس موقعہ پر سب سے احسن بات جو کہی جا سکتی ہے وہ یہی ہے کہ **لعنۃ اللہ علی**

واجب کرنے والا ہے پھر اس منحوس تقیہ کے بطلان کی تصریح کرتے ہوئے آپ نے ان کے سامنے یہ استدلال پیش کیا ہے کہ شیخین کی وفات کے بعد ان سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ انہیں کوئی سطوت حاصل نہیں۔ پھر آپ نے ہشام کے لئے بددعا کر کے اس کو واضح کیا۔ ہشام آپ کے زمانے کا بڑا صاحب شوکت بادشاہ تھا۔ جب آپ اس سے نہیں ڈرے حالانکہ اس کی سطوت وحکومت اور قوت وقہر سے خوف کھایا جاتا تھا تو آپ ان سے کیسے خوف کھا سکتے ہیں جو وفات پا چکے ہیں اور انہیں کوئی سطوت وشوکت بھی حاصل نہیں۔ جب امام باقر کا یہ حال ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جبکہ ان کے اور امام باقر کے درمیان اقدام' قوت' شجاعت' سخت جنگ کرنے اور کثرت تعداد و تیاری میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے خائف نہ تھے اور اس کے ساتھ آپ سے صحیح بلکہ تواتر کے ساتھ ثابت ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے شیخین کی مدح وثنا کی ہے اور انہیں خیر امت قرار دیا ہے اور امام مالک نے اثر صحیح میں امام جعفر صادق سے اور انہوں نے اپنے باپ امام باقر سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی' حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس کھڑے ہوئے اور وہ اپنے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کے متعلق جو کچھ کہا وہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات تقیہ کے طور پر کہنے کی کیا ضرورت تھی اور امام باقر کو کیا ضرورت تھی کہ اپنے بیٹے جعفر صادق کو تقیہ کے طور پر بات کہیں اور امام جعفر صادق کو کیا ضرورت تھی کہ امام مالک کے پاس تقیۃً بیان کریں۔ غور فرمائیں کہ ایک عقلمند آدمی اس قسم کی صحیح اسناد کو کیسے ترک کر سکتا ہے اور کیسے ایک غلط بات کے لئے اسے تقیہ پر محمول کر سکتا ہے۔ یہ فقط ان کی جہالت' غباوت' حماقت اور جھوٹ ہے۔ بعض شیعہ انصاف پسند جیسے عبدالرزاق ہے اس نے کیا اچھا طریقہ اختیار کیا ہے کہ وہ کہتا ہے میں شیخین کو اس لئے فضیلت دیتا ہوں کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ پر انہیں فضیلت دی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو میں انہیں فضیلت نہ دیتا۔ اس منحوس تقیہ کے دعویٰ میں جو باتیں انہیں جھوٹا قرار دیتی ہیں ان میں سے وہ روایت بھی ہے جسے دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی تو سفیان بن حرب نے بلند آواز سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا اے علی! اس معاملہ میں قریش کا ذلیل ترین گھرانہ آپ پر غالب آ گیا ہے اگر آپ چاہیں تو خدا کی قسم میں سواروں اور پیادوں کو اس کے خلاف لے کر آ جاؤں۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن! اس نے

مخالفین کے خلاف تلوار اٹھانا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ حق کا ساتھ دیا کرتے تھے اور شجاعت کے نہایت بلند مقام پر تھے اور اگر ان کے پاس امر خلافت کے متعلق حضور علیہ السلام کی کوئی وصیت ہوتی تو آپ اسے نافذ کرتے خواہ آپ کے سر پر تلوار سونتی ہوتی۔ اس بات میں وہی شخص شک کرسکتا ہے جو ان کے بارے میں ایسا ویسا اعتقاد رکھتا ہے مگر آپ اس سے بالکل بری ہیں۔

کیونکہ جب وہ اپنے معاملے ہی میں ہمیشہ مضطرب رہے تو جو کچھ بھی آپ نے کہا ہے اس میں خوف اور تقیہ کی وجہ سے حق کی مخالفت کا احتمال موجود ہے۔

کیونکہ جب تو جو کچھ بھی آپ نے کہا ہے اس میں خوف اور تقیہ کی وجہ سے حق کی مخالفت کا احتمال موجود ہے۔ یہ بات شیخ الاسلام امام غزالی نے فرمائی ہے اور بعض دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ اس سے بھی بری اور قبیح باتیں لازم آتی ہیں مثلاً ان کا یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کو امامت کے لئے مقرر نہیں فرمایا مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سے روک دیا گیا اور آپ نے تقیہ کے طور پر کہا کہ حضرت ابوبکر کو امیر بنالو تو اس سے یہ احتمال پیدا ہوتا ہے کہ جو کچھ آپ نے حضور علیہ السلام سے بیان کیا ہے وہ سب تقیۃً ہی ہے اور یہ بات اثبات عصمت کے لئے کچھ فائدہ مند نہیں۔

ایسے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ کسی کی پروا نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ امام شافعی سے کہا گیا کہ لوگوں کو حضرت علی کی لاپرواہی نے ان سے دور کردیا ہے تو حضرت امام شافعی نے جواب دیا وہ زاہد آدمی تھے اور زاہد دنیا اور آخرت کی پروا نہیں کرتا اور عالم بھی تھے اور عالم بھی کسی کی پروا نہیں کرتا اور وہ شجاع تھے اور شجاع بھی کسی کی پروا نہیں کرتا اور وہ شریف تھے اور شریف بھی کسی کی پروا نہیں کرتا۔ اس روایت کو بیہقی نے بیان کیا ہے۔ اگر فرض کے طور پر تسلیم کرلیا جائے کہ آپ نے یہ بات تقیۃً کہی ہے تو پھر بھی آپ نے اپنی ولایت کے تقاضوں کو باقی رکھا ہے حالانکہ آپ نے خلوت میں اور خلافت کے زمانہ میں منبر پر کھڑے ہو کر جبکہ آپ کو انتہائی قوت حاصل تھی شیخین کی ولایت کی تعریف کی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ پس اس بات سے غافل نہ ہو۔

ابوذر ہروی اور دارقطنی نے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو شیخین کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر

وہ اس معاملہ میں آپ کو اپنا ہم خیال سمجھتے ہیں۔ اس نظریہ کے حاملین میں ایک عبداللہ بن سبا[۱] بھی ہے جس نے سب سے پہلے اس رائے کا اظہار کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ان کے متعلق اپنے دل میں ایسے خیالات رکھنے سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ جو شخص ان کے متعلق خوبی اور اچھائی کے سوا کوئی اور بات اپنے دل میں پوشیدہ رکھتا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ آپ عنقریب اس بیان کو ملاحظہ فرمائیں گے۔ انشاء اللہ۔ پھر آپ نے ابن سبا کی طرف آدمی بھیجا جو اسے مدائن لے گیا تو اس نے کہا کہ یہ مجھے کسی شہر میں ٹکنے نہیں دیتے۔ ائمہ کہتے ہیں کہ یہ ابن سبا یہودی تھا جس نے اظہار اسلام کیا تھا اور روافض کے ایک گروہ کا بڑا لیڈر تھا اور ان لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس وقت نکالا تھا جب انہوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں الوہیت پائی جاتی ہے۔

دار قطنی نے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی کہ ایک آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حرف گیری کر رہا ہے۔ آپ نے اسے حاضر ہونے کا حکم دیا اور اس کے سامنے شیخین کے عیوب پیش کیے تا کہ وہ تسلیم کرے کہ میں یہ باتیں کہہ رہا تھا۔ وہ اس بات کو سمجھ گیا تو آپ نے اسے فرمایا خدا کی قسم جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ معبوث فرمایا ہے اگر میں وہ باتیں جو مجھے پہنچی ہیں تجھ سے سن لیتا اور اس پر شہادت بھی مل جاتی تو میں تیرے ساتھ اس اس طرح سلوک کرتا جب یہ بات ثابت ہو گئی ہے تو اہل بیت نبوی کے یہی شایان شان ہے کہ وہ اس معاملہ میں سلف کی اتباع کریں اور رافضیوں اور شیعہ غالیوں نے

---

[۱] ابن عساکر نے تاریخ میں لکھا ہے کہ یہ اصل میں یمنی ہے اور ایک سیاہ فام لونڈی کا بیٹا ہے۔ یہ یہودی تھا اور اس نے اظہار اسلام کر کے مسلمانوں کے شہروں کا دورہ کیا تا کہ انہیں ائمہ کی اطاعت سے روگرداں کر دے اور ان میں شر پھیلا دے۔ اس کام کے لئے وہ دمشق آیا۔ ابن جریر نے اپنی تاریخ میں اس کے متعلق بیان کیا ہے یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے بیٹوں کی خلافت کو منصوص قرار دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رجعت اور یہ کہ ان میں الوہیت کا جز ہے اور یہ کہ وہ بادلوں میں آئیں گے' کا نیا شاخسانہ اسی نے گھڑا ہے۔

مقریزی کہتے ہیں کہ ابن سبا سے رافضیوں میں کئی قسم کے غالی پیدا ہوئے ہیں اور انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے حجاز سے مسلمانوں کے دوسرے شہروں میں جاتا تھا مگر اس میں کامیاب نہ ہو سکا تو پھر اس نے اسلام اور مسلمانوں کے متعلق سازش تیار کی اور ۳۳ ہجری میں بصرہ آیا تو حضرت عبداللہ بن عامر نے اس کی بری باتوں کی وجہ سے اسے وہاں سے نکال دیا تو وہ کوفہ چلا گیا۔ وہاں سے بھی اسے نکال دیا گیا تو مصر چلا گیا اور وہیں اقامت اختیار کر لی اور اپنے داعیوں کو شہروں میں پھیلا دیا اور ان شہروں میں سے جو آدمی اس طرف مائل ہوا اسے لکھا کہ اپنے حاکموں پر عیب لگاؤ۔ ملاحظہ کیجئے: عبر التاریخ از کوثری

لوگوں کی بھی تکفیر نہیں کرتے جو حضرت علی کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں۔ اگر چہ یہ ہمارے نظریہ کے خلاف ہے اور ہمارا ہر زمانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک اس پر اجماع رہا ہے جیسا کہ اس بات کے آغاز میں بیان ہو چکا ہے بلکہ ہم نے ان کے لئے ایسا معیار قائم کر دیا ہے جو تکفیر سے مانع ہے اور امت میں سے جو شخص رافضیوں کی تکفیر کرتا ہے تو وہ ان کے دیگر برے کاموں کی وجہ سے کرتا ہے جو انہوں نے ساتھ ملا لئے ہیں۔ پس اس انسان کی تکفیر سے بچو جس کا دل ایمان سے لبریز ہے اور جاہل گمراہ غالیوں کی تقلید نہ کرو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صحیح اور ثابت شدہ روایات اور اہل بیت کے صریح بیانات میں جو شیخین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی گئی ہے اس پر غور کرو۔

ان احمقوں نے اگر چہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس بات کو تقیہ پر محمول کیا ہے پھر بھی اہل سنت کے نزدیک حضرت علی اور اہل بیت کی اتباع کی رکاوٹ میں یہ کوئی عذر نہیں بنتا۔ پس ان کے متعلق کفر کے اعتقاد سے بچو کیونکہ انہوں نے حضرت علی کے دل کو پھاڑ کر نہیں دیکھا کہ انہوں نے تقیہ کے طور پہ یہ بات کہی ہے بلکہ آپ کے قرائن احوال' شجاعت اور اقدام اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں کسی ملامت گر کے خوف کو خاطر میں نہ لانا اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ آپ نے تقیہ سے کام نہیں لیا۔ پس اہل سنت کے نزدیک یہ کوئی ایسا شبہ نہیں جو ان کو اعتقادِ کفر سے روکے۔

سبحانك هذا بهتان عظيم

خاتمہ:

شیخ الاسلام اور اپنے دور کے محقق ابو زرعہ ولی عراقی سے سوال کیا گیا کہ جو شیخین خلفائے اربعہ کو ترتیب معلوم کے مطابق افضل سمجھے لیکن ان میں سے ایک کو زیادہ محبوب رکھے کیا وہ گناہ گار ہو گا؟ آپ نے جواب دیا محبت دینی کام کی وجہ سے ہوتی ہے یا دنیوی کام کی وجہ سے دینی محبت افضلیت کو لازم ہے جو افضل ہو گا ہماری دینی محبت اس سے زیادہ ہو گی اور جب ہم ایک کے بارے میں یہ اعتقاد رکھیں کہ وہ افضل ہے اور دینی اعتبار سے دوسرے سے زیادہ محبت رکھیں تو یہ ایک تناقض بات ہو گی۔ ہاں اگر ہم کسی دنیوی کام یعنی قرابت اور احسان کی وجہ سے افضل کے بجائے غیر افضل سے زیادہ محبت رکھیں تو اس میں کوئی تناقض اور امتناع نہیں مگر جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

فصل دوم

قرآن وحدیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ان فضائل کا تذکرہ جن میں آپ منفرد ہیں

پہلی آیت:

وسیجنبها الاتقی الذی یؤتی ماله یتزکی ومالاحد عنده من نعمة تجزی الا ابتغاء وجه ربه الاعلیٰ ولسوف یرضی

اور وہ اتقیٰ جو اپنے مال کو دیتا ہے تاکہ اس کا تزکیہ ہو وہ عنقریب بچایا جائے گا اور کسی کا اس پر احسان نہیں جس کی جزا دی جائے۔ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایسا کر رہا ہے اور وہ اس سے راضی ہو جائے گا۔

ابن جوزی کہتے ہیں یہ آیت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس میں یہ تصریح موجود ہے کہ آپ ساری امت سے اتقیٰ ہیں اور اتقیٰ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم ہوتا ہے۔ جیسے کہ وہ فرماتا ہے:

ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے اتقیٰ ہے۔

پس نتیجہ یہ نکلا کہ آپ بقیہ امت سے افضل ہیں۔ اس آیت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حمل کرنا ممکن نہیں۔ جیسا کہ بعض جاہلوں نے افترا کے طور پر ان کی مخالفت کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ ومالاحد عندهٗ من نعمة تجزی۔

اس کو حضرت علی پر محمول کرنے سے روک دیتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی پرورش کی اور یہ آپ کا ان پر احسان ہے یعنی ایسا احسان جس کی جزا دی جائے گی اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اس آیت کے مفہوم سے خارج ہو گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا تعین ہو گیا کیونکہ آپ کے اتقیٰ ہونے پر اجماع ہو چکا ہے اور وہ دونوں میں سے ایک ہی ہو سکتا ہے نہ

نازل کی اور آپ کی ایسے لشکروں سے مدد کی
جن کو تم نے نہیں دیکھا۔

مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہاں صاحب سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور جو شخص آپ کی محبت کا انکار کرے اجماعی طور پر اس کی تکفیر کی جائے گی اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ میں ضمیر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے ہے اور جب ضمیر کو ہر اس بات کے مناسب لوٹایا جائے جو آپ کی شان کے مطابق ہے تو وایدہ بجنود آپ کے منافی نہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی جلالت شان اس بات کے لئے فیصلہ کن ہے کہ اگر آپ کو اس کے متعلق کوئی نص معلوم نہ ہوتی تو آپ آیت کو باوجود ظاہری طور پر مخالف ہونے کے اسے آپ پر محمول نہ کرتے۔

چوتھی آیت:

والذی جاء بالصدق وصدق بہ اولئک ھم المتقون

اور وہ شخص جو سچ لے کر آیا اور جس نے اس کی تصدیق کی۔ یہی لوگ متقی ہیں۔

بزار اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ حق لانے والے سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حق کی تصدیق کرنے والے سے مراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابن عساکر کہتے ہیں کہ ایک روایت بالحق کے الفاظ کے ساتھ بھی آئی ہے۔ شاید یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قرأت ہے۔

پانچویں آیت:

ولمن خاف مقام ربہ جنتان

اور جو شخص اپنے رب کے مقام سے ڈرے اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔

ابن ابی حاتم نے شوذب سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

چھٹی آیت:

وشاورھم فی الامر

اور ان سے معاملات میں مشورہ کر۔

حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر

لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین اولئک الذین یتقبل اللہ عنھم احسن ماعملوا ویتجاوز عن سیاتھم فی اصحاب الجنة وعد الصدق الذی کانوا یوعدون

کا شکریہ ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہے اور میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو راضی ہو اور میری اولاد کی اصلاح فرما میں تیرے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال کو اللہ تعالیٰ احسن رنگ میں قبول فرمائے گا اور ان کی کمزوریوں سے درگزر فرمائے گا۔ یہ اصحاب جنت میں ہوں گے۔ یہ وعدہ جو ان سے کیا جا رہا ہے بالکل سچ ہے۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ یہ ساری آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور جو اس پر غور کرے گا اسے اس میں خوبیاں اور احسان نظر آئیں گے۔ جن کی دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں نظیر بھی نہیں پائی جاتی۔

دسویں آیت:

ونزعنا مافی صدورھم من غل اخواناً علیٰ سررٍ متقابلین

اور ہم نے ان کے سینوں سے کینے کو کھینچ کر نکال باہر کیا ہے۔ وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں جو ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہیں۔

جیسا کہ قبل ازیں حضرت علی ابن الحسین رضی اللہ عنہ کی روایت سے بتایا جا چکا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

گیارھویں آیت:

ولایاتل اولوا الفضل منکم والسعة ان یوتوا اولی القربیٰ والمساکین والمھاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الاتحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفورٌ رحیم

اور تم میں سے صاحب فضل اور وسعت والے، قریبیوں، مساکین اور مہاجرین فی سبیل اللہ کو مال دینے میں کوتاہی سے کام نہ لیں اور چاہئے کہ عفو اور درگزر کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بخش دے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اخرجه الذين كفروا ثاني اثنين (الاية)
اس کی اس وقت مدد کی جب کفار نے اسے اور ثانی اثنین کو نکالا۔

ابن عساکر نے ابن عینیہ سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سب مسلمانوں سے اظہار ناراضگی فرمایا ہے اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس ناراضگی سے خارج ہیں پھر آپ نے یہ آیت پڑھی الاتنصروه فقد نصره الله (الایۃ)۔

احادیث نبویہ:

اس بارے میں بہت سی مشہور احادیث موجود ہیں جن میں سے چودہ احادیث باب اوّل میں تیسری فصل میں بیان ہو چکی ہیں پھر کچھ اور احادیث ہیں جن میں آپ کی رفعت شان، کمالات، اعلیٰ درجہ کے فضائل اور افضال کا بیان ہے۔ اس لئے اب ہم پندرھویں حدیث سے گنتی کا آغاز کرتے ہیں۔

پندرھویں حدیث:

شیخین نے حضرت عمرو بن العاص سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ:

اى الناس احب اليك؟ قال عائشة، فقلت من الرجال قال ابوها، فقلت ثم من، فقال عمر بن الخطاب فعد رجالاً وفی روایة لست اسئالك عن اهلك انما اسئلك من اصحابك

آپ کو لوگوں میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا عائشہؓ میں نے کہا مردوں میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا اس کا باپ، میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا عمر بن خطاب، آپ نے کئی آدمیوں کے نام گنوائے اور ایک روایت میں ہے کہ میں آپ سے آپ کے اہل کی نسبت نہیں پوچھتا، میں صرف آپ کے اصحاب کے بارے میں پوچھتا ہوں۔

سولہویں حدیث:

بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ:

كنانى زمن رسول الله صلى الله
ہم رسول اللہ ﷺ کے

عیمان ثم نسکت

ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا:

یا خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ابوبکر اما انک لو قلت ذلک فلقد سمعتہ یقول ما طلعت الشمس علی خیر من عمر

اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین شخص، تو حضرت ابوبکر نے کہا اگر تو یہ کہتا جو میں نے آپ کو فرماتے سنا ہے کہ عمر سے بہتر آدمی پر سورج طلوع نہیں ہوا۔

اور حضرت علی سے روایت تواتر کے ساتھ بیان ہو چکی ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین آدمی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور فرمایا مجھے کوئی شخص ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت نہ دے ورنہ میں اسے مفتری کی حد لگاؤں گا۔ اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے۔

ترمذی اور حاکم نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ:

ابو بکر خیرنا وسیدنا واحبنا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابوبکر ہم سے بہتر اور ہمارے سردار ہیں اور ہم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہیں۔

اور ابن عساکر میں ہے کہ:

ان عمر صعد المنبر ثم قال ان افضل ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابوبکر فمن قال غیر ھذا مفتر علیہ ما علی المفتری

حضرت عمر نے منبر پر چڑھ کر فرمایا ابوبکر اس امت کے نبی کے بعد سب سے افضل ہیں اور جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ مفتری ہے اور اسے مفتری کی حد لگے گی۔

سترھویں حدیث:

عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور ابونعیم وغیرہ نے ابوالدرداء سے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ماطلعت الشمس ولاغربت علی احد افضل من ابی بکر الا ان یکون نبیا

سورج کبھی کسی ایسے شخص پر طلوع وغروب نہیں ہوا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل ہو۔ سوائے اس کے کوئی نبی ہو۔

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ:

بائیسویں حدیث:

ابوداؤد اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

اتانی جبریل واخذ بیدی فارانی باب الجنة الذی تدخل منه امتی فقال ابوبکر انی کنت معك حتی انظر الیه فقال اماانك یا ابابکر اوّل من یدخل الجنة من امتی

حضرت جبریل میرے پاس آئے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس میں سے میری امت داخل ہوگی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں تاکہ میں اسے دیکھ سکوں۔ فرمایا اے ابوبکر میری امت میں سے سب سے پہلے آپ جنت میں داخل ہوں گے۔

تیئسویں حدیث:

طبرانی نے حضرت سمرۃ سے بیان کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

ان ابا بکر یوؤل الرؤ یاوان رؤیاه الصالحة حظه من النبوة ای نصیبه من آثار نبوة رسول الله صلی الله علیه وسلم المفاضة علیه لمزید صدقه وتخلیة لها عن سائر حظوظه واغرضه وعظیم فنائه عن نفسه واهله

ابوبکر رویاء کی تاویل بیان کرتے ہیں اور آپ کی رویا صالحہ نبوت میں سے آپ کا حصہ ہے یعنی رسول کریم ﷺ کے آثار نبوت میں آپ کا حصہ ہے جس کا آپ پر فیضان (آپ پر آپ کے صدق مزید اور دیگر حظوظ و اغراض سے بر کنارہ کشی اور اپنی جان اور اپنے اہل سے فنا ہو جانے کی وجہ سے ہوا ہے)

چوبیسویں حدیث:

دیلمی نے حضرت سمرۃ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ

امرت ان اولی الرویا ابا بکر

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رویا کی تعبیر کراؤں۔

پچیسویں حدیث:

احمد اور بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا

ابی بکر کو دیکھیے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے اہل نے تو آپ کا نام عبداللہ رکھا تھا مگر اس پر عتیق (آزاد) کا نام غالب آ گیا۔

انتیسویں حدیث:

حاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

یا ابا بکر انت عتیق اللہ من النار فمن یومئذٍ سمی عتیقاً

اے ابوبکر! تجھے اللہ تعالیٰ نے آگ سے آزاد کر دیا ہوا ہے۔ اس روز سے آپ کا نام عتیق پڑ گیا ہے۔

تیسویں حدیث:

بزار اور طبرانی نے نہایت عمدہ سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن زبیر سے بیان کیا ہے کہ:

کان اسم ابی بکر عبداللہ فقال له النبی صلی اللہ علیه وسلم انت عتیق اللہ من النار فسمی عتیقاً

حضرت ابوبکر کا نام عبداللہ تھا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تجھے اللہ تعالیٰ نے آگ سے آزاد کر دیا ہوا ہے۔ تو آپ کا نام عتیق پڑ گیا۔

تنبیہ:

ان احادیث سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے اور علماء کے نزدیک اصح یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ تھا اور لقب عتیق۔

اکتیسویں حدیث:

حاکم نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ:

جاء المشرکون الی ابی بکر فقالوا اهل لك الی صاحبك یزعم انه اسری به اللیلة الی بیت المقدس قال وقال ذلك قالوا انعم

مشرکین نے حضرت ابوبکر کے پاس آ کر کہا آپ کے ساتھی کا خیال ہے کہ وہ رات کو بیت المقدس گیا ہے کیا آپ اسے تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت ابوبکر نے کہا کیا یہ بات انہوں نے

چونتیسویں حدیث:

ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

مالاحد عندنا من يد الاوقد كافيناه بها ماخلا ابا بكر فان له عند نايد ايكافيه الله بها يوم القيامة' وما نفعني مال احد قط مانفعني مال ابی بكر ولو كنت متخذاً خليلا لا تخذت ابا بكر خليلا ألاوان صاحبكم ای محمداً صلی الله عليه وسلم خليل الله

ہم نے ابوبکر کے سوا' ہر آدمی کے احسان کا بدلہ دے دیا ہے۔ اس کے ہم پر اس قدر احسان ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے ان کا بدلہ دے گا۔ مجھے ابوبکر کے مال نے اس قدر فائدہ دیا ہے جتنا کسی اور کے مال نے کبھی نہیں دیا۔ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لوگو اس بات کو اچھی طرح سن لو کہ تمہارا صاحب یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ' اللہ تعالیٰ کا خلیل ہے۔

پینتیسویں حدیث:

شیخین' احمد' ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

من انفق زوجين في سبيل الله نودى من ابواب الجنة ۔ يا عبدالله هذا خير لك فمن كان من اهل الصلوٰة دعى من باب الصلوٰة ومن كان من اهل الجهاد دعى من باب الجهاد ومن كان من اهل الصيام دعى من باب الريان ومن كان من اهل الصدقة دعى من باب الصدقة قال ابوبكر وهل يدعى احد من تلك الابواب كلها قال ارجو ان تكون منهم

جو شخص دو روپے یا کسی چیز کا جوڑا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے گا اسے جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا۔ اے عبداللہ تیرے لئے یہ بہتر ہے۔ جو نمازی ہوگا اسے باب الصلوٰۃ سے بلایا جائے گا۔ جو جہاد کرنیوالا ہوگا اسے باب الجہاد سے بلایا جائے گا جو روزے دار ہوگا اسے باب الریان سے بلایا جائے گا۔ جو صدقہ دیتا ہوگا اسے باب الصدقۃ سے بلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا کوئی ایسا شخص بھی ہوگا جسے سب دروازوں سے بلایا جائے گا۔ فرمایا ہاں مجھے امید ہے کہ تو ان لوگوں میں سے ہوگا۔

چالیسویں حدیث:

طبرانی نے ابوامامہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

ان اللہ اتخذلی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا وان خلیلی ابوبکر

اللہ تعالیٰ نے میرا ایک خلیل بنایا ہے جیسے اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تھا اور میرا خلیل ابوبکر ہے۔

یہ حدیث خلافت کی چار حدیثوں کے خلاف ہے جو ابھی گزر چکی ہیں۔ ہاں اگر اسے کمال دوستی پر محمول کیا جائے تو پھر یہ ان احادیث کی قسم میں سے ہو جاتی ہے۔

اکتالیسویں حدیث:

طبرانی ابن شاہین اور حارث نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

ان اللہ یکرہ فوق سمائہ ان یخطأ ابو بکر فی الارض وفی روایۃ ان اللہ یکرہ ان یخطأ ابوبکر رجالہ ثقات

اللہ تعالیٰ آسمان پر سے اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ ابوبکر زمین میں غلطی کرے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے کہ ابوبکر غلطی کرے۔ اس روایت کے رجال ثقہ ہیں۔

بیالیسویں حدیث:

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ:

ما احد عندی اعظم یداً من ابی بکر واسانی بنفسہ ومالہ وانکحنی ابنتہ

مجھ پر ابوبکر سے بڑھ کر کسی نے احسان نہیں کیا۔ اس نے اپنے مال و جان سے میری ہمدردی کی اور اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کیا۔

تنتالیسویں حدیث:

طبرانی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا

ابو بکر فی الجنة — ابوبکر جنت میں ہوں گے۔

سنتالیسویں حدیث:

ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

رحم الله ابا بكر زوجني ابنته وحملني الى دار الهجرة واعتق بلالاً من ماله وما نفعني مال في الاسلام ما نفعني مال ابي بكر	اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے اس نے اپنی بیٹی میری زوجیت میں دی اور مجھے سوار کرا کے دار الہجرت لے گئے اور اسلام میں ابوبکر کے مال نے جو مجھے فائدہ دیا کسی اور کے مال نے نہیں دیا۔

یہ قول کہ وہ مجھے سوار کر کے دار الہجرت لے گئے۔ بخاری کی اس حدیث کے منافی ہے جس میں آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ابوبکر سے وہ سواری قیمتاً لی تھی اس کی تطبیق یوں بھی ہو سکتی ہے کہ آپ نے پہلے اس سواری کو قیمتاً لیا پھر ابوبکر اس کی قیمت کی ذمہ داری سے بری ہو گئے۔ اس کے تتمہ کا بیان ابھی آئے گا۔

اڑتالیسویں حدیث:

بخاری نے ابوالدردا سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ:

كنت جالساً عند النبي صلى الله عليه وسلم اذ اقبل ابوبكر فسلم وقال اني كان بيني وبين عمر بن الخطاب فاسرعت اليه ثم ندمت فسالته ان يغفرلي فابى على فاقبلت اليك فقال يغفر الله لك يا ابا بكر يغفر الله لك يا ابابكر يغفر الله لك الله يا ابا بكر ثم ان عمر ندم فاتى منزل ابي بكر فلم يجده فاتى النبي صلى الله عليه وسلم فجعل وجه النبي صلى الله	میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابوبکر نے آ کر سلام کیا اور کہا کہ میرے اور عمر کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا تو میں نے جلدی سے ان کے پاس جا کر اظہار ندامت کیا اور معافی چاہی مگر انہوں نے نہیں مانا تو اب میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا ابوبکرؓ خدا تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔ ابوبکرؓ خدا تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔ ابوبکر تجھے خدا تعالیٰ معاف فرمائے۔ حضرت عمر کو بھی بعد میں ندامت ہوئی اور وہ حضرت ابوبکر کے گھر آئے مگر وہ

دی تو آپ نے کھڑے کر لوگوں سے فرمایا تم میرے دوست کو کیوں نہیں چھوڑتے۔ تمہیں اس سے کیا نسبت۔ خدا کی قسم تم میں سے ہر ایک کے دروازے پر ظلمت ہے۔ سوائے ابوبکر کے دروازے کے۔ اس کے دروازے پر نور ہے۔ تم نے میری تکذیب کی اور اس نے میری تصدیق کی۔ تم نے اپنے اموال کو خرچ کرنے سے روکا اور اس نے میرے لئے مال کو خرچ کیا۔ تم نے مجھے بے یار و مددگار چھوڑا اور اس نے میری ہمدردی اور اتباع کی۔

پچاسویں حدیث:

بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

من جر ثوبه خيلا لم ينظر الله اليه يوم القيامة فقال ابوبكر ان احد شقي ثوبي يسترخي الا ان اتعاهد ذلك منه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انك لست تصنع ذلك خيلا

جو شخص اپنا کپڑا تکبر سے گھسیٹتا پھرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔ ابوبکر نے عرض کیا کہ میرے کپڑے کا ایک حصہ تو لٹکتا ہی رہتا ہے۔ سوائے اس کے کہ میں اس کا خیال رکھوں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو تکبر سے ایسا نہیں کرتا۔

اکاونویں حدیث:

مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

من اصبح منكم اليوم صائماً قال ابوبكر انا قال فمن تبع منكم اليوم جنازة قال ابوبكر أنا قال فمن اطعم منكم اليوم مسكينا قال ابوبكر انا قال فمن عادمنكم اليوم مريضاً قال ابوبكر انا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما اجتمعن في امرىء الادخل الجنة وفي رواية وجبت لك الجنة

آج صبح تم میں سے کسی نے روزہ رکھا ہے؟ ابوبکر نے عرض کیا میں نے روزہ رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا آج تم میں سے کون جنازہ کے ساتھ گیا تھا؟ ابوبکر نے عرض کیا میں گیا ہوں۔ آپ نے فرمایا آج تم میں سے مسکین کو کس نے کھانا کھلایا ہے؟ ابوبکر نے عرض کیا میں نے کھلایا ہے۔ آپ نے فرمایا آج تم میں سے مریض کی عیادت کس نے کی ہے؟ ابوبکر نے عرض کیا میں نے عیادت کی ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں یہ سب باتیں جمع ہو جائیں وہ جنتی ہوتا ہے

ارضی بھا عمر زعم انه لم یرد خیراً قط الاسبقه الیه ابوبکر کذا لفظ ھذا الحدیث فی النسخة التی رایتھا وفیه مایحتاج الی التامل

کو دے دیا۔ آپ نے فرمایا تجھے جنت کی خوشخبری ہو پھر ایک بات کہی جس سے حضرت عمر بھی خوش ہو گئے وہ کہتے ہیں جب بھی میں نے کسی نیک کام کا ارادہ کیا ہے ابوبکر مجھ سے سبقت لے گئے ہیں۔ یہ الفاظ حدیث کے اس نسخہ کے ہیں جسے میں نے دیکھا ہے۔ اس میں کچھ باتیں غور وفکر کی محتاج ہیں۔

ابویعلیٰ نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ:

کنت فی المسجد اصلی فدخل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ومعه ابوبکر و عمر فوجد نی ادعو فقال سل تعطه ثم قال من اراد ان یقرأ القران غضاطریا فلیقرأ بقراء ة ابن ام عبد فرجعت الی منزلی فاتانی ابوبکر فبشرنی' ثم اتانی عمر فوجد ابا بکر خارجاً قدسبقه فقال انك لسباق بالخیر

میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا کہ رسول کریم ﷺ ' حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مسجد میں تشریف لائے اور مجھے دعا کرتے ہوئے دیکھ کر فرمایا اس سے مانگو وہ تمہیں دے گا۔ پھر فرمایا جو شخص قرآن پاک کو تروتازہ صورت میں پڑھنا چاہتا ہے تو وہ ابن ام عبد کی قرأت میں پڑھے۔ اس کے بعد میں اپنے گھر واپس آ گیا تو حضرت ابوبکر نے آ کر مجھے مبارک دی پھر حضرت عمر میرے پاس آئے تو انہوں نے حضرت ابوبکر کو میرے گھر سے نکلتے دیکھا تو کہا تو نیکی کے کاموں میں بہت سبقت لے جانے والا ہے۔

ترپنویں حدیث:

احمد نے سند حسن سے ربیعہ اسلمی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں:

جری بینی وبین ابی بکر کلام فقال لی کلمة کرھتھا وندم فقال لی یاربیعة رد علی مثلھا حتی

میرے اور حضرت ابوبکر کے درمیان کچھ سخت کلامی ہو گئی تو انہوں نے مجھے ایک ایسی بات کہی جو مجھے بری لگی اور وہ بھی اپنی بات پر نادم

صلی اللہ علیہ وسلم اجل لاترد علیہ ولکن قل غفر اللہ لک یا ابابکر فقلت غفر اللہ یا ابا بکر

علیہ السلام نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا تمہارا اور صدیق کا کیا معاملہ ہے۔ میں نے عرض کیا حضور (صلی اللہ علیک وسلم) اس اس طرح واقعہ ہوا تھا۔ انہوں نے مجھے ایک ایسی بات کہی جو مجھے ناگوار گزری پھر انہوں نے مجھے کہا مجھے بھی ایسی بات کہہ لو جیسی میں نے کہی ہے تاکہ قصاص ہو جائے۔ میں نے بات کہنے سے انکار کیا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا ہاں اسے جواب نہ دیجئے کہیے کہ اے ابوبکر اللہ تعالیٰ تجھے معاف کرے تو میں نے کہا اے ابوبکرؓ اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے۔

چونویں حدیث:

ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بروایت حسن بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ:

انت صاحبی علی الحوض وصاحبی فی الغار ومؤنسی فی الغار

تو حوض کوثر پر میرے ساتھ ہوگا اور غار میں تو میرا مونس اور ساتھی ہوگا۔

پچپنویں حدیث:

بیہقی نے حضرت حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ان فی الجنة طیراً کامثال البخاتی قال ابوبکر انها لنا عمة یارسول اللہ قال انعم منها من یاکلها وأنت ممن یاکلها

جنت میں بختی اونٹنیوں کی طرح پرندے ہوں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ وہ موٹے اور تر و تازہ ہوں گے؟ فرمایا وہ کھانے والے کو بطور انعام ملیں گے اور آپ بھی اسے کھانے والوں میں ہوں گے۔

یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

دیتا۔ آپ نے فرمایا تو سچ کہتا ہے۔

انسٹھویں حدیث:

طبرانی نے الکبیر میں اور ابن شاہین نے السنۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے موصولاً بیان کیا ہے اور ابوالقاسم بغوی کہتے ہیں ہم سے داؤد بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا اور عبدالجبار بن الورد نے ابن ابی ملیکہ سے بیان کیا اور وکیع نے عبدالجبار بن الورد کی متابعت کی۔ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ عبدالجبار ثقہ آدمی ہے اور اس کے شیخ ابن ابی ملیکہ امام ہیں مگر یہ روایت اس طریق سے مرسل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

دخل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم واصحابہ غدیراً فقال لیسبح کل رجل الی صاحبہ نسبح کل رجل منہم الی صاحبہ حتی بقی رسوّل اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم و ابوبکر فسبح رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الی ابی بکر حتی اعتنقہ فقال لو کنت متخذاً خلیلا لاتخذت ابا بکر خلیلا و لکنہ صاحبی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب تالاب میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا ہر شخص اپنے دوست کے ساتھ پیراکی کرے۔ ہر شخص نے اپنے دوست کے ساتھ پیراکی کی۔ یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ باقی رہ گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیر کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور آپ کو گلے لگالیا اور فرمایا اگر میں کسی کو خلیل بنانے والا ہوتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیل بناتا لیکن وہ میرے صاحب ہیں۔

ساٹھویں حدیث:

ابن ابی الدنیا نے مکارم الاخلاق میں اور ابن عساکر نے صدقۃ بن میمونہ کے طریق سے سلمان بن یسار سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

خصال الخیر ثلثمائۃ وستون خصلۃ اذا ارادا اللّٰہ بعبد خیراً جعل فیہ خصلۃ منہا بہا یدخل الجنۃ فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ یا رسول اللّٰہ افی شیء منہا قال نعم جمیعہا

اچھے خصائل تین سو ساٹھ ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کو کسی بندے کی بھلائی مطلوب ہوتی ہے تو ان خصائل میں سے کوئی خصلت اس میں رکھ دیتا ہے۔ اس سے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ان

مانفعنی مال قط مانفعنی مال ابی بکر فبکی ابوبکر وقال هل انا ومالی الالك یارسول الله

مجھے ابوبکر کے مال نے جو فائدہ دیا ہے کسی اور کے مال نے نہیں دیا۔ یہ بات سن کر حضرت ابوبکر نے اشکبار ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) میں اور میرا مال آپ ہی کے لئے ہیں۔

ابو یعلیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک ایسی ہی مرفوع حدیث بیان کی ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت علی، حضرت ابن عباس، حضرت جابر بن عبد اللہ اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے اور خطیب نے اسے ابن المسیب سے مرسل بیان کیا ہے اور یہ الفاظ زائد بیان کیے ہیں کہ:

کان صلی اللہ علیه وسلم یقضی فی مال ابی بکر کما یقضی فی ماله

یعنی حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر کے مال میں اپنے مال کی طرح فیصلہ کرتے تھے۔

ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عروہ سے کئی طرق سے بیان کیا ہے کہ جس روز حضرت ابوبکر نے اسلام قبول کیا آپ کے پاس چالیس ہزار دینار تھے اور ایک روایت میں چالیس ہزار درہم کے الفاظ آئے ہیں آپ نے ان سب کو رسول کریم ﷺ پر خرچ کر دیا۔

پینسٹھویں حدیث:

بغوی اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

کنت عند النبی صلی اللہ علیه وسلم وعنده ابوبکر الصدیق وعلیه عباءة قد خللها فی صدره بخلال فنزل علیه جبریل فقال یامحمد مالی أری ابابکر علیه عباءة قد خللها فی صدرة بخلال فقال یا جبریل انفق ماله علی قبل الفتح، قال فان الله یقرأ علیه السلام ویقول قل له أراض انت

میں حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس موجود تھا اور حضرت ابوبکر الصدیق بھی وہیں تھے اور آپ ایک چوغہ زیب تن کئے ہوئے تھے جو سینے سے پھٹا ہوا تھا۔ حضرت جبریل نے حضور علیہ السلام کے پاس آکر کہا اے محمد (ﷺ) میں ابوبکر کے جسم پر ایک چوغہ دیکھ رہا ہوں جو سینے سے پھٹا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اے جبریل اس نے فتح مکہ سے پہلے مجھ پر اپنا مال خرچ کر دیا تھا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ انہیں سلام

فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ماأبقیت لاهلك؟ قلت مثلة فأتی ابوبكر بكل ماعنده فقال یا ابا بكر ماأبقیت لاهلك؟ قال أبقیت لهم الله ورسوله فقلت لاأسبقه الی شیء ابدًا

نے فرمایا گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو۔ میں نے کہا جتنا مال لایا ہوں اتنا مال گھر بھی چھوڑ کر آیا ہوں۔ ابوبکر اپنے گھر کا سارا سامان لے آئے۔ آپ نے فرمایا ابوبکر گھر والوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ عرض کیا ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول (ﷺ) چھوڑ آیا ہوں۔ میں نے کہا میں اس سے کبھی نہیں بڑھ سکوں گا۔

ستاسٹھویں حدیث:

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر سے صحابہ کے ایک مجمع میں دریافت کیا گیا۔ کیا آپ نے جاہلیت میں کبھی شراب پی تھی۔ فرمایا میں اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہوں۔ میں نے کہا۔ انہوں نے یہ کیوں نہ کہا کہ میں اپنی عزت اور جوانمردی کی حفاظت وصیانت کرتا تھا اور جو شخص شراب پیتا ہے وہ اپنی عزت اور جوانمردی کو برباد کر دیتا ہے۔ جب رسول کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا ابوبکر نے سچ کہا۔ ابوبکر نے سچ کہا۔ یہ حدیث سند اور متن کے لحاظ سے مرسل غریب ہے۔

ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے کہ خدا کی قسم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جاہلیت اور اسلام میں کبھی شعر نہیں کہا اور نہ انہوں نے اور نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جاہلیت میں کبھی شراب پی۔

ابونعیم نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جاہلیت میں بھی شراب کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔

اڑسٹھویں حدیث:

ابونعیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

ماکلمت فی الاسلام احداً الا ابی علی وراجعنی الکلام الا ابن ابی قحافة فانی لم اکلمه فی شیء

جب بھی میں نے کسی کو دعوت اسلام دی تو سوائے ابوبکر کے ہر ایک نے انکار کیا اور مجھ سے باتوں میں الجھ پڑا اور ابوبکر سے جب میں

اذا تذكرت شجواً من اخی ثقة　　فاذكر اخاك ابا بكر بما فعلا

خير البرية اتقاها واعدلها　　الى النبی واوفاها بما حملا

والثانی والتالی المحمود مشهده　　واول الناس منهم صدق الرسلا

ترجمہ: ''یعنی جب تجھے کسی قابل اعتماد بھائی کا غم یاد آئے تو اپنے بھائی ابوبکر کو بھی یاد کر کہ اس نے کیا کچھ کیا۔ وہ مخلوق سے بہتر، اتقی اور سب سے عادل انسان تھا اور نبی کریم ﷺ کے بارے میں جو ذمہ داری اس نے اٹھائی اسے سب سے بڑھ کر پورا کیا۔ وہ ثانی اثنین اور آپ کا پیروکار تھا اور رسولوں کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والا تھا۔''

اس کے علاوہ صحابہ کرام، تابعین اور دوسرے بے شمار لوگوں نے کہا ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے میں سب سے اوّل تھے بلکہ بعض نے تو اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ اس حدیث اور ان احادیث میں جو اس کے منافی بیان ہوئی ہیں اس طرح تطبیق[1] دی گئی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اور غلاموں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت زید ہیں۔ ابن کثیر نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے آپ کے اہل بیت میں سے حضرت خدیجہ، آپ کا غلام زید اور اس کی بیوی ام ایمن، حضرت علی اور ورقہ ایمان لائے اور اس کی تائید سعد بن وقاص کی صحیح روایت سے ہوتی ہے کہ اس سے پہلے پانچ سے زیادہ آدمی اسلام قبول کر چکے تھے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں اسلام کے لحاظ سے سب سے بہتر تھے۔

انہترویں حدیث:

ابویعلیٰ، احمد اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ:

قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر ولابی بکر مع احد کما جبریل ومع الآخر میکائیل

مجھے اور حضرت ابوبکر کو رسول کریم ﷺ نے بدر کے روز فرمایا تم میں سے ایک کے ساتھ جبریل اور دوسرے کے ساتھ میکائیل ہے۔

[1] سب سے پہلے یہ تطبیق دینے والے حضرات امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں جیسے کہ سیوطی نے ذکر کیا ہے۔

فصل سوم

''حضرت ابوبکر کے ان فضائل کا تذکرہ جن میں اصحاب ثلاثہ اور دوسرے لوگوں کا ذکر بھی شامل ہے۔ اس فصل کو میں نے سیاق کے اعتبار سے پہلی فصل سے الگ نوع کی قرار دیا ہے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور شرف کے لحاظ سے یہ پہلی فصل کی جنس سے ہے اور اس لئے اس کا نمبر شمار پہلی فصل پر ہی رکھا گیا ہے۔''

اکہترویں حدیث:

حاکم نے الکنی میں ابن عدی نے الکامل میں اور خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ابو بکر وعمر خير الاولين والآخرين وخير اهل السماء وخير اهل الارض الا النبيين والمرسلين

ابوبکر اور عمرؓ انبیاء اور مرسلین کو چھوڑ کر اولین و آخرین اور آسمانوں اور زمین میں رہنے والے تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔

بہترویں حدیث:

طبرانی نے حضرت ابوالدرداء سے بیان کیا ہے کہ:

اقتدوا بالذين من بعدى ابى بكر وعمر فانهما حبل الله الممدود من تمسك بهما فقد تمسك بالعروة الوثقى لا انفصام لها

میرے بعد ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کی اقتدا کرو کیونکہ وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی پھیلائی ہوئی رسی ہیں جو ان سے تمسک کرے گا وہ ایک مضبوط کڑے کو پکڑ لے گا جو نا قابل شکست ہوگا۔

یہ حدیثؑ اور طرق سے بھی مروی ہے جن کا ذکر احادیث خلافت میں گزر چکا ہے۔

عليها فالتفتت اليه فكلمته فقالت انى لم اخلق لهذا ولكننى خلقت للحرث قال الناس سبحان الله قال النبى صلى الله عليه وسلم فانى أومن بذلك وابو بكر وعمر وماثم ابوبكر وعمر . اى لم يكونافى المجلس شهد لهما صلى الله عليه وسلم بالايمان لعلمه بكمال ايمانهما وفى رواية بينارجل راكب على بقرة فالتفتت ابه فقالت انى لم اخلق لهذا انما خلقت للحرث فانى أومن بهذا اناو ابوبكر وعمر وبينار جل فى غنمه اذعدا الذئب فذهب منها بشأة فطلبه حتى استنقذها منه فقال له الذئب استنقذتها منى فمن لها يوم السبع يوم لاراعى لها غيرى فانى أومن بهذا انا و ابوبكر و عمر

کون بچائے گا اور ایک آدمی نے بیل پر بوجھ لادا ہوا تھا تو بیل نے آدمی کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میں بوجھ اٹھانے کے لئے پیدا نہیں ہوا بلکہ کھیتی باڑی کے لئے پیدا ہوا ہوں۔ لوگوں نے کہا سبحان اللہ' حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں ابوبکر اور عمر اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں حالانکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر وہاں موجود ہی نہ تھے لیکن نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کے کمال ایمان کو جانتے ہوئے یہ گواہی دی۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک آدمی بیل پر سوار تھا کہ بیل نے اس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میں سواری کے لئے نہیں بلکہ کھیتی باڑی کے لئے پیدا کیا گیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ابوبکر اور عمر اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں اور ایک آدمی اپنی بکریوں میں موجود تھا کہ بھیڑیا اس پر حملہ کر کے ایک بکری لے گیا۔ اس نے بھیڑیے سے بکری کا مطالبہ کیا اور بکری کو اس سے چھڑا لیا تو بھیڑیے نے اسے کہا تو نے بکری کو مجھ سے چھڑا لیا ہے مگر یوم السبع کو اسے کون بچائے گا۔ جب میرے سوا ان کا کوئی چرواہا نہ ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں' ابوبکر اور عمر اس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں۔

ستترویں حدیث:

احمد' ترمذی' ابن ماجہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ابوسعید سے اور طبرانی نے جابر بن

اسیویں حدیث:

حاکم اور ترمذی نے بیان کیا ہے اور اسے عبداللہ بن حنظلہ سے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے

راى ابا بكر و عمر فقال هذان السمع والبصر — ابوبکر اور عمر کو دیکھ کر فرمایا یہ دونوں سمع و بصر کے مقام پر ہیں۔

طبرانی نے اسے حضرت عمر اور ابن عمر کی حدیث سے بیان کیا ہے۔

اکاسویں حدیث:

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حلیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور خطیب نے حضرت جابر اور ابویعلیٰ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ابوبكر و عمر منى بمنزلة السمع والبصر من الرأس — ابوبکر اور عمر مجھ سے اس مقام پر ہیں جو مقام سمع وبصر کو سر سے حاصل ہوتا ہے۔

بیاسویں حدیث:

طبرانی اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

ان الله ايدنى باربعة وزراء اثنين من اهل السماء جبريل و ميكائيل واثنين من اهل الارض ابى بكر و عمر — اللہ تعالیٰ نے چار وزراء سے میری تائید فرمائی ہے۔ دو وزیر اہل سماء میں سے ہیں یعنی جبریل اور میکائیل اور دو اہل زمین میں سے ہیں یعنی ابوبکر و عمر۔

تراسویں حدیث:

طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

ان لكل نبى خاصة فى اصحابه وان خاصتى من اصحابى ابوبكر وعمر — ہر نبی کے اصحاب میں سے کچھ خاص لوگ ہوتے ہیں۔ میرے اصحاب میں سے خاص لوگ ابوبکر و عمر ہیں۔

نواسیویں حدیث:

ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

القائم بعدی فی الجنة والذی یقوم بعده فی الجنة والثالث والرابع فی الجنة

میرے بعد کھڑا ہونے والا جنتی ہے اور جو اس کے بعد کھڑا ہوگا وہ جنت میں ہوگا۔ تیسرا اور چوتھا بھی جنت میں ہوگا۔

نوویں (۹۰) حدیث:

ابن عساکر نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

اربعة لایجتمع جهم فی قلب منافق ولایحبهم الامومن ابوبکر وعمر، عثمان وعلی

چار آدمیوں کی محبت منافق کے دل میں جمع نہیں ہوسکتی اور نہ ہی مومن کے سوا، کوئی ان سے محبت کرتا ہے یعنی ابوبکر، عمر، عثمان اور علی سے۔

اکانویں حدیث:

ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

رحم الله ابا بکر زوجنی ابنته وحملنی الی دارالهجرة وأعتق بلالا من ماله ومانفعنی مال فی الاسلام مانفعنی مال ابی بکر رحم الله عمر یقول الحق و ان کان مداً لقد ترکه الحق وماله من صدیق، رحم الله عثمان تستحی منه الملائکة وجهذ جیش العسرة وزادفی مسجدنا حتی وسعنا، رحم الله علیا اللهم ادرالحق معه جبث دار

اللہ تعالیٰ ابوبکر پر رحم فرمائے اس نے اپنی بیٹی میری زوجیت میں دی اور مجھے سوار کرا کے دار الہجرت لے گئے اور اپنے مال سے بلال کو آزاد کروایا اور اسلام میں کسی کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر کے مال نے پہنچایا ہے۔ اللہ تعالیٰ عمر پر رحم فرمائے۔ وہ حق کی مرارت کے باوجود حق ہی کہتے ہیں۔ حق گوئی کی وجہ سے اس کا کوئی دوست نہیں۔ اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم فرمائے اس ۔۔ فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ اس نے جیش العسرۃ کو سازو سامان سے آراستہ کیا اور ہماری مسجد میں اضافہ کیا جس سے ہمیں وسعت حاصل ہوئی

چورانویں حدیث:

احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

ارحم امتی ابوبکر واشدھم فی دین اللہ عمر واصدقھم حیاء عثمان واقرؤھم لکتاب اللہ ابی بن کعب وافرضھم زید بن ثابت واعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل ولکل امۃ امین وامین ھذہ الامۃ ابوعبیدۃ بن الجراح

میری امت کا سب سے رحم دل آدمی ابوبکرؓ سب سے زیادتی سختی سے دین پر عمل کرنے والا عمرؓ سب سے زیادہ حیادار عثمانؓ سب سے زیادہ کتاب اللہ کا قاری ابی بن کعبؓ سب سے زیادہ فرائض کا جاننے والا زید بن ثابتؓ سب سے زیادہ حلال وحرام کا عالم معاذ بن جبل ہے اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ[1] بن الجراح ہے۔

اور طبرانی کی ایک روایت میں جو الاوسط میں بیان ہوئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر ہے اور سب سے زیادہ نرمی کرنے والا عمر ہے اور سب سے زیادہ حیادار عثمان ہے۔ سب سے زیادہ قاضی علی بن ابی طالب ہے اور حلال وحرام کا زیادہ عالم معاذ بن جبل ہے وہ قیامت کے دن علماء کے آگے آگے ہوگا۔ امت کا سب سے بڑا قاری ابی ابن کعب اور سب سے زیادہ فرائض کا جاننے والا زید بن ثابت ہے اور عمویمر یعنی ابوالدرداء کے حصے میں عبادت آئی ہے اور ابن عساکر کی ایک اور روایت میں ہے کہ میری امت کا سب سے زیادہ رحم دل آدمی ابوبکر ہے اور سب سے زیادہ حسن اخلاق والا ابوعبیدہ بن الجراح ہے اور زیادہ صحیح لہجہ والا ابوذر ہے اور حق کے معاملہ میں سب سے زیادہ سخت عمر ہے اور سب سے زیادہ اچھے فیصلے کرنے والا علی ہے اور العقیلی کی ایک روایت میں ہے کہ اس امت پر سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر ہے اور سب سے زیادہ دین میں قوی عمر ہے اور سب سے زیادہ فرائض کو جاننے والا زید بن ثابت ہے اور سب سے زیادہ صحیح فیصلے کرنے والا علی بن ابی طالب ہے اور سب سے زیادہ حیادار عثمان بن عفان ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح ہے اور سب سے زیادہ قاری ابی ابن کعب ہے اور ابوہریرہ علم کا برتن ہے اور سلمان اتھاہ عالم ہے

[1] ان کا اصل نام عامر بن عبیداللہ بن الجراح ہے۔

ستانویں حدیث:

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

انا اوّل من تنشق عنه الارض ثم ابوبکر ثم عمر

سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی پھر ابوبکر اور عمر کی۔

بزار نے اُردی الدوسی سے بیان کیا ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا کہ ابوبکر اور عمر آ گئے تو آپ نے فرمایا:

الحمد لله الذی أیدنی بکما

اس خدا کا شکر ہے جس نے تم دونوں کے ذریعہ میری مدد فرمائی۔

یہ حدیث اسی طرح براء بن عازب سے بھی بیان ہوئی ہے جسے طبرانی نے الاوسط میں بیان کیا ہے۔

سویں حدیث:

عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں حضرت انس سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ:

انی لارجو لامتی فی جهم لأبی بکر و عمر مارجولهم فی قول لا اله الا الله

میں اپنی امت سے امید رکھتا ہوں کہ جیسے وہ لا الہ الا اللہ سے محبت رکھتے ہیں ایسی ہی محبت ابوبکر اور عمر سے رکھیں گے۔

۱۰۱ حدیث:

ابویعلی نے عمار بن یاسر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

أتانی جبریل آنفافقلت یا جبریل حدثنی بفضائل عمر بن الخطاب فقال لوحدثتك بفضائل عمر منذمالبث نوح فی قومه مانفدت فضائل عمر وان عمر حسنة من حسنات ابی بکر

ابھی میرے پاس جبریل آئے تو میں نے کہا مجھے عمر بن خطاب کے فضائل بتایئے، کہنے لگے اگر میں عمر کے فضائل اس وقت سے بیان کرنے لگوں جب نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ٹھہرے تھے تو بھی عمر کے فضائل ختم نہ ہوں اور عمر ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے۔

۱۰۶ حدیث:

ابن عساکر نے بھی ایسی ہی ایک روایت بیان کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

حب ابی بکر و عمر من السنة — ابوبکر اور عمر کی محبت، سنت پر چلنے کی علامت ہے۔

۱۰۷ حدیث

احمد، بخاری، ترمذی اور ابو حاتم نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ:

صعد النبی صلی اللہ علیه وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان أحداً فرجف بهم فضربه النبی صلی اللہ علیه وسلم برجله وقال أثبت احد فانما علیك نبی و صدیق و شهید ان

حضرت نبی کریم ﷺ، ابوبکر، عمر اور عثمان احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ لرز اٹھا۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے اس پر پاؤں مار کر فرمایا احد اپنی جگہ پر ٹھہرا رہ۔ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔

آپ نے یہ بات اس لئے فرمائی کہ پہاڑ کا یہ لرزہ اس قسم کا نہ تھا جو تحریف کلام کے بعد موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو پہاڑ پر پیش آیا تھا کیونکہ وہ لرزہ تو غضب الٰہی تھا اور یہ خوشی سے جھومتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے خوشی سے مقام نبوت و صدیقیت اور شہادت کو بیان فرمایا ہے نہ کہ اس کے لرزے کی وجہ سے، پس پہاڑ اپنی جگہ پر ٹک گیا۔

ترمذی، نسائی اور دار قطنی نے حضرت عثمان سے بیان کیا ہے کہ:

انه صلی اللہ علیه وسلم کان علی ثبیر بمکة ومعه ابوبکر وعمر وانا فتحرك الجبل حتی تساقطت حجارته بالحضیض ای قرار الارض منقطع الجبل فرکضه ای ضربه برجله وقال اسکن ثبیر فانما علیك نبی وصدیق و شهیدان

حضرت نبی کریم ﷺ، ابوبکر، عمر میرے ساتھ مکہ کے ثبیر پہاڑ پر کھڑے تھے کہ پہاڑ میں حرکت پیدا ہوئی۔ یہاں تک کہ اس کے پتھر زمین پر گرنے لگے۔ آپ نے اس پر پاؤں مار کر فرمایا ثبیر ٹھہر جا، تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔

مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ:

بیٹھ گئے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے سات یا نو کے قریب سنگریزے ہاتھ میں لئے تو انہوں نے آپ کے ہاتھ میں تسبیح شروع کر دی یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ میں شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ان کی آواز آتی تھی پھر آپ نے انہیں حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں دے دیا تو انہوں نے حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں تسبیح کی۔ اس کے بعد آپ نے ان سے لے کر انہیں زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئے اور سنگریزے بن گئے۔ پھر آپ نے انہیں حضرت عمر کو دے دیا تو انہوں نے حضرت عمر کے ہاتھ میں ایسے ہی تسبیح کی جیسے حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں کی تھی۔ پھر آپ نے ان سے لے کر انہیں زمین پر رکھا تو وہ خاموش ہو گئے۔ پھر آپ نے انہیں حضرت عثمان کو دیا تو انہوں نے حضرت عثمان کے ہاتھ میں ایسے ہی تسبیح کی جیسے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے ہاتھ میں کی تھی۔ پھر آپ نے ان سے لے کر انہیں زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئے۔

بزا اور طبرانی نے ''الاوسط'' میں حضرت ابوذر سے ایسی ہی روایت کی ہے مگر اس کے الفاظ یہ ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنے ہاتھ میں سات سنگریزے پکڑے یہاں تک کہ میں نے ان کی آواز سنی پھر آپ نے انہیں حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں پکڑا دیا تو انہوں نے تسبیح کی پھر آپ نے انہیں حضرت عمر کے ہاتھ میں پکڑا دیا تو انہوں نے تسبیح کی پھر آپ نے انہیں حضرت عثمان کے ہاتھ میں پکڑا دیا تو انہوں نے تسبیح کی۔ طبرانی نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ ان کی تسبیح ان تمام لوگوں نے سنی جو وہاں موجود تھے۔ پھر آپ نے انہیں ہماری طرف پھینکا تو انہوں نے ہم میں سے کسی کے ساتھ بھی تسبیح نہ کی۔

پہلی روایت میں جو آیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سنگریزوں کو زمین پر رکھنے سے قبل انہیں حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں دیا۔ بخلاف حضرت عمر اور حضرت عثمان کے۔ اس میں راز کی بات یہ ہے کہ آپ کو معلوم ہو کہ حضرت ابوبکر کو آپ کا زیادہ قرب حاصل تھا۔ یہاں تک کہ آپ کا ہاتھ حضرت رسول کریم ﷺ کے ہاتھ سے الگ نہیں تھا اور آپ نے بخلاف حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے ان سنگریزوں کے زوال حیات پر دونوں ہاتھوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔

۱۰۹ حدیث:

الملا نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

ان اللہ افترض علیکم حب ابی — اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں پر حضرت ابوبکر،

نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا عمر بن خطاب' میں نے کہا ٹھہریے۔ پھر میں حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا عمر آپ سے اجازت کے طلبگار ہیں۔ آپ نے فرمایا اجازت کے ساتھ انہیں جنت کی بشارت بھی دیجئے۔ میں نے انہیں داخلے کی اجازت کے ساتھ بتایا کہ حضور علیہ السلام آپ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ آپ حضور علیہ اسلام کی بائیں جانب کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھ گئے اور پاؤں کنوئیں میں لٹکا دیئے پھر میں واپس آ کر بیٹھا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ نے فلاں سے بھلائی کا ارادہ کیا ہے تو اسے بھی لے آئے گا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی آدمی دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے جواب دیا عثمان بن عفان۔ میں نے کہا ٹھہریے اور میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں اطلاع دی آپ نے فرمایا انہیں اندر آنے کی اجازت دے دو اور جو مصیبت انہیں پہنچنے والی ہے اس پر جنت کی بشارت بھی دے دو۔ میں نے آ کر انہیں ساری بات کہہ دی۔ آپ نے اندر آ کر دیکھا کہ کنوئیں کی منڈیر تو پُر ہو چکی ہے۔ آپ آخری صف میں حضور علیہ السلام کے سامنے بیٹھ گئے۔ شریک کہتے ہیں کہ ابن المسیب نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ ان کی قبریں اس طرح ہوں گی مگر میں کہتا ہوں کہ اس کی تاویل یہ ہے کہ ان کی خلافت ان کی آمد کی ترتیب کے مطابق ہوگی بلکہ یہ سابقہ حدیث بئر کے موافق ہے۔ اس کی روایات اور طرق ان نو احادیث میں بیان ہوئے ہیں جو حضرت ابوبکر کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ شیخین کا حضور علیہ اسلام کے پہلو میں بیٹھنا اور حضرت عثمان کے لئے جگہ کا تنگ ہو جانا یہاں تک کہ آپ کا ان کے سامنے بیٹھنا۔ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شیخین کی خلافت فتنوں سے مکمل طور پر محفوظ رہے گی اور مومنین کے احوال نہایت اعتدال میں رہیں گے۔ حضرت عثمان اور حضرت علی کی خلافت اگرچہ حق و صداقت اور عدل پر مبنی ہے مگر ان کے ساتھ بنی امیہ اور ان کے کم عقل آدمیوں کے احوال کے گڈمڈ ہونے سے دل مکدر ہو جائیں گے اور مسلمانوں میں تشویش پیدا ہوگی جس کے نتیجے میں عظیم فتنے نمودار ہوں گے اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے جس میں حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان پر مصیبت وارد ہونے کا ذکر کیا ہے اور یہ مصائب بنی امیہ کے برے حالات کی وجہ سے پیدا ہوں گے۔ جن کا تفصیلی ذکر خلافت عثمان اور ان کے فضائل و مناقب میں آئے گا۔

ایک دوسری روایت میں ان روایات کے خلاف بھی ذکر آیا ہے۔

ابو داؤد نے ایک ایسی ہی روایت ابی سلمہ عن نافع عن عبدالحارث الخزاعی سے بیان کی

۱۱۳ حدیث:

محبّ طبری نے ریاض میں بیان کیا ہے اور جسے میں نے دیکھا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

اخبرنی جبریل ان الله تعالیٰ لما خلق آدم وادخل الروح فی جسده وأمرنی ان اخذ تفاحة من الجنة و اعصرها فی حلقه فعصر تهافی فیه فخلق الله من النطفة الاولی انت، ومن الثانیة ابا بکر و من الثالثة عمر و من الرابعة عثمان و من الخامسة علیاً فقال آدم یا رب من هولاء الذین اکرمتهم فقال الله تعالیٰ هولاء خمسة اشیاخ من ذریتك وهم اکرم عندی من جمیع خلقی ای انت اکرم الانبیاء والرسل وهم اکرم اتباع الرسل فلما عصی آدم ربه قال یارب بحرمة اولئك الاشیاخ الخمسة الذین فضلتهم الاتبت علی فتاب علیه

مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا اور روح کو اس کے جسم میں داخل کیا تو مجھے حکم دیا کہ میں ایک سیب لے کر اس کے حلق میں نچوڑوں، میں نے اسے اس کے منہ میں نچوڑا تو اللہ تعالیٰ نے پہلے نطفے سے آپ کو دوسرے سے ابوبکر کو، تیسرے سے عمر کو، چوتھے سے عثمان کو، پانچویں سے علی کو پیدا کیا۔ آدم نے عرض کیا اے رب! یہ کون لوگ ہیں جن کو تو نے عزت دی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ پانچ شیوخ تیری اولاد میں سے ہیں۔ یہ مجھے تمام مخلوق سے عزیز تر ہیں یعنی آپ انبیاء و رسل میں سے زیادہ قابلِ تکریم ہیں اور وہ رسولوں کے اتباع میں سے زیادہ مکرم ہیں۔ جب آدم سے اپنے ربّ کے حکم میں خطا ہوئی تو کہا اے مولیٰ ان پانچوں شیوخ کی حرمت کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں جنہیں تو نے فضلیت دی ہے کیا تو میری توبہ قبول نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔

۱۱۴ حدیث:

بخاری نے حضرت قتادہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں:

خرجنا مع النبی صلی الله علیه

ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنگ حنین کو نکلے۔

امام حافظ ابو عبداللہ محمد بن ابی نصر الحمیدی الاندلسی کہتے ہیں کہ میں نے اس حدیث کے ذکر پر بعض اہل علم سے سنا ہے کہ اگر ابوبکر کی اس کے سوا اور کوئی فضیلت نہ بھی ہوتی تب بھی یہ کافی ہوتی کیونکہ انہوں نے علمی روشنی، یقینی پختگی، رائے اور انصاف کی قوت، صحت تدقیق اور صدق تحقیق سے حق بات کی طرف مبادرت کی ہے اور حضور کی موجودگی میں حضور کی طرف سے شریعت کے حکم کے متعلق فتوی دیا اور یہ آپ کی عظیم خصوصیت ہے۔ اس کے علاوہ آپ کے دیگر فضائل بھی ہیں جو حد و شمار میں نہیں آسکتے۔

کے رسول کریم ﷺ سے محبت رکھنے اور آپ کے دفاع کرنے کی وجہ سے جیسا کہ آپ کی شجاعت کے واقعات میں گزر چکا ہے ہر ممکن طریق سے انکار میں جلدی کرتے۔

بخاری نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور بیہقی میں ہے کہ اگر حضرت ابوبکر کے ایمان کا اہل زمین کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابوبکر کا ایمان ان سے بڑھا ہوا ہوگا۔

اور عبداللہ بن احمد کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ابوبکر سب سے سابق اور نمایاں تھے اور مسدد نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ ابوبکر کے سینے کا ایک بال ہوتا اور ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں جنت میں اس مقام پر رہوں جہاں ابوبکر کو دیکھ سکوں اور ابونعیم کہتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ابوبکر کی خوشبو' کستوری کی خوشبو سے زیادہ اچھی تھی اور ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ وہ ابوبکر کے پاس آئے اور وہ کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ آپ نے کہا کوئی ایک شخص بھی جو اپنے نامۂ اعمال کے ساتھ ربّ سے ملا ہو۔ اللہ تعالیٰ کو اس کپڑے میں لپٹے ہوئے شخص سے بڑھ کر محبوب نہیں اور ابن عساکر نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے رسول کریم ﷺ کو بتایا کہ میں نے جس نیکی میں بھی ابوبکر کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اس میں سبقت لے گئے اور طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ہم نے جس نیکی میں بھی مسابقت کی ابوبکر اس میں ہم سے سبقت لے گئے اور طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت حسان سے کہا کیا آپ نے حضرت ابوبکر کے متعلق بھی کچھ شعر کہے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا سنائیے۔ میں سننا چاہتا ہوں تو حضرت حسان نے کہا: ؎

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد	طاف العدو به اذ صعد الجبلا
وکان حب رسول اللّٰہ قد علموا	من البریة لم یعدل به رجلا

ترجمہ: ''وہ بلند مرتبہ غار میں حضور علیہ اسلام کا ثانی اثنین تھا۔ جب وہ پہاڑ پر چڑھا تو دشمنوں نے اسے گھیر لیا۔ وہ رسول کریم ﷺ کا محبوب ہے اور تمام لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ مخلوق میں اس کا کوئی ہم پلہ نہیں۔''

گھرانے میں حجابت' لواء اور ندوہ کا کام تھا۔ یعنی کوئی شخص ان کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہیں ہوسکتا تھا اور جب قریش جنگ کا جھنڈا نصب کرتے تو اسے بنو عبدالدار باندھتے اور جب کسی معاملہ کے کرنے یا نہ کرنے کے فیصلے کے لئے وہ جمع ہوتے تو یہ اجماع دار الندوۃ میں ہوتا اور بنو عبدالدار ہی اس کا نفاذ کرتے اور نووی نے تہذیب میں کیا ہی خوبصورت انداز میں حضرت صدیق کے حالات زندگی بیان کرتے ہوئے باوجود اختصار کے آپ کے اعلیٰ درجہ کے فضائل اور عطایا کو مبسوط اور مکمل طور پر پیش کیا ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ امت نے بالاجماع آپ کا نام صدیق رکھا ہے کیونکہ آپ نے حضور علیہ السلام کی تصدیق میں سبقت کی اور صدق کو اختیار کئے رہے اور کسی حالت میں آپ سے اس معاملہ میں کوتاہی نہیں ہوئی۔ اسلام میں آپ کے بہت سے بلند مواقف کا تذکرہ موجود ہے جیسے قصہ شب اسریٰ میں آپ کا ثبات اور کفار کو آپ کا جواب دینا اور اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر حضور علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کرنا اور غار اور راستے میں آپ کے ساتھ رہنا پھر بدر اور حدیبیہ کے موقع پر جب دخول مکہ میں تاخیر کے باعث معاملہ مشتبہ ہوگیا تو آپ کا کلام کرنا۔ نیز آپ کا اس وقت گریہ وزاری کرنا' جب حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور آخرت کے انتخاب میں اختیار دیا ہے پھر آپ کا حضور علیہ السلام کی وفات پر ثابت قدمی دکھانا اور خطبہ دے کر لوگوں کی تسکین کا سامان کرنا پھر مسلمانوں کی مصلحت کے لئے بیعت کیلئے کھڑا ہو جانا اور اس کا اہتمام کرنا اور جیش اسامہ کو شام کی طرف بھیجنے پر ثابت قدمی دکھانا پھر مرتدین سے جنگ کرنا اور صحابہ سے مناظرہ کرنا اور دلائل سے ان پر حجت کر دینا اور اللہ تعالیٰ کا مرتدین سے قتال پر صحابہ کا شرح صدر کر دینا پھر شام کی طرف لشکر تیار کر کے بھیجنا اور آپ کی سب سے بڑی فضیلت اور خوبی حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کرنا ہے۔ حضرت صدیق کے اس قدر فضائل اور کارنامے ہیں جن کا شمار ہی نہیں ہوسکتا۔

تہذیب میں ہے کہ آپ مکمل قرآن حفظ کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔ اس بات کا ذکر ایک جماعت نے کیا ہے اور بعض متاخر محققین نے بھی آپ پر اعتماد کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت انس کی حدیث میں جن چار آدمیوں کے قرآن جمع کرنے کا ذکر آیا ہے اس سے ان کی مراد انصار ہیں اور ابن ابوداؤد نے جو شعبی سے بیان کیا ہے کہ ابوبکر وفات پا گئے لیکن وہ مکمل قرآن جمع نہ کر سکے یہ قول مدفوع یا مؤول ہے اور اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ انہوں نے

میں مسلمانوں کے کاموں میں مشغول ہوں اور ابوبکر کے اہل اس مال کو تھوڑے عرصے میں کھا جائیں گے اور وہ مسلمانوں کے کام کرتا رہے گا۔ ابن سعد نے عطا بن السائب سے بیان کیا ہے کہ جب ابوبکر کی بیعت ہو چکی تو آپ صبح اپنے بازو پر چادریں رکھ کر بازار جا رہے تھے۔ حضرت عمر نے پوچھا آپ کہاں جانا چاہتے ہیں؟ کہنے لگے بازار جا رہا ہوں۔ حضرت عمر نے کہا وہاں آپ کیا کریں گے آپ تو مسلمانوں کے امور کے متولی ہیں؟ فرمایا میں اپنے اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں۔ حضرت عمر نے کہا چلئے ابوعبیدہ آپ کے لئے گزارہ مقرر کریں گے۔ آپ ابوعبیدہ کے پاس گئے۔ انہوں نے کہا میں آپ کے لئے مہاجرین کے ایک آدمی کی درمیانہ درجہ کی خوراک اور گرمیوں اور سردیوں کے لئے ایک ایک جوڑا مقرر کرتا ہوں۔ جب کوئی چیز بوسیدہ ہو جائے تو آپ اسے واپس کر دیا کریں اور اس کی جگہ دوسری لے لیا کریں۔ آپ کے لئے روزانہ نصف بکری اور سر اور پیٹ کو ڈھانپنے کے لئے ایک چادر مقرر کر دی گئی۔ ابن سعد نے میمون سے بیان کیا ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ بنے تو مسلمانوں نے ان کے لئے دو ہزار درہم مقرر کیے۔ آپ نے فرمایا میں عیالدار آدمی ہوں اور تم لوگوں نے مجھے تجارت سے روک دیا ہے۔ تو آپ کے مزید پانچ سو درہم بڑھا دیئے گئے۔

طبرانی نے حضرت حسن بن علی بن ابی طالب سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اس اونٹنی کی طرف خیال رکھنا جس کا ہم دودھ پیا کرتے تھے اور اس پیالے کا بھی خیال رکھنا جس میں ہم سالن پکایا کرتے تھے اور اس چادر کا بھی خیال رکھنا جسے ہم اوڑھا کرتے تھے۔ ہم ان چیزوں سے اس وقت فائدہ اٹھایا کرتے تھے جب ہم مسلمانوں کے امور کے متولی تھے۔ جب میں فوت ہو جاؤں ان چیزوں کو حضرت عمر کی طرف لوٹا دینا۔ جب حضرت ابوبکر فوت ہو گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ چیزیں حضرت عمر کو واپس کر دیں۔ حضرت عمر نے فرمایا اے ابوبکر خدا تجھ پر رحم فرمائے تو نے اپنے بعد آنے والوں کے لئے مشکل پیدا کر دی ہے۔ ابن ابی الدنیا نے ابوبکر بن حفص سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابوبکر کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے بیٹی ہمارے سپرد مسلمانوں کے معاملات تھے ہم نے کوئی دینار و درہم اپنے لئے نہیں لیا اور ان کا معمولی کھانا کھایا اور موٹا جھوٹا پہنا اور ہمارے پاس مسلمانوں کی فے میں سے سوائے اس حبشی غلام اور اس پانی کھینچنے والے اونٹ اور اس چادر کے سوا کچھ نہیں۔ میرے

باب چہارم

دوبارہ خلافت حضرت عمر اور اس میں کئی فصلیں ہیں

فصل اول

آپ کی خلافت کی حقیت کے متعلق

ہمیں اس جگہ حضرت عمر کی خلافت کی حقیت پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ بات ہر صاحب عقل وفہم کو معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت کی حقیت سے حضرت عمر کی خلافت کی حقیت لازم آتی ہے اور حضرت ابوبکر کی خلافت کی حقیت اجماع اور نصوص کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ پس اس سے حضرت عمر کی خلافت کی حقیت پر نصوص کتاب و سنت اور اجماع لازم آتا ہے کیونکہ جو چیز اصل کے لئے ثابت ہے وہ فرع کے لئے بھی ثابت ہوتی ہے۔ پس روافض اور شیعہ حضرات میں سے کسی کو حضرت عمر کی خلافت میں نزاع کی جستجو نہیں کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ ہم نے اس کو خلیفہ مقرر کرنے والے کی خلافت کی حقیت پر واضح دلائل پیش کر دیئے ہیں۔ پس جب اس کی خلافت کی حقیت ثابت ہوگئی تو اس میں عناد' جہالت اور غباوت سے نزاع کرنا' ضروریات کا انکار کرنا ہے اور اس قسم کے جاہلوں اور احمقوں اور ان کی اباطیل واکاذیب سے اعراض کرنا اور ان کی طرف التفات نہ کرنا ہی مناسب ہے اور کسی معاملے میں ان پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور جب یہ ثابت ہوگیا جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ حضرت صدیق کی سب سے بڑی فضیلت حضرت عمر کو مسلمانوں پر خلیفہ مقرر کرنا ہے کیونکہ اس سے عام طور پر فائدہ حاصل ہوا ہے۔ ممالک مفتوح ہوئے ہیں اور اسلام کو مکمل غلبہ حاصل ہوا ہے۔ اس کا بیان آئندہ آئے گا اور کچھ احادیث جن میں حضرت عمر کی خلافت کی تصریح ہے پہلے بھی گزر چکی ہے جیسے **اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر** اور یہ حدیث کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ اپنا پتھر حضرت نبی کریم کے پہلو میں رکھیں

فصل دوم

حضرت ابوبکر کا مرض الموت میں حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کرنا

اور اس سے پیشتر آپ کے مرض کے سبب کا بیان

سیف اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کا غم حضرت ابوبکر کی موت کا سبب بن گیا جس کے باعث آپ کا جسم کمزور سے کمزور تر ہوتا گیا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی اور ابن شہاب سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حرث ابن کلاۃ خزیرہ[1] کھا رہے تھے جو حضرت ابوبکر کو بطور ہدیہ کے بھجوایا گیا تھا۔ حرث نے حضرت ابوبکر سے کہا اے خلیفۃ الرسول کھانے سے ہاتھ اٹھا لیجئے۔ خدا کی قسم اس میں وہ زہر ملایا گیا ہے جو ایک سال میں ہمارے کام تمام کر دے گا اور میں اور آپ ایک ہی دن مر جائیں گے۔ اس پر آپ نے کھانے سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اس کے بعد یہ دونوں ہمیشہ بیمار رہے اور سال گزرنے کے بعد ایک ہی دن اللہ کو پیارے ہوگئے اور حدیث:

اثبت احد فانما علیك نبی	اے اُحد اپنی جگہ پر قائم رہ۔ تیرے اوپر ایک
وصدیق و شهیدان	نبی ایک صدیق اور دو شہید کھڑے ہیں۔

اس کے منافی نہیں کیونکہ حضرت ابوبکر کا اخص وصف آپ کا صدیق ہونا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور جسے میں وصف شہادت پر اشتراک کی وجہ سے ترجیح دیتا ہوں۔ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا صرف وصف نبوت ہی بیان کیا ہے جو آپ کا اخص وصف ہے وگرنہ خود حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات زہر خورانی سے ہوئی تھی۔

حدیث صحیح میں ہے کہ آپ نے مرض الموت میں صراحت کی ہے کہ یہ خیبر میں کھانا کھانے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ یہ کھانا بار بار آپ پر حملہ آور ہوتا رہا یہاں تک کہ آپ کی آنتیں کٹ گئیں۔

---

[1] خزیرہ اور بعض روایات میں حریرہ کا لفظ آیا ہے۔ خزیرہ آٹے میں دودھ یا چربی ملا کر پکایا جاتا ہے۔

جاتا ہے اور کاذب بھی سچ بولنے لگتا ہے۔ میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب کو تم پر خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اس کی سمع و اطاعت کرنا۔ میں نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول اور اس کے دین کے بارے میں کسی کوتاہی سے کام نہیں لیا۔ نیز اپنا اور تمہارا بھلا چاہا ہے۔ میرا علم و ظن اس کے بارے میں یہی ہے کہ وہ عدل سے کام لے گا۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو ہر آدمی اپنے کئے کا پھل پائے گا۔ میرا ارادہ بھلائی کا ہے۔ میں کوئی غیب دان نہیں اور عنقریب ظالم لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس مقام کی طرف لوٹتے ہیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

پھر آپ نے اس تحریر پر مہر لگانے کا حکم دیا پھر آپ نے حضرت عثمان کو حکم دیا کہ وہ اس مہر شدہ تحریر کو باہر لے جائیں تو لوگوں نے آپ کی بیعت کی اور آپ سے راضی ہو گئے پھر آپ نے حضرت عمر کو علیحدگی میں بلا کر آپ کو وصیت کی۔ اس کے بعد وہ چلے گئے تو حضرت ابو بکر نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اے اللہ! میں نے صرف ان لوگوں کی اصلاح کے واسطے ایسا کیا ہے۔ مجھے ان کے بارے میں فتنہ کا خوف دامن گیر ہے۔ میں نے ان کے متعلق جو کچھ کیا ہے تو اسے مجھ سے بہتر جانتا ہے۔ میں نے اپنی رائے میں بڑے اجتہاد سے کام لے کر ان پر بہتر اور قوی آدمی کو جو ان کی ہدایت کا بڑا خواہش مند ہے خلیفہ مقرر کر دیا ہے کیونکہ وہ آپ ہی کے بندے ہیں۔ ان کی پیشانیاں آپ کے ہاتھ میں ہیں۔ ان کی اصلاح فرما اور اسے اپنے خلفائے راشدین میں بنا۔

ابن سعد اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ تین آدمی سب سے زیادہ صاحب فراست ہیں۔ حضرت ابو بکر جب آپ نے حضرت عمر کو خلیفہ مقرر کیا اور موسیٰ علیہ السلام کی بیوی جب اس نے کہا کہ اس شخص کو مزدوری پر رکھیے جو قوی اور امین ہو اور عزیز مصر جب اس نے یوسف علیہ السلام کے بارے میں فراست سے کام لے کر اپنی بیوی سے کہا کہ اس کی عزت کرنا۔ کہتے کہ سلیمان بن عبدالملک کو بھی ان لوگوں کے ساتھ شامل کیا گیا ہے جب اس نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ مقرر کیا۔

ابن عساکر نے یسار بن حمزہ سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت ابو بکر کی طبیعت خراب ہو گئی تو آپ نے دریچے سے لوگوں کی طرف جھانکا اور فرمایا اے لوگو! میں نے ایک عہد کیا ہے کیا تم اس سے راضی ہو۔ لوگوں نے کہا اے خلیفۃ الرسول ہم راضی ہیں۔ حضرت علی نے

فصل سوم

اس بات کے بارے میں آپ نے خلیفۃ الرسول کے بجائے اپنا نام امیر المؤمنین کیوں رکھا

عسکری نے ''الدلائل'' میں، طبرانی نے ''الکبیر'' میں اور حاکم نے ابن شہاب کے طریق سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابوبکر سلیمان بن ابی خثیمہ سے پوچھا کہ وہ ابوبکر کے زمانہ میں کس وجہ سے من خلیفۃ رسول اللہ لکھا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمر پہلے شخص ہیں جنہوں نے من خلیفہ لکھا۔ پس وہ کون شخص ہے جس نے سب سے پہلے من امیر المومنین لکھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے ایک مہاجر خاتون الشفا نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر من خلیفہ رسول اللہ کے الفاظ لکھا کرتے تھے اور حضرت عمرؓ من خلیفہ خلیفۃ الرسول اللہ لکھا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر نے عراق کے گورنر کو لکھا کہ دو بہادر آدمی میرے پاس بھجوا دیے جائیں۔ میں ان سے عراق اور اہل عراق کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔ اس نے لبید بن ربیعہ اور عدی بن حاتم کو بھجوا دیا۔ وہ مدینہ آئے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ وہاں انہوں نے حضرت عمرو بن العاص کو دیکھا تو ان سے کہا آپ ہمیں امیر المومنین کے ہاں حاضری کی اجازت لے دیں۔ حضرت عمرو بن العاص نے کہا خدا کی قسم تم نے صحیح نام لیا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص نے حضرت عمر کے پاس جا کر کہا السلام علیکم یا امیر المومنین۔ حضرت عمر نے کہا اس نام میں آپ کو کیا راز معلوم ہوا ہے جو تو نے کہا ہے۔ اس کی حقیقت بیان کر۔ تو انہوں نے کہا آپ امیر ہیں اور ہم مومن ہیں۔ اس وقت سے یہ نام لکھنا شروع ہوا ہے۔

اور تہذیب نووی میں ہے کہ لبید اور عدی نے خود حضرت عمر کو یہ الفاظ کہے۔ حضرت عمرو بن العاص نے ان کی تقلید میں یہ الفاظ استعمال کیے تھے۔

کہتے ہیں سب سے پہلے مغیرہ بن شعبہ نے آپ کو امیر المومنین کہا۔ ابن عساکر نے

باب پنجم

حضرت عمر کے فضائل اور خصوصیات کا بیان

اس باب میں کئی فصلیں ہیں

فصل اوّل

آپ کا قبول اسلام:

ذہبی کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے نبوت کے چھٹے سال میں اسلام قبول کیا۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۷ سال تھی۔ آپ اشراف قریش میں سے تھے اور ان کی سفارت کے فرائض بھی سرانجام دیا کرتے تھے۔ جنگ کے مواقع پر قریش آپ ہی کو پیامبر بنا کر بھیجتے اور جب کوئی قریش پر اظہار مفاخرت کرتا تو آپ ہی کو مقابلہ کے لئے بھجوایا جاتا۔ آپ چالیس یا انتالیس یا پنتالیس مردوں اور گیارہ عورتوں یا تیئس عورتوں کے بعد اسلام لائے۔ مسلمانوں کو اس سے بہت خوشی ہوئی اور آپ کے اسلام لانے کے بعد مکہ میں اسلام غالب آ گیا۔

ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود اور حضرت انس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

اللھم اعز الاسلام باحب ھذین الرجلین الیك بعمر بن الخطاب او بابی جھل ابن ھشام	اے اللہ عمر بن خطاب اور ابوجہل بن ہشام دونوں میں سے جو شخص تجھے زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعہ اسلام کو عزت دے۔

اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی نے حضرت ابوبکر اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللھم اعز الدین بعمر بن الخطاب خاصة	اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے خاص طور پر دین کو عزت دے۔

اے عمر اگر حق آپ کے دین کے سوا کسی دوسرے دین میں ہو تو پھر آپ کا خیال کیا ہے۔ اس پر حضرت عمر ان پر جھپٹے اور انہیں بری طرح رگیدا۔ آپ کی بہن نے آپ کو اپنے خاوند سے ہٹانا چاہا تو آپ نے تھپڑ مار کر بہن کے چہرے کو لہولہان کر دیا۔ آپ کی بہن نے بھی بپھر کر کہا جب حق آپ کے دین میں نہیں تو میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ حضرت عمر نے کہا مجھے وہ کتاب دو جو آپ پڑھ رہے تھے۔ آپ کی بہن نے کہا آپ پلید ہیں اور اسے پاک آدمی کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔ جاؤ جا کر نہاؤ پھر وضو کرو۔ حضرت عمر نے وضو کر کے کتاب ہاتھ میں لی اور پڑھنے لگے طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقٰی یہاں تک کہ آپ نے انني انا اللہ لا الہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری تک پڑھا۔ پھر کہنے لگے مجھے بتاؤ محمد (ﷺ) کہاں ہیں۔ جب حضرت خباب نے حضرت عمر کی یہ بات سنی تو باہر نکل آئے اور کہا عمر تمہیں خوشخبری ہو مجھے امید ہے کہ تو حضور علیہ السلام کی اس دعا کا جواب ہے جو آپ نے جمعرات کی شب کو کی تھی۔ اے اللہ تو عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام کے ذریعے اسلام کو عزت دے۔

حضور علیہ السلام اس گھر میں تھے جو صفا کے دامن میں ہے۔ عمر جب اس گھر پر آئے تو دروازے پر حضرت حمزہ، حضرت طلحہ اور دیگر لوگوں کو پایا۔ حضرت حمزہ نے کہا یہ عمر ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے اس سے بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے تو مسلمان ہو جائے گا اور اگر ایسا نہیں تو اس کا قتل کر دینا ہمارے لئے معمولی بات ہے۔ حضور علیہ السلام پر وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ آپ باہر تشریف لائے اور عمر کے پاس پہنچ کر اس کے کپڑوں اور تلوار کے پرتلے کو اچھی طرح پکڑ کر کہا اے عمر تو کس خیال میں ہے؟ کیا تو چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر بھی ولید بن مغیرہ کی طرح ذلت اور عذاب نازل کرے۔ عمر نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں۔

بزار، طبرانی، ابو نعیم اور بیہقی نے الدلائل میں اسلم سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے ہمیں خود بتایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی عداوت میں سب سے سخت آدمی تھا۔ ایک گرم دوپہر کو میں مکہ کے ایک راستے پر گھوم رہا تھا کہ ایک آدمی مجھے ملا اور اس نے کہا اے ابن خطاب تو اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھتا ہے مگر اسلام آپ کے گھر میں داخل ہو چکا ہے۔ میں نے کہا کیسے؟ اس نے کہا تیری بہن اسلام قبول کر چکی ہے۔ حضرت عمر کہتے ہیں میں نے وہاں سے غضبناک

کون؟ میں نے کہا ابن الخطاب جو صابی ہو گیا ہے۔ اس نے کہا ایسا نہ کر اور دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا یہ تو کچھ نہ ہوا۔ پھر میں قریش کے ایک بڑے آدمی کے پاس گیا۔ میں نے اسے بلا کر وہی بات کہی جو بات ماموں سے کہی تھی اور اس نے بھی وہی جواب دیا جو میرے ماموں نے دیا تھا اور دروازہ بند کر لیا۔ میں نے کہا یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ مسلمانوں کو زدوکوب کیا جا رہا ہے اور میں بچا ہوا ہوں۔ تو ایک آدمی نے مجھے کہا تو چاہتا ہے کہ لوگوں کو تیرے اسلام قبول کرنے کا علم ہو جائے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا جب لوگ گھروں میں بیٹھ جائیں تو فلاں آدمی کے پاس جانا جو کسی راز کو چھپا نہیں سکتا۔ اسے کہہ دینا کہ میں صابی ہو گیا ہوں۔ وہ راز کو چھپا ہی نہیں سکتا تھا۔ میں اس کے پاس آیا اور لوگ گھروں میں بیٹھ چکے تھے تو میں نے اسے کہا میں صابی ہو گیا ہوں۔ اس نے کہا کیا تو نے یہ اقدام کر لیا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ تو اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا ابن خطاب صابی ہو گیا ہے۔ لوگ دوڑ کر میری طرف آئے وہ مجھے مارتے تھے اور میں انہیں مارتا تھا۔ میرے اردگرد لوگ جمع ہو گئے۔ تو میرے ماموں نے کہا یہاں لوگ کیوں جمع ہوئے ہیں۔ اسے بتایا گیا کہ عمر صابی ہو گیا ہے تو اس نے مکان پر کھڑے ہو کر تمام کو اشارۃً بتایا کہ میں نے اپنے بھانجے کو پناہ دی ہے تو وہ لوگ مجھے مارنے سے رک گئے۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ مسلمانوں کو مار پڑے اور میں بچا رہوں۔ میں نے کہا یہ تو کچھ بات نہ ہوئی۔ میں اپنے ماموں کے پاس گیا اور کہا مجھے آپ کی پناہ کی ضرورت نہیں۔ پس میں ہمیشہ ہی مارتا اور مار کھاتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا۔

ما انزلنا علیك القرآن لتشقی سے لے کر **له الاسماء الحسنی** تک میں نے پڑھا تو میرے دل میں اس کی عظمت پیدا ہوگئی تو میں نے کہا اس کلام سے قریش بھاگتے ہیں پھر میں نے اسلام قبول کر لیا اور کہا رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں۔ بہن نے کہا وہ دار ارقم میں ہیں۔ میں نے وہاں جا کر دروازہ کھٹکھٹایا لوگوں نے آواز سنی۔ حضرت حمزہ نے انہیں کہا تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہنے لگے عمر آیا ہے۔ حضرت حمزہ نے کہا دروازہ کھول دو اگر قبول اسلام کے لئے آیا ہے تو ٹھیک وگرنہ ہم اس کا کام تمام کر دیں گے۔ حضور علیہ السلام نے بھی یہ بات سن لی تو آپ باہر نکلے۔ حضرت عمر نے کلمہ شہادت پڑھا تو گھر میں موجود تمام لوگوں نے نعرہ تکبیر لگایا جسے مسجد والوں نے بھی سنا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) کیا ہم حق پر نہیں۔ فرمایا کیوں نہیں۔ میں نے کہا پھر چھپنے کی کیا وجہ ہے۔ تو ہم باہر نکلے۔ ایک صف میں میں تھا اور دوسری میں حمزہ۔ ہم مسجد میں داخل ہوئے۔ قریش نے جب مجھے اور حمزہ کو دیکھا تو انہیں شدید صدمہ ہوا۔ اس وقت رسول کریم ﷺ نے میرا نام فاروق رکھا کہ اس نے حق اور باطل کے درمیان فرق کر دیا ہے۔

ابن سعد نے ذکوان سے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا حضرت عمر کا نام فاروق کس نے رکھا۔ انہوں نے جواب دیا رسول اللہ ﷺ نے اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ جب عمر اسلام لائے تو جبریل نے نازل ہو کر کہا اے محمد (ﷺ) آسمان والوں کو عمر کے اسلام لانے سے خوشی ہوئی ہے اور بزار اور حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے صحیح روایت بیان کی ہے کہ جب عمر اسلام لائے تو مشرکوں نے کہا کہ آج ہم نصف رہ گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی **یا ایها النبی حسبك الله و من اتبعك من المؤمنین** اور بخاری وغیرہ نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ جب سے عمر اسلام لائے ہیں ہم ہمیشہ ہی معزز رہے ہیں اور ابن سعد نے بھی ابن مسعود سے ایک ایسی ہی روایت بیان کی ہے کہ عمر کا اسلام لانا فتح ہے اور اس کا ہجرت کرنا مدد ہے اور اس کی امامت رحمت ہے۔ ہم اس وقت تک بیت اللہ تک نہیں پہنچے جب تک عمر مسلمان نہیں ہوئے اور جب آپ مسلمان ہوئے تو آپ نے ان کو مارا۔ یہاں تک کہ انہوں نے ہمیں اور ہمارے راستے کو چھوڑ دیا۔ ابن سعد اور حاکم نے حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ جب عمر مسلمان ہوئے تو اسلام کی قوت میں اضافہ ہو گیا اور جب شہید ہوئے تو اسلام کمزور ہوتا گیا اور طبرانی نے حضرت ابن

فصل ثالث

آپ کی ہجرت کے بیان میں

ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ عمر بن خطاب کے سوا سب لوگوں نے خفیہ ہجرت کی۔ آپ نے جب ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار گلے میں لٹکائی' کمان کاندھے پر رکھی اور ہاتھ میں تیر لئے کعبہ تشریف لائے۔ اشراف قریش صحن میں بیٹھے تھے۔ آپ نے سات چکر لگائے اور دو رکعت مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر آپ ان کے ایک ایک حلقہ کے پاس آئے اور کہا تم پر پھٹکار ہو۔ جو چاہتا ہے کہ اس کی ماں اسے ضائع کر دے اور اس کے بچے یتیم ہو جائیں اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے وہ مجھے اس وادی کے پیچھے مل لے مگر کوئی آدمی آپ کے پیچھے نہ گیا اور اس نے براء سے روایت کی ہے کہ سب سے پہلے مہاجر جو ہمارے پاس آئے وہ مصعب بن عمیر اور ابن ام کلثوم رضی اللہ عنہما ہیں پھر عمر بن خطاب بیس سواروں کے ساتھ آئے۔ ہم نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا پروگرام ہے۔ آپ نے کہا وہ میرے پیچھے پیچھے ہیں پھر حضور علیہ السلام ابوبکر کی معیت میں تشریف لے آئے۔

بینا انا نائم رأیتنی فی الجنة فاذا امرأة تتوضأ الی جانب قصر قلت لمن هذا القصر قالو العمر فذکرت غیرتك فولیت مدبراً فبکی وقال علیك أغار یارسول الله

میں نے نیند کی حالت میں اپنے آپ کو جنت میں دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت ایک محل کی جانب وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا یہ محل کس کے لئے ہے؟ لوگوں نے کہا عمر کے لئے۔ تو مجھے آپ کی غیرت یاد آ گئی اور میں مڑ کر واپس آ گیا۔ حضرت عمر رو کر کہنے لگے یا رسول اللہ میں آپ پر غیرت کھاؤں گا۔

۳۹ ویں حدیث:

احمد اور شیخین نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

رایتنی دخلت الجنة فاذا أنا بالرمیصاء امرأة ابی طلحة وسمعت خشفا أمامی فقلت ماهذا یاجبریل؟ قال هذا بلال ورایت قصراً أبیض بفنائه جاریة فقلت لمن هذا القصر قالو العمر بن الخطاب فاردت ان ادخله انظر الیه فذکرت غیرتك

میں نے دیکھا کہ میں جنت میں گیا ہوں۔ اچانک میں نے رمیصا میں ابوطلحہ کی بیوی کو دیکھا اور اپنے آگے کوئی حرکت محسوس کی۔ میں نے جبریل سے کہا یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہ بلال ہے پھر میں نے ایک سفید محل دیکھا جس کے صحن میں ایک لڑکی بیٹھی تھی۔ میں نے کہا یہ محل کس کے لئے ہے؟ لوگوں نے کہا عمر بن خطاب کے لئے۔ میں اسے دیکھنے کی خاطر اندر داخل ہونا چاہتا تھا کہ مجھے آپ کی غیرت یاد آ گئی۔

۴۰ ویں حدیث:

شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

بینا انا نائم شربت یعنی اللبن حتی انظر الی الری یجری فی اظفاری ثم فاولته عمر قالوا فما اولته یا رسول الله قال العلم

میں نے خواب میں دودھ پیا اور اس کی تری میرے ناخنوں میں نظر آ رہی تھی۔ پھر میں نے اسے حضرت عمر کو پکڑا دیا۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے اس کی کیا تعبیر کی ہے؟ فرمایا علم۔

بیان کیا ہے کہ حدیث میں لوگوں سے مراد اس امت کے مومنین ہیں اور دین سے مراد اوامر پر عمل پیرا ہونا اور نواہی سے اجتناب کرنا ہے اور حضرت عمر کو اس معاملہ میں بلند مقام حاصل ہے۔ اس حدیث سے یہ مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے کہ جو شخص قمیص کو اچھی یا بری صورت میں دیکھے اس سے قمیص پہننے والے کا دین مراد لیا جائے گا اور نقص سے مراد ایمان و عمل کا نقص ہے اور حدیث میں ہے کہ دین دار لوگ قلت و کثرت اور قوت و ضعف میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔ یہ مثال ان مثالوں میں سے ہے جو نیند میں قابل تعریف اور بیداری میں شرعاً قابل مذمت ہے۔ یعنی قمیص کا گھسیٹنا کیونکہ قمیص کے بارے میں وعید آئی ہے۔

۴۲ ویں حدیث:

شیخین نے حضرت سعد بن ابی وقاص سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ابن خطاب سے فرمایا کہ:

والذی نفسی بیده مالقیك الشیطان سالگا فجاقط الا سلك فجا غیر فجك	قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ شیطان اس راستے پر کبھی نہیں چلے گا جس پر تو چل رہا ہے بلکہ دوسرے رستے کو اختیار کرے گا۔

۴۳ ویں حدیث:

احمد اور بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے اور احمد، مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

لقد کان فیما قبلکم من الا مم ناس محدثون فان یکن فی امتی احد فانه عمر	تم سے پہلی امتوں میں محدث ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر ہے۔

اور بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ میں نے جب بھی حضرت عمر کو یہ کہتے سنا کہ میرا فلاں چیز کے بارے میں یہ خیال ہے تو وہ چیز آپ کے خیال کے مطابق ہی ہوتی ہے۔ حضرت عمر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک خوبصورت آدمی آپ کے پاس سے گذرا یعنی سوید بن قارب۔ آپ نے کہا میرا خیال اس شخص کے بارے میں غلطی کرتا ہے۔ یہ شخص جاہلیت پر تھا یا ان کا کاہن تھا۔ اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔ آپ نے اسے بلا کر یہ بات کہی تو

اور ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ:

رایت شیاطین الانس و الجن فروا من عمر — میں نے دیکھا کہ جن وانس کے شیطان عمر سے بھاگ گئے ہیں۔

۴۷ ویں حدیث:

ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابی بن کعب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

اول من یصافحه الحق عمر و اوّل من یسلم علیه و اوّل من یاخذ بیده فیدخله الجنة — عمر پہلے شخص ہیں جن سے حق مصافحہ کرے گا اور انہیں سلام کہے گا اور انہیں ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا۔

یہاں مصافحہ سے مراد مزید انعام اور اقبال ہے اور یہ حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ابوبکر جنت میں پہلے داخل ہوں گے۔ ان دونوں حدیثوں میں یوں تطبیق دی جائے گی کہ حضرت ابوبکر کے بعد سب سے پہلے داخل ہونے والے حضرت عمر ہوں گے۔

۴۸ ویں حدیث:

حاکم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوذر سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ:

ان الله وضع الحق علی لسان عمر یقول به — اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان پر حق جاری کر دیا ہے۔

۴۹ ویں حدیث:

احمد اور بزار نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

ان الله جعل الحق علی لسان عمر و قلبه — اللہ تعالیٰ نے عمر کے قلب و زبان پر حق قائم کر دیا ہے۔

اور ابن منیع نے اپنی مسند میں حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ ہم لوگ جو اصحاب محمد (ﷺ) ہیں اس بات میں شک نہ کرتے تھے کہ سکینت[1] حضرت عمر کی زبان سے بولتی ہے۔

[1] سکینت سے مراد نفس کی طمانیت وغیرہ ہے جیسے کہ الہام کا ملکہ اور معرفت۔

۵۴ویں حدیث:

ابن عساکر اور ابن عدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مافی السماء ملك الاوهو يوقر عمر ولافی الارض شيطان الا وهويفرق من عمر

آسمان کے تمام فرشتے' عمر کی توقیر کرتے ہیں اور زمین کے تمام شیطان عمر سے ڈرتے ہیں۔

۵۵ویں حدیث:

طبرانی نے الاوسط میں حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ان الله بــاهــى بــاهل عــرفة عــامة وباهى بعمر خاصة

اللہ تعالیٰ نے اہل عرفہ پر عموماً اور عمر پر خصوصاً فخر کیا ہے۔

اور طبرانی نے الکبیر میں بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس قسم کی حدیث بیان کی ہے۔

۵۶ویں حدیث:

طبرانی اور دیلمی نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

الحق بعدى مع عمر حيث كان

میرے بعد عمر جہاں بھی ہوگا حق اس کے ساتھ ہوگا۔

۵۷ویں حدیث:

طبرانی نے حضرت سدیسہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

ان الشيطان لم يلق عمر منذ اسلم الاخر لوجهه

عمر کے اسلام لانے کے بعد شیطان اسے جہاں بھی ملا ہے منہ کے بل گرا ہے۔

اور دارقطنی نے الافراد میں اس حدی کو سدیسہ عن حفصہ کے طریق سے بیان کیا ہے۔

فقلت لمن هذا القصر قالو الرجل من العرب قلت انا عربی لمن هذا القصر قالو الرجل من قریش فقلت انا من قریش لمن هذا القصر قالو الرجل من امة محمد فقلت انا محمد لمن هذا القصر قالو العمر بن الخطاب

کس کے لئے ہے لوگوں نے کہا ایک عربی آدمی کے لئے ہے۔ میں نے کہا میں عربی ہوں۔ انہوں نے کہا قریش کے ایک آدمی کے لئے ہے۔ میں نے کہا میں قریش میں سے ہوں۔ انہوں نے کہا محمد (ﷺ) کی امت میں سے ایک آدمی کے لئے ہے۔ میں نے کہا میں محمد (ﷺ) ہوں۔ یہ محل کس کے لئے ہے انہوں نے کہا عمر بن الخطاب کے لئے۔

۶۱ ویں حدیث:

ابوداؤد نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے انہیں کہا:

لاتنسنا یااخی من دعائك

اے میرے بھائی ہمیں اپنی دعا میں نہ بھولنا۔

۶۲ ویں حدیث:

احمد اور ابن ماجہ نے حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

یااخی اشرکنا فی صالح دعائك ولاتنسنا

اے میرے بھائی ہمیں اپنی نیک دعاؤں میں شامل رکھنا اور ہمیں نہ بھولنا۔

۶۳ ویں حدیث:

ابن النجار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

الصدق بعدی من عمر حیث کان

میرے بعد سچ عمر کے ساتھ ہوگا۔

۶۴ ویں حدیث:

طبرانی اور ابن عدی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

عمر معی وانا مع عمر والحق بعدی مع عمر حیث کان

میں عمر کے ساتھ اور عمر میرے ساتھ ہے اور میرے بعد حق وہاں ہوگا جہاں عمر ہوگا۔

فصل پنجم

صحابہ اور سلف کی زبان سے آپ کی تعریف

ابن عساکر نے حضرت صدیق سے بیان کیا ہے کہ مجھے زمین پر حضرت عمر سے زیادہ کوئی آدمی محبوب نہیں اور ابن سعد نے آپ سے بیان کیا ہے کہ آپ سے مرض الموت میں کہا گیا کہ آپ حضرت عمر کو خلیفہ بنانے کے بارے میں اپنے ربّ کو کیا جواب دیں گے۔ آپ نے فرمایا میں اسے کہوں گا کہ میں نے ان کے بہترین آدمی کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔

طبرانی نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب صالحین کا ذکر ہو تو عمر کا ذکر جلدی کیا کرو اور ہم اس بات میں شک نہ کرتے تھے کہ سکینت حضرت عمر کی زبان پر بولتی ہے یعنی ان کی گفتگو سے اطمینان اور سکون ملتا ہے۔

ابن سعد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمر سے زیادہ غمگین اور سخی کوئی نہیں دیکھا۔

طبرانی اور حاکم حضرت ابن مسعود سے بیان کرتے ہیں کہ اگر حضرت عمر کے علم کو ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور روئے زمین کے لوگوں کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو حضرت عمر کا علم ان کے علم سے بڑھ جائے گا۔ لوگوں کی رائے ہے کہ علم کے نو حصے حضرت عمر کے پاس ہیں۔

اور زبیر بن بکار نے حضرت معاویہ سے بیان کیا ہے کہ نہ ابوبکر نے دنیا کو چاہا اور نہ دنیا نے ابوبکر کو چاہا مگر حضرت عمر کو دنیا نے چاہا لیکن آپ نے دنیا کو نہ چاہا۔ باقی رہے ہم تو ہم پیٹ کی خاطر اس پر پشت کے بل لیٹتے رہے اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ وہ حضرت عمر کے پاس گئے اور وہ کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ آپ نے کہا آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے نبی پاک کے صحیفہ کے بعد اس کپڑے میں لپٹے ہوئے شخص کے صحیفے میں جو

فصل ششم

قرآن وسنت اور تورات کے ساتھ حضرت عمر کی موافقات

ابن مردویہ نے مجاہد سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر کی رائے کے موافق قرآن پاک نازل ہوتا تھا اور ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ قرآن میں ایسی باتیں بھی ہیں جو عمر کی رائے کے مطابق ہیں اور اس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب کسی چیز کے بارے میں گفتگو کریں اور حضرت عمر بھی اپنی رائے کا اظہار کریں تو قرآن حضرت عمر کی رائے کے مطابق ہوتا تھا۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی تو آپ کی موافقات بے شمار ہیں۔

۱-۲-۳- شیخین نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ میرے ربّ نے تین باتوں میں میری موافقت کی ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ہم مقام ابراہیم کو مصلی بنالیں تو یہ آیت نازل ہوئی **واتخذوا من مقام ابراهيم مصلى**۔

میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کی بیویوں کے پاس اچھے اور برے لوگ آتے ہیں اگر آپ انہیں حکم دیں تو وہ پردہ کرلیا کریں۔ تو آیت حجاب نازل ہوئی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں غیرت کی وجہ سے اکٹھی ہوئیں تو میں نے کہا ممکن ہے اگر حضور علیہ السلام تم کو طلاق دے دیں تو ان کا ربّ انہیں تم سے بہتر بیویاں دے دے۔ تو اسی کے مطابق آیت نازل ہوئی۔

۴- بدر کے قیدیوں نے سالم سے انہوں نے حضرت عمر سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین باتوں میں میری موافقت کی ہے یعنی بدر کے قیدیوں، حجاب اور مقام ابراہیم کے بارے میں۔

۵- شراب کو حرام قرار دینے کے بارے میں اصحاب سنن اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا اے اللہ شراب کے بارے میں ہمیں شافی بیان دے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تحریم کا حکم نازل فرمایا۔

کہ جب انتباہ کے بعد آپ نے اپنی بیوی سے مجامعت کی آغاز اسلام میں ایسا کرنا حرام تھا تو یہ آیت نازل ہوئی احل لکم لیلة الصیام الرفث الی نساء کم۔

۱۲- اللہ کے قول من کان عدواً (الی آخرہ) کے بارے میں ابن جریر وغیرہ نے متعدد طرق سے بیان کیا ہے ان میں سب سے زیادہ موافقت کے قریب وہ طریق ہے جسے ابن ابی حاتم نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے بیان کیا ہے کہ ایک یہودی حضرت عمر سے ملا اور کہا وہ جبریل جو آپ کے دوست کو یاد کرتا ہے ہمارا دشمن ہے تو حضرت عمر نے کہا من کان عدواً للہ وملائکته ورسله وجبریل ومیکال فان الله عدو للکافرین تو یہ آیت حضرت عمر کی زبان سے نازل ہوئی۔

۱۳- آیت فلا وربك لایؤمنون کے بارے میں ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے ابی الاسود سے بیان کیا ہے کہ دو آدمی جھگڑتے ہوئے رسول کریم ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کر دیا جس کے خلاف آپ نے فیصلہ کر دیا۔ اس نے کہا ہم عمر بن خطاب کی طرف جاتے ہیں۔ جب دونوں آپ کے پاس آئے تو ایک آدمی نے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے اس کے خلاف میرے حق میں فیصلہ دیا ہے۔ اس نے کہا ہم عمر کے پاس جاتے ہیں۔ آپ نے کہا کیا یہ بات ایسے ہی ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ حضرت عمر نے دونوں سے کہا میرے آنے تک دونوں اسی جگہ ٹھہرے رہنا تو آپ تلوار لگا کر باہر نکلے اور اس شخص کو قتل کر دیا جس نے کہا تھا کہ عمر کے پاس چلتے ہیں اور دوسرا بھاگ گیا اور جا کر رسول کریم ﷺ سے کہا عمر نے میرے ساتھی کو قتل کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا میں ایسا خیال نہیں کرتا کہ عمر ایک مومن کے قتل کی جرأت کرے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی فلا وربك لایومنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لایجدوا فی انفسهم حرجًا مما قضیت ویسلموا تسلیما تو اس آدمی کا خون رائیگاں چلا گیا اور حضرت عمر اس آدمی کے قتل سے بری ہو گئے۔

۱۴- داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرنے کے بارے میں یہ واقعہ اس طرح ہے۔ آپ سوئے ہوئے تھے کہ آپ کا غلام آپ کے پاس آیا۔ آپ نے کہا اے اللہ اس طرح داخل ہونے کو حرام فرما۔ تو آیت استیذان نازل ہوئی۔

۱۵- ثلة من الاولین وثلة من الاخرین کے قول میں موافقت ہوئی۔ ابن عساکر

فصل ہفتم

آپ کی کرامات کے بیان میں

ا۔ بیہقی' ابونعیم' لالکائی' ابن العربی اور خطیب نے نافع سے انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسناد حسن کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے ایک لشکر حضرت ساریہ کی سرکردگی میں بھیجا۔ ایک دن حضرت عمر خطبہ دے رہے تھے کہ خطبہ کے دوران میں آپ نے تین بار کہا اے ساریہ پہاڑ پر چڑھ جاؤ۔ اس کے بعد لشکر کا پیغامبر آیا تو حضرت عمر نے اس سے دریافت کیا۔ اس نے کہا اے امیر المومنین ہم شکست خوردگی کی حالت میں تھے کہ ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز کو سنا کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ۔ یہ بات اس نے تین بار کہی۔ ہم نے اپنی پشتوں کو پہاڑ کی طرف کرلیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دے دی۔ حضرت عمر سے کہا گیا کہ آپ یہ آواز دے رہے تھے اور ساریہ جس پہاڑ کے پاس تھے وہ ارض عجم میں نہاوند میں ہے۔

اور ابن مردویہ نے میمون بن مہران کے طریق سے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے کہ خطبہ کے دوران آپ کو کوئی ایسی صورت پیش آئی کہ آپ نے فرمایا اے ساریہ پہاڑ کی طرف جاؤ اور جس نے بھیڑیے کو چرواہا بنایا اس نے ظلم کیا تو لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو گئے تو حضرت علی نے انہیں کہا انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کا مطلب معلوم کریں گے۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے جواب دیا میرے دل میں یہ بات آئی ہے کہ مشرکین نے ہمارے بھائیوں کو شکست دی ہے اور وہ ایک پہاڑ کے پاس سے گزر رہے ہیں۔ اگر وہ اس کی طرف لوٹ جائیں تو انہیں ایک ہی طرف سے مقابلہ کرنا پڑے گا اور اگر وہاں سے گزر گئے تو ہلاک ہو جائیں گے تو میرے منہ سے یہ بات نکل گئی جو تم نے سنی ہے۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک ماہ کے بعد فتح کی خوشخبری لے کر ایک آدمی آیا تو اس نے بتایا کہ ہم نے اس روز حضرت عمر کی آواز سنی

دریائے نیل کی ایک رسم ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا۔ انہوں نے کہا جب اس مہینے کی گیارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم ایک نوخیز لڑکی کا اس کے ماں باپ کی موجودگی میں قصد کرتے ہیں اور اس کے ماں باپ کو راضی کرتے ہیں اور اس کو بہترین قسم کا لباس اور زیورات پہناتے ہیں پھر اسے دریائے نیل میں پھینک دیتے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا اسلام میں کبھی ایسا نہیں ہوگا۔ اسلام پہلے کی رسوم مٹا دیتا ہے۔

پس وہ اس رسم کی ادائیگی کے لئے تیار ہوئے اور نیل نہ زیادہ بہتا تھا نہ تھوڑا یہاں تک کہ انہوں نے اسے جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا۔ جب حضرت عمرو بن العاص نے یہ بات دیکھی تو حضرت عمر کی طرف یہ بات لکھ بھیجی۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ آپ نے جو کیا ہے ٹھیک ہے اور اسلام پہلی رسموں کو مٹا دیتا ہے اور اپنے خط کے اندر ایک رقعہ بھیجا اور حضرت عمرو بن العاص کو لکھا میں نے اپنے خط کے اندر ایک رقعہ تمہاری طرف بھیجا ہے اسے نیل میں پھینک دینا۔ جب حضرت عمرو بن العاص کے پاس خط پہنچا تو آپ نے رقعہ کھول کر پڑھا۔ اس میں لکھا تھا کہ یہ اللہ کے بندے امیر المومنین عمر کی طرف سے نیل مصر کے نام خط ہے اگر تو پہلے خود بخود بہتا تھا تو اب نہ بہنا اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے چلاتا تھا تو میں خدائے واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے چلائے رکھے۔ حضرت عمرو بن العاص نے یہ رقعہ روز صلیب سے ایک روز پہلے نیل میں ڈال دیا تو صبح لوگوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک رات میں سولہ ہاتھ تک چلا دیا ہے۔ اس وقت سے اللہ تعالیٰ نے اہل مصر سے یہ رسم ختم کر دی ہے۔

۴- ابن عساکر نے طارق بن شہاب سے بیان کیا ہے کہ اگر حضرت عمر کے پاس کوئی آدمی حدیث بیان کرتا اور کذاب لوگ اس کی تکذیب کرتے تو آپ فرماتے اسے مت بیان کرو پھر اسے حدیث سنا کر فرماتے اسے مت بیان کرنا تو وہ آدمی آپ سے کہتا میں نے جو کچھ آپ کے پاس بیان کیا ہے وہ برحق ہے مگر آپ نے جو حکم مجھے دیا ہے کہ اسے مت بیان کرو یہ غلط ہے۔

ابن عساکر نے حسین سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب بات کرتے وقت ہی سمجھ جایا کرتے تھے کہ یہ بات جھوٹ ہے۔

۵- بیہقی نے الدلائل میں ہدبۃ الحمصی سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر کو بتایا گیا کہ اہل عراق نے اپنے امیر کو سنگریزے مارے ہیں۔ آپ غصے کی حالت میں باہر نکلے۔ نماز پڑھائی تو

جواب دیا ہاں۔ فرمایا: میں تمہاری خیر خواہی کو جانتا ہوں لیکن میں نے اپنے ساتھی کو ایک راستہ پر چھوڑا ہے۔ اگر میں ان دونوں کے رستہ کو ترک کر دوں تو میں ان کے مقام کو حاصل نہ کر سکوں گا۔

فرمایا لوگوں کو قحط نے آلیا۔ اس سال آپ نے گھی اور گوشت نہ کھایا۔ دوسری دفعہ جب کسی شخص نے آپ سے کھانے کے متعلق گفتگو کی تو فرمایا تیرا برا ہو میں اپنی پاکیزہ چیزیں دنیا ہی میں کھا جاؤں اور ان سے فائدہ اٹھاؤں۔

آپ کا بیٹا عاصم گوشت کھا رہا تھا اسے فرمایا انسان کے لئے یہی اسراف کافی ہے کہ وہ جو چاہے اسے کھا لے۔ آپ خلیفہ ہونے کی حالت میں صوف کا ایسا جبہ پہنتے تھے جس کو بعض جگہ چمڑے کے پیوند لگے ہوتے تھے اور آپ بازار میں اپنے کندھے پر دُرّہ رکھ کر گھومتے پھرتے تاکہ لوگوں کو ادب سکھائیں اور کھجور کی گٹھلیاں اٹھا کر لوگوں کے گھروں میں پھینکتے تھے تاکہ وہ ان سے فائدہ اٹھائیں۔

حضرت انس کہتے ہیں میں نے حضرت عمر کی قمیص میں دونوں کندھوں کے درمیان چار پیوند دیکھے۔ ابو عثمان النھدی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کے ازار بند کو چمڑے کے پیوند لگے دیکھے ہیں اور جب آپ نے حج کیا تو چادر کے نیچے سایہ حاصل کیا۔ چمڑے کو درخت پر ڈال کر سایہ بنا لیتے۔ گریہ زاری کے باعث آپ کے چہرے پر دو خط بنے ہوئے تھے۔ جب آپ اس آیت سے گزرتے جو آپ ورد کرتے تو گر پڑتے۔ یہاں تک کہ کئی دن تک اس کی وجہ سے آپ کی عیادت کی جاتی۔ آپ زمین سے ایک تنکا پکڑتے اور فرماتے کاش میں ایک تنکا ہوتا' کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا' کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔ آپ ہاتھ میں اونٹ کے بال پکڑے ہوئے داخل ہوتے اور فرماتے: میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تیرے بارے میں پوچھا جاؤں اور اپنی گردن پر مشکیزہ اٹھا لیتے۔ پوچھا گیا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ فرمایا میرے نفس میں کچھ غرور پیدا ہو گیا تھا۔ میں نے چاہا کہ اس کو ذلیل کروں۔

حضرت انس کہتے ہیں رمادہ کے سال تیل کھانے سے آپ کے پیٹ میں قراقر اٹھا۔ آپ نے گھی کھانا اپنے نفس پر حرام کیا ہوا تھا۔ آپ نے انگلی سے اپنے پیٹ کو ٹٹول کر کہا ہمارے پاس اس کے سوا کچھ نہیں حتیٰ کہ لوگوں کی حالت درست ہو جائے۔ اس سال آپ کا رنگ متغیر ہو گیا اور آپ چمڑے کی طرح ہو گئے اور آپ فرمایا کرتے جو شخص مجھے میرے عیوب

باب ششم

اس باب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تذکرہ ہوگا نیز اس کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ اور اس کے اسباب و مقدمات کا ذکر ہوگا۔ آپ نے حج سے واپس آکر شہادت پائی

حاکم نے مسیب سے بیان کیا ہے کہ جب آپ منیٰ سے نکلے اور ابطح میں پڑاؤ کیا تو آپ نے لیٹ کر اور ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہا اے اللہ میں عمر رسیدہ اور کمزور ہو چکا ہوں اور میری رعایا منتشر ہو چکی ہے۔ مجھے اس حالت میں موت دے دے کہ نہ میں ضائع کرنے والا بنوں اور نہ افراط کرنے والا۔ ابھی ذوالحجہ کا مہینہ نہیں گزرا تھا کہ آپ شہید ہو گئے۔

آپ سے حضرت کعب نے کہا مجھے تورات سے معلوم ہوا ہے کہ آپ شہید ہو کر مارے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا جزیرہ عرب میں رہتے ہوئے میرے نصیب میں شہادت کہاں ہو سکتی ہے؟ بخاری نے آپ سے روایت کی ہے کہ آپ نے کہا اے اللہ مجھے رستے میں شہادت عطا فرما اور میری موت تیرے رسول کے شہر میں ہو۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ آپ نے خطبہ میں فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھے ایک یا دو ٹھونگے مارے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ میری موت آگئی ہے اور لوگ مجھے مشورہ دے رہے ہیں کہ میں خلیفہ مقرر کر دوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور خلیفہ کو ضائع نہیں کرے گا۔ اگر مجھے جلد موت آگئی تو ان چھ آدمیوں کے مشورہ سے خلافت کا معاملہ طے کر لینا جن سے رسول کریم ﷺ وفات کے وقت تک راضی تھے۔ ایک آدمی نے آپ سے کہا آپ عبداللہ بن عمر کو خلیفہ کیوں نہیں مقرر کر دیتے۔ فرمایا اللہ تیرا برا کرے تو نے خدا کی خوشنودی کی خاطر یہ بات نہیں کہی۔ میں اس شخص کو خلیفہ مقرر کروں جو طلاق بھی اچھی طرح نہیں دے سکتا۔ انہوں نے رسول کریم ﷺ کے زمانے میں اپنی بیوی کو حیض کے ایام میں طلاق دے دی تھی تو

اس دنیا سے اس طرح نکلوں کے میرے ذمے کسی کا کچھ نہ نکلے اور میں اپنے لیے کچھ نہیں چاہتا۔ رسول کریم ﷺ کی صحبت میری سلامتی کا باعث ہوگی۔ حضرت ابن عباس نے آپ کی تعریف کی تو فرمایا اگر میرے پاس زمین کے پہاڑوں کے برابر سونا ہوتا تو میں اس خوف پر قربان کر دیتا جو نمایاں ہو چکا ہے۔ آپ نے حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد پر مشتمل ایک مجلس شوریٰ بنائی اور حضرت صہیب کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور ان چھ آدمیوں کو تین دن کی مہلت دی۔ آپ بدھ کے روز زخمی ہوئے جبکہ ۲۳ ھ کے ذی الحجہ میں چار دن باقی رہتے تھے اور اتوار کے روز آپ کو دفن کیا گیا اور صحیح روایت میں آیا ہے کہ آپ کی وفات کے روز سورج کو گرہن لگا[1] اور جنات[2] نے آپ پر نوحہ کیا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے کہا خدا کا شکر ہے کہ میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں ہوئی۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا میرے قرض کا حساب کرو۔ حساب کے بعد آپ پر چھیاسی ہزار روپے قرض نکلا۔ فرمایا اگر آل عمر کا مال وفا کرے تو اس قرض کو ان کے اموال سے ادا کیا جائے۔ بصورت دیگر بنی عدی سے سوال کرو اگر ان کے مال سے بھی قرض پورا نہ ہو تو قریش سے پوچھو اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور عرض کرو کہ عمر اپنے دونوں دوستوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت طلب کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ نے جا کر پوچھا تو آپ نے فرمایا میں نے یہ جگہ اپنے لئے رکھی ہوئی تھی مگر آج میں انہیں اپنے آپ پر ترجیح دیتی ہوں۔ حضرت عبداللہ نے آ کر بتایا کہ ام المومنین نے اجازت دے دی ہے تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ آپ سے کہا گیا کہ وصیت کریں اور خلیفہ مقرر کر دیں تو آپ نے فرمایا کہ میں ان چھ آدمیوں سے بڑھ کر کسی کو خلافت کا حق دار نہیں سمجھتا۔ رسول کریم ﷺ وفات کے

---

۱ حضرت عمر کی وفات پر سورج گرہن کی روایت کو طبرانی نے عبدالرحمٰن بن یسار سے روایت کیا ہے۔ نور الہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے۔ اس کے رجال ثقہ ہیں اور محب طبری نے حسن ابن ابی جعفر سے ذکر کیا ہے کہ زمین تاریک ہوگئی تھی اور بچے ماؤں کو پوچھتے تھے کہ کیا قیامت آگئی ہے تو وہ کہتی تھیں نہیں بیٹے بلکہ عمر بن خطاب قتل ہو گئے ہیں۔ یہ ابن یسار کے بیان کا مفہوم ہے ورنہ بخاری، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ میں ہے کہ سورج اور چاند کو کسی موت کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا۔

۲ جناب کے نوحے کا تذکرہ ابن سعد نے سلیمان بن یسار سے بیان کیا ہے اور حاکم نے مالک بن دینار سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے تبالہ پہاڑ سے آواز سنی جو اشعار میں نوحہ کر رہی تھی۔

بیعت کرنے کو تیار نہیں۔

اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے علی میں نے لوگوں میں نظر دوڑا کر دیکھا ہے وہ کسی کو عثمان کے برابر نہیں سمجھتے۔ آپ اپنے خلاف الزام نہ لیں پھر آپ نے حضرت عثمان کا ہاتھ پکڑ کر کہا ہم سنت اللہ' سنت الرسول اور آپ کے بعد آپ کے دونوں خلیفوں کی سنت پر آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن نے آپ کی بیعت کی اور انصار و مہاجرین نے بھی۔ ابن سعد نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے وفات سے ایک گھنٹہ قبل طلحہ انصاری کی طرف پیغام بھیجا کہ اصحاب شوریٰ کے گروپ کے ساتھ پچاس آدمی لے کر آ جائیں۔ میرے خیال میں وہ ایک گھر میں اکٹھے ہوں گے۔ آپ اپنے ساتھیوں سمیت اس گھر کے دروازے پر کھڑے ہو جائیں اور کسی کو اندر داخل نہ ہونے دیں اور تیسرا روز نہ گزرنے دیں کہ وہ اپنے میں سے ایک امیر بنا لیں اور مسند احمد میں ابو وائل سے روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ تم نے علی کو چھوڑ کر عثمان کی بیعت کیسے کر لی ہے؟ انہوں نے جواب دیا میرا اس میں کیا گناہ ہے میں نے علی سے آغاز کیا اور کہا کہ میں کتاب اللہ' سنت الرسول اور ابو بکر اور عمر کی سیرت پر آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا جس کی میں طاقت رکھوں پھر میں نے یہی بات عثمان پر پیش کی۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عبدالرحمٰن نے خلوت میں عثمان سے کہا اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کے متعلق مشورہ دیں گے؟ انہوں نے کہا علی کے متعلق اور علی سے کہا اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے؟ انہوں نے کہا عثمان کی بیعت کا۔ پھر آپ نے زبیر کو بلا کر کہا میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ مجھ کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے؟ انہوں نے کہا علی یا عثمان کی بیعت کا پھر آپ نے سعد کو بلا کر کہا آپ مجھے کس کی بیعت کا مشورہ دیں گے۔ میں اور آپ تو خلافت چاہتے ہی نہیں۔ انہوں نے کہا عثمان کی بیعت کا مشورہ دوں گا۔ پھر عبدالرحمٰن نے بڑے بڑے لوگوں سے مشورہ لیا تو اکثر کی خواہش کو حضرت عثمان کے حق میں پایا۔ ابن سعد اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عثمان کی بیعت ہوئی تو انہوں نے کہا جو باقی رہ گئے ہیں ان سے ہمارا امیر بہتر ہے اور ہمیں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔

ان سب روایات سے حضرت عثمان کی بیعت کی صحت اور صحابہ کا اس پر اجماع ثابت ہو

باب ہفتم

آپ کے فضائل اور خوبیوں کے بیان میں؛ اس میں کئی فصلیں ہیں

فصل اوّل

آپ کے قبول اسلام اور ہجرت وغیرہ کے بارے میں

آپ قدیم الاسلام اور ان لوگوں میں شامل ہیں جنہیں حضرت صدیق نے دعوت اسلام دی۔ آپ نے دو ہجرتیں کیں۔ پہلی حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ کی طرف۔ آپ نے رسول کریم ﷺ کی صاجزادی حضرت رقیہ سے شادی کی۔ ان کی وفات جنگ بدر کے دنوں میں ہوئی۔ آپ رسول کریم ﷺ کی اجازت سے ان کی تیمارداری کے لئے پیچھے رہ گئے تھے۔ آپ کے لئے جنگ بدر کے مال غنیمت سے حصہ مقرر کیا گیا۔ اس لحاظ سے انہیں جنگ بدر میں شامل ہونے والوں میں شمار کیا جاتا ہے۔

جس روز حضرت رقیہ کو مدینہ میں دفن کیا گیا اسی روز ایک آدمی مسلمانوں کی کامیابی خوشخبری لے کر آیا پھر حضور علیہ السلام نے ان کی بہن ام کلثوم کو آپ کے ساتھ بیاہ دیا۔ حضرت ام کلثوم کی وفات ہجرت کے نویں سال میں ہوئی۔

علماء کہتے ہیں کہ کوئی آدمی نہیں جانتا کہ آپ کے سوا کسی اور آدمی کے ساتھ نبی کی دو بیٹیاں بیاہی گئی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو ذوالنورین کہتے ہیں۔ آپ سابقین الاولین اور اوّل المہاجرین میں سے ہیں اور ان دس آدمیوں میں سے ہیں جن کے جنتی ہونے کی گواہی دی گئی ہے۔

اور ان چھ آدمیوں میں سے ایک ہیں جن سے وفات کے وقت رسول کریم ﷺ راضی تھے اور آپ قرآن جمع کرنے والے صحابہ میں سے ایک ہیں اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت صدیق نے بھی اسے جمع کیا تھا۔ حضرت عثمان کو صرف یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ نے اسے

فصل دوم

آپ کے فضائل کے بیان میں

آپ کے فضائل کا تذکرہ حضرت ابوبکر کے فضائل کی احادیث میں گزر چکا ہے اور کچھ ایسی احادیث بھی بیان ہو چکی ہیں جو آپ کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں۔ آپ کو حضرت عمر کے بعد خلافت ملی۔ ان میں ایک حدیث یہ بھی ہے کہ شیخین کے بعد آپ کا تمام امت کے ساتھ وزن کیا گیا تو آپ اس کے برابر ٹھہرے۔ اس کے بعد ترازو اٹھا دیا گیا۔

۱۔ شیخین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان کے آنے پر اپنے کپڑے سمیٹ لئے اور فرمایا کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔

۲۔ ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں عثمان حیا کے اختیار کرنے میں سب سے سخت ہیں۔

۳۔ خطیب نے حضرت ابن عباس سے اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بذریعہ وحی خبر دی ہے کہ میں اپنی دو اچھی بیٹیوں یعنی رقیہ اور ام کلثوم کو عثمان سے بیاہ دوں۔

۴۔ احمد اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عثمان ایک حیادار آدمی ہے۔ میں ڈرا کہ اگر میں نے اسی حالت میں اسے اندر آنے کی اجازت دے دی تو وہ اپنی ضرورت پوری نہ کر سکے گا[1]۔

---

[1] حضور علیہ السلام حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بستر پر چادر اوڑھ کر پہلو کے بل لیٹے ہوئے تھے آپ نے اسی حالت میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو اندر آنے کی اجازت دے دی مگر جب حضرت عثمان نے اجازت طلب کی تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑوں کو درست کیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی فرمایا کہ اپنے کپڑوں کو درست کرلیں۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عثمان کو اندر آنے کی اجازت دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ آپ حضرت عثمان سے اس قدر کیوں گھبرائے تھے۔ تو آپ نے انہیں یہ حدیث سنائی۔

دلالت کرتی ہیں۔ حدیث میں قمیص سے کنایۂ خلافت الٰہیہ مراد لی گئی ہے۔

۱۵- ابو یعلیٰ نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ عثمان بن عفان دنیا و آخرت میں میرا دوست ہے۔

۱۶- ابن عساکر نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ عثمان جنتی ہے۔

۱۷- ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہر نبی کا اس کی امت سے ایک خلیل ہوتا ہے اور میرا خلیل عثمان بن عفان ہے۔

حضرت صدیق کے فضائل کی احادیث میں اس قسم کی حدیث حضرت صدیق کے حق میں بیان ہوئی ہے اور یہ اس مشہور روایت کے منافی نہیں جس میں یہ ذکر ہے کہ اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا۔

۱۸- ترمذی نے حضرت طلحہ سے اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کا جنت میں ایک رفیق ہوتا ہے اور جنت میں میرا رفیق عثمان ہے۔

۱۹- ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ عثمان کی شفاعت سے ستر ہزار ایسے آدمی جنت میں بلا حساب داخل ہوں گے جو آگ کے مستحق ہو چکے ہوں گے۔

۲۰- طبرانی نے حضرت زید بن ثابت سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عثمان اور حضرت رقیہ اور لوط علیہ السلام کی ہجرت کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

۲۱- بخاری نے ابو عبد الرحمٰن السلمی سے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عثمان محصور ہو گئے تو آپ نے محاصرین کو اوپر سے جھانک کر فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اصحاب النبی ﷺ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے جیش العسرۃ کو تیار کیا وہ جنتی ہوگا؟ میں نے اسے تیار کیا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو رومہ کے کنوئیں کو کھدوائے گا وہ جنتی ہے تو میں نے اسے کھدوایا تو آپ کے قول کی سب نے تصدیق کی۔

۲۲- ترمذی نے عبد الرحمٰن بن خباب سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم ﷺ جیش العسرۃ کی تیاری کی ترغیب دے رہے تھے اس وقت میں آپ کے پاس تھا تو عثمان بن عفان

میں اس گزشتہ حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے گا اگر منافقین اسے اتارنے کا ارادہ کریں تو اسے نہ اتارنا یہاں تک کہ تو مجھے آ ملے۔

۲۸- حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان نے رسول کریم ﷺ سے دو دفعہ جنت خریدی ہے۔ ایک دفعہ رومہ کے کنوئیں کو کھود کر اور دوسری دفعہ جیش العسرۃ کو تیار کر کے۔

۲۹- ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ میں سے عثمان خلق میں میرے سب سے زیادہ مشابہ ہے۔

۳۰- طبرانی نے عصمۃ بن مالک سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم ﷺ کی وہ بیٹی جو حضرت عثمان سے بیاہی ہوئی تھی فوت ہوگئی تو آپ نے فرمایا عثمان کو بیاہ دو اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو میں عثمان کو بیاہ دیتا اور میں نے آسمانی وحی کے مطابق اس سے بیٹی کی شادی کی ہے۔

۳۱- ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو حضرت عثمان سے یہ فرماتے سنا اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں ایک کے بعد ایک تمہارے ساتھ بیاہ دیتا یہاں تک کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی۔

۳۲- ابن عساکر نے حضرت زید بن ثابت سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ عثمان میرے پاس سے گزرے اور ایک فرشتہ میرے پاس تھا۔ اس نے کہا یہ شہید ہے جس کی قوم اسے قتل کر دے گی۔ ہم اس سے حیا کرتے ہیں۔

۳۳- ابو یعلیٰ نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ فرشتے عثمان سے اسی طرح حیا کرتے ہیں جیسے اللہ اور اس کے رسول سے کرتے ہیں۔

ابن عساکر نے حضرت حسن سے بیان کیا ہے کہ ان کے پاس حضرت عثمان کی حیا کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ گھر کے اندر ہوں اور دروازہ بھی بند ہو اور وہ نہانے کے لئے کپڑے اتاریں تو حیا کی وجہ سے کمر سیدھی نہیں کر سکتے تھے۔

۳۴- ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت انس کی حدیث سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک تلوار ہے جو اس نے عثمان کی زندگی تک نیام میں بند کی ہوئی ہے۔ جب عثمان قتل ہو جائے گا تو وہ اس تلوار کو بے نیام کر دے گا اور پھر اسے قیامت تک نیام میں نہیں کرے گا۔

اس حدیث میں عمرو بن فائد متفرد ہے جس کی منکر احادیث بھی ہیں۔

میں قتل ہوئے اور حضرت زبیر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ نے ان کو جنازہ پڑھانے کے متعلق وصیت کی تھی۔ آپ بقیع میں حش کوکب میں مدفون ہوئے۔ آپ پہلے شخص ہیں جو اس جگہ دفن ہوئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ۱۸ ذوالحجہ کو جمعہ کے روز شہید ہوئے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذوالحجہ میں چھ دن باقی رہتے تھے۔ آپ کی عمر ۸۲ سال تھی۔ اس میں بہت اختلاف ہے۔

ابن عساکر نے ایک جمعیت سے بیان کیا ہے کہ آپ کا قاتل ایک نیلے اور سرخ رنگ کا مصری ہے جسے حمار کہتے ہیں اور احمد نے حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بیان کیا ہے کہ محاصرہ کی حالت میں میں آپ کے پاس گیا۔ محاصرہ کا بیان آئندہ باب میں آئے گا اور آپ سے کہا آپ عامۃ الناس کے امام ہیں اور جو مصیبت آپ پر نازل ہو چکی ہے آپ اسے دیکھ رہے ہیں۔ میں آپ کے سامنے تین باتیں پیش کرتا ہوں۔ ان میں سے آپ جو بات چاہیں اختیار کر لیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ باہر نکل کر ان کا مقابلہ کریں۔ آپ کے پاس بے شمار آدمی اور طاقت ہے پھر آپ حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں۔ یا آپ کسی دوسرے دروازے سے باہر نکل کر اپنی سواری پر بیٹھ کر مکہ چلے جائیں۔ وہ آپ کے خون کو ہرگز مباح نہ سمجھیں گے۔ نیز آپ وہاں کے رہنے والے بھی ہیں یا آپ شام چلے جائیں وہ شامی ہیں اور ان میں امیر معاویہ بھی ہیں۔ حضرت عثمان نے جواب دیا یہ بات کہ میں باہر نکل کر جنگ کروں۔ میں رسول کریم ﷺ کے بعد آپ کی امت میں خونریزی کرنے والا پہلا جانشین نہیں بننا چاہتا اور یہ کہ مکہ چلا جاؤں۔ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ قریش میں ایک آدمی کجروی کر کے مکہ چلا جائے گا۔ اس پر نصف دنیا کا عذاب ہوگا۔ میں وہ شخص ہرگز نہیں بنوں گا اور یہ کہ میں شام چلا جاؤں میں اپنی ہجرت گاہ اور رسول کریم ﷺ کے پڑوس کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

ابن عساکر نے ابوثور الفہری سے بیان کیا ہے کہ میں محاصرہ کی حالت میں حضرت عثمان کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب کے پاس دس باتیں پوشیدہ رکھی ہوئی ہیں۔ میں اسلام میں چوتھا آدمی ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی وہ فوت ہو گئی تو آپ نے اپنی دوسری بیٹی میرے نکاح میں دے دی۔ میں نے نہ کبھی گانا گایا اور نہ اس کی تمنا کی اور جب سے میں نے رسول کریم ﷺ کی بیعت کی ہے اس وقت سے اپنا دایاں ہاتھ اپنی شرمگاہ پر نہیں رکھا اور جب سے میں اسلام لایا ہوں اس وقت سے ایک جمعہ بھی ایسا نہیں گزرا جس میں میں نے غلام آزاد نہ کیا ہو۔ سوائے اس کے کہ میرے پاس آزاد کرنے کو

نہیں نہ میں نے اسے قتل کیا ہے اور نہ کبھی ایسی آرزو کی ہے میں نے تو انہیں منع کیا مگر انہوں نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا۔

اور ابن عساکر نے سمرۃ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اسلام ایک مضبوط قلعے میں تھا انہوں نے عثمان کو قتل کر کے اسلام میں ایک عظیم شگاف پیدا کر دیا ہے جو قیامت تک پُر نہ ہو سکے گا۔

عبدالرزاق نے بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام حضرت عثمان کا محاصرہ کرنے والوں کے پاس آئے اور کہنے لگے عثمان کو قتل نہ کرنا۔ خدا کی قسم جو شخص اسے قتل کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کو اس حال میں ملے گا کہ اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ اس کی رہنمائی نہیں کرے گا اور خدا کی تلوار ہمیشہ سے نیام میں تھی خدا کی قسم اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو خدا تعالیٰ اس تلوار کو بے نیام کر دے گا اور کبھی اسے تمہارے متعلق نیام میں نہیں کرے گا اور کوئی نبی قتل نہیں ہوا مگر اس نے اس کے بدلہ میں ستر ہزار آدمی قتل کیے اور کوئی خلیفہ قتل نہیں ہوا مگر اس نے ان کے اتفاق سے پہلے ۳۵ ہزار آدمی قتل کیے۔

ابن عساکر نے عبدالرحمٰن المہدی سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان میں دو باتیں ایسی تھیں جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر میں بھی نہ تھیں۔ اپنے متعلق اس حد تک صبر کہ قتل ہو گئے اور لوگوں کو قرآن کریم پر جمع کرنا۔

ابونعیم نے الدلائل میں حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان خطبہ دے رہے تھے کہ جہجاء الغفاری نے آپ کے ہاتھ سے عصا پکڑ کر اور اسے اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ دیا۔ ابھی اس بات پر ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ٹانگ میں ایسا کیڑا پیدا کیا جو اس کی ٹانگ کو کھا گیا جس سے وہ مر گیا۔

تتمہ:

خوارج آپ سے کئی باتوں کی وجہ سے ناراض ہیں مگر آپ ان سے بری ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اکابر صحابہ کو ان کے کاموں سے معزول کر کے اپنے اقارب میں سے کم تر آدمیوں کو ان کی جگہ مقرر کیا جیسے ابوموسیٰ اشعری کو بصرہ سے عمرو بن العاص کو مصر سے، عمار بن یاسر کو کوفہ سے ایسے ہی مغیرہ بن شعبہ کو اور اسی طرح ابن مسعود کو مدینہ بھجوا دیا۔

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے اپنے اقارب کو بہت سا مال دے کر بیت المال میں اسراف سے کام لیا ہے مثلاً حکم کو آپ نے مدینہ واپس بلا لیا حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طائف جلاوطن کر دیا ہوا تھا اور اپنے کاتب مروان کو ایک لاکھ پانچ ہزار افریقی مال دیا اور حرث کو بازار کا محتسب مقرر کر کے دسواں حصہ دیا۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس کا اکثر حصہ محض من گھڑت ہے۔ حکم کو آپ نے اس لئے واپس بلایا کہ جب آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق اجازت طلب کی تو حضور علیہ السلام نے آپ سے اس کو واپس بلانے کا وعدہ کیا تھا۔ آپ نے شیخین سے یہ بات کہی مگر انہوں نے اکیلے ہونے والے کی وجہ سے اس بات کو قبول نہ کیا۔ جب آپ خود خلیفہ بنے تو آپ نے اپنے ذاتی علم کے مطابق فیصلہ کیا۔ جیسا کہ اکثر فقہاء کا قول ہے پھر یہ کہ حکم کو جس بنا پر جلاوطن کیا گیا تھا اس سے اس نے توبہ کر لی تھی۔

اور مروان کے متعلق صحیح بات یہ ہے کہ جب افریقی ساز و سامان اور حیوانوں کا لے جانا مشکل ہو گیا تو اس نے امیر ابی سرح سے ایک لاکھ میں وہ سامان خرید لیا جس کا اکثر حصہ اس نے نقد ادا کیا اور اسی نے سب سے پہلے افریقہ کی فتح کی بشارت دی تو حضرت عثمان نے بقیہ رقم اسے بشارت دینے کی جزا میں چھوڑ دی کیونکہ مسلمانوں کو افریقہ کے پریشان کن حالات کی وجہ سے بہت قلق و اضطراب تھا اور امام بشارت دینے والے کو اس کی تگ و دو اور اس کی بشارت کی اہمیت کے مناسب حال دینے کا حق رکھتا ہے اور یہ ہزار حرث کو گھر کے مال سے آپ نے دیا تھا اور حضرت عثمان کی مالی لحاظ سے جو پوزیشن جاہلیت اور اسلام میں تھی اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور عشور کے متعلق جو ذکر کیا گیا ہے وہ درست ہے۔ آپ نے اسے بازار کی نگرانی اور اصلاح کے لئے مقرر فرما دیا تھا مگر جب اس نے ظلم کا رستہ اختیار کیا تو آپ نے اسے معزول کر دیا۔

اور ابن اسحاق نے ابو موسیٰ کے جس قصہ کا ذکر کیا ہے اس کی سند مجہول ہے اور وہ اس معاملہ میں حجت نہیں بن سکتی اور حضرت عثمان کی دولت مندی اور غزوہ تبوک کے موقع پر آپ نے جو نمونہ دکھایا وہ ایک مشہور بات ہے اور وہ آپ کی طرف اس بات کی نسبت میں مانع ہے۔ غایۃ الامر یہ کہ اگر آپ کے بارے میں یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ آپ اپنے اقارب کو بیت المال سے زیادہ دیتے تھے تو یہ آپ اجتہاداً کرتے تھے۔ پس اس وجہ سے آپ پر یہ اعتراض

ایسے جواب دیتے تھے جن سے قطعاً عزت اور انا باقی نہیں رہتی۔ حضرت عمر نے ابی کو چلتے دیکھا کہ اس کے پیچھے لوگوں کی ایک جماعت چلی آ رہی ہے تو آپ نے اسے درہ مار کر کہا کہ یہ تیرے اور ان کے لئے فتنہ ہے لیکن ابی نے اس پر برا نہیں مانا جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ابن مسعود کے پاس آئے اور ان کو راضی کرنے کی حد درجہ کوشش کی۔ کہا جاتا ہے کہ ابن مسعود آپ سے راضی ہو گئے اور آپ کے لئے بخشش طلب کی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ راضی نہیں ہوئے۔

اور حضرت ابوذر کے ساتھ بھی آپ کو یہی معاملہ پیش آیا اور انہوں نے بھی ایسی جسارت کی جس سے آپ کی خلافت کی بڑائی ختم ہو جاتی تھی۔ آپ نے جو سلوک ان کے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ کیا وہ منصب شریعت کی صیانت اور حرمت دین کی حفاظت کے لئے کیا۔ حضرت ابوذر آپ سے یہ کہتے تھے کہ آپ شیخین کے طریق کے مطابق چلیں اور یہ جو بیان ہوا ہے کہ حضرت ابوذر نے اپنے معاملہ میں لوگوں کو حضرت عثمان سے علیحدہ اور ختم کرنے کے لئے گھومنا شروع کر دیا اور آپ نے انہیں کہا کہ میرے پاس قیام کرو اور صبح و شام دو دھیل اونٹنیاں تمہارے پاس آئیں گی تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے دنیا کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ سب قضیہ قطعی طور پر جھوٹا ہے۔

اسی طرح عبدالرحمٰن بن عوف کے قضیہ کا حال ہے۔ آپ ان سے کثرت آمد و رفت کے باعث متوحش تھے۔ آپ نے حضرت عمار کو بھی بالکل زدوکوب نہیں کیا۔ آپ کو حضرت عثمان نے اس لئے مارا کہ ان کو مسجد میں آنے کے لئے آپ نے بار بار آدمی بھیجا تا کہ آپ ان اشیاء کے بارے میں ان پر عتاب کریں جن کی وجہ سے آپ ان پر ناراض تھے۔ انہوں نے آپ کے پاس عذر کیا مگر آپ نے اسے قبول نہیں کیا بلکہ حضرت عثمان نے حلف اٹھا کر نہایت سختی سے کہا کہ انہوں نے لوگوں کو ایسا حکم نہیں دیا پھر آپ نے انہیں راضی کرنے کی بے حد کوشش کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ سے راضی ہو گئے تھے۔

اور کعب کے ساتھ آپ کے جس سلوک کا ذکر کیا گیا ہے اس میں آپ کا عذر یہ ہے کہ آپ نے انہیں لکھا اور سختی کی پھر حضرت عثمان کو جب حقیقت حال سے آگاہی ہوئی تو آپ نے ان کو راضی کرنے کی از حد کوشش کی اور اپنی قمیص اتار کر کوڑا ان کی طرف پھینک دیا تا کہ وہ قصاص لے لیں۔ کعب نے آپ کو معاف کر دیا اور آپ کے خواص میں سے ہو گئے۔

کے امل کو راضی کر لیا۔

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے حج کے موقع پر منیٰ میں پوری نماز پڑھی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اجتہادی مسئلہ ہے اس پر اعتراض کرنا حد درجہ کی جہالت و غباوت ہے۔ اکثر علماء کے نزدیک قصر جائز ہے واجب نہیں۔

ایک اعتراض آپ پر یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے محمد بن ابوبکر کے ساتھ خیانت اور دھوکہ بازی سے کام لیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کو حلف اٹھا کر بتایا جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا اور لوگوں نے آپ کی تصدیق کی۔ سوائے اس کے جس کے دل میں بیماری تھی۔ حاصل کلام یہ کہ آنحضرت ﷺ کا یہ قول بالکل درست ہے کہ آپ حق پر ہیں اور جنتی ہیں اور مظلوم مارے جائیں گے اور آپ نے ان کی پیروی کا حکم دیا اور جو آدمی اس شان کا ہو اس پر یہ اعتراضات کیسے کئے جا سکتے ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ حضور علیہ السلام نے آپ کے متعلق بتایا ہے کہ آپ خلیفہ ہوں گے اور منافقین آپ کو خلافت سے اتارنے کے لئے سازش کریں گے اور وہ ان کی بات نہیں مانیں گے حالانکہ انہیں علم ہے کہ آپ سابق الاسلام اور راہ خدا اور دیگر کاموں میں کثرت سے روپیہ خرچ کرنے والے ہیں جس کا کچھ ذکر آپ کے کارناموں میں گزر چکا ہے۔

معزول نہیں کرتے تھے۔آپ نے آخری چھ سالوں میں اپنے چچازاد بھائیوں کو دوسروں پر ترجیح دے کر ان کو والی بنایا اور انہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا۔آپ نے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا حاکم مقرر کیا وہ وہاں کئی سال رہے تو اہل مصر ان کی شکایت اور فریاد کرتے ہوئے آئے اور اس سے قبل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت ابوذر اور حضرت عمار بن یاسر کو بھی حضرت عثمان سے کچھ دلی کدورت تھی جس سے بنو ہذیل اور بنو زہرہ کے دل میں بھی رنجش تھی اور عمار بن یاسر کی وجہ سے بنو مخزوم کو حضرت عثمان پر بڑا غصہ تھا۔اہل مصر عبداللہ بن ابی سرح کی شکایت لے کر آئے تو آپ نے خط میں عبداللہ بن ابی سرح کو ڈانٹ پلائی تو ابن سرح نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا جس سے آپ نے اسے روکا تھا اور حضرت عثمان کی طرف سے جو آدمی گئے تھے ان میں سے ایک کو مار کر قتل کر دیا تو اہل مصر میں سے سات سو آدمیوں نے مدینہ آکر مسجد میں ڈیرہ لگا لیا اور نماز کے اوقات کے بارے میں ابن سرح نے جو ان سے سلوک کیا اس کی انہوں نے صحابہ کے پاس شکایت کی تو طلحہ بن عبیداللہ نے حضرت عثمان سے تند و تیز گفتگو کی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ کے پاس بھیجا کہ وہ انہیں کہیں کہ اصحاب محمد ﷺ آپ کے پاس آئے ہیں اور اس شخص کے عزل کے بارے میں آپ سے دریافت کرتے ہیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا۔اس شخص نے ان میں سے ایک آدمی قتل کر دیا ہے۔آپ اپنے عامل سے انہیں انصاف دلائیے۔حضرت علی بن ابی طالب نے آپ کے پاس آکر کہا کہ یہ لوگ آپ سے ایک آدمی کی جگہ ایک آدمی کا سوال کرتے ہیں۔اس سے پہلے انہوں نے خون کا دعویٰ کیا ہوا ہے۔آپ اسے معزول کر کے ان کے درمیان فیصلہ کر دیں۔اگر اس پر حق واجب ہوتا ہے تو آپ اس سے انہیں انصاف دلائیں۔آپ نے انہیں فرمایا کوئی ایک آدمی پسند کر لو میں اس کی جگہ تم پر اسے حاکم بنا دوں گا۔لوگوں نے محمد بن ابی بکر کی طرف اشارہ کیا۔آپ نے انہیں حاکم بنا دیا۔جب وہ واپس جانے لگے تو مہاجرین اور انصار میں سے کچھ لوگ اہل مصر اور ابن ابی سرح کے معاملہ کا جائزہ لینے کے لئے ان کے ساتھ چل پڑے۔محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھی بھی نکلے اور جب وہ مدینہ سے تین دن کے فاصلے پر تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک سیاہ فام غلام اونٹ کو اس طرح اندھا دھند دوڑا رہا تھا گویا اس کے پیچھے کوئی لگا ہوا ہے یا وہ خود کسی کے تعاقب میں ہے تو محمد بن ابی بکر کے ساتھیوں نے اسے کہا تجھے کیا ہے یوں معلوم ہوتا ہے تو مفرور ہے یا کسی کے تعاقب میں ہے تو اس نے کہا میں امیر المومنین کا غلام

سعد اور حضرت عمار اور بدری صحابہ کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر حضرت عثمان کے پاس آئے۔ آپ کے ساتھ وہ خط، وہ غلام اور اونٹ بھی تھا۔ آپ نے حضرت عثمان سے کہا کیا یہ آپ کا غلام ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔ پھر کہا کیا یہ اونٹ بھی آپ کا ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔ پھر کہا کیا یہ خط آپ نے لکھا ہے؟ آپ نے جواب دیا: نہیں اور آپ نے قسم اٹھا کر کہا کہ میں نے یہ خط نہیں لکھا اور نہ میں نے اسے یہ حکم دیا ہے اور نہ مجھے اس کا کوئی علم ہے۔ حضرت علی نے کہا یہ مہر آپ کی ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں۔ حضرت علی نے کہا آپ کا غلام آپ کے اونٹ پر آپ کا مہر شدہ خط لے کر نکلتا ہے اور آپ کو اس کا علم ہی نہیں۔ حضرت عثمان نے قسم اٹھا کر کہا کہ نہ میں نے یہ خط لکھا ہے اور نہ میں نے اسے حکم دیا ہے اور نہ ہی میں نے اس غلام کو کبھی مصر کی طرف بھیجا ہے۔

لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ خط مروان کا ہے اور وہ حضرت عثمان کے متعلق شبہ میں پڑ گئے۔ انہوں نے حضرت عثمان سے یہ مطالبہ کیا کہ مروان کو ان کے سپرد کر دیا جائے مگر آپ نہ مانے اور مروان اس وقت آپ کے گھر میں تھا۔ حضور علیہ السلام کے اصحاب آپ کے پاس سے ناراض ہو کر چلے گئے اور آپ کے معاملہ میں شک میں پڑ گئے اور اس بات کو سمجھ گئے کہ حضرت عثمان نے جھوٹا حلف نہیں اٹھایا مگر کچھ لوگوں نے کہا جب تک حضرت عثمان مروان کو ہمارے سپرد نہ کر دیں اور ہم اس سے تحقیق کر کے خط کی صورت حال معلوم نہ کر لیں اس وقت تک ہم حضرت عثمان کو دل سے بری نہیں سمجھتے۔ وہ آنحضرت ﷺ کے دو صحابیوں کے قتل ناحق کا حکم کیسے دے سکتے ہیں۔ اگر وہ خط حضرت عثمان نے لکھا ہے تو ہم اسے معزول کریں گے اگر مروان نے اسے حضرت عثمان کی طرف سے لکھا ہے تو ہم مروان کے معاملہ میں جہاں تک ہو سکا غور کریں گے اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے۔ حضرت عثمان نے مروان کو قتل کے خوف سے ان کے سپرد کرنے سے انکار کر دیا۔ لوگوں نے حضرت عثمان کا محاصرہ کر کے ان کا پانی بند کر دیا۔ آپ نے جھانک کر لوگوں سے پوچھا کیا آپ لوگوں میں حضرت علی موجود ہیں؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے پوچھا کیا آپ میں سعید موجود ہیں؟ انہوں نے جواب دیا نہیں، پھر آپ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی آدمی حضرت علی تک یہ پیغام پہنچا دے گا کہ وہ ہمیں پانی پلائیں۔ حضرت علی کو جب یہ اطلاع پہنچی آپ نے تین بھرے ہوئے مشکیزے آپ کی طرف بھیجے۔ ابھی وہ آپ کے پاس پہنچے نہیں تھے کہ ان کے باعث بنو ہاشم اور بنو امیہ کے متعدد غلام

بیوی نے لوگوں کو جا کر بتایا کہ امیر المومنین قتل ہو گئے ہیں۔ لوگوں نے آ کر دیکھا تو آپ کو مقتول پایا۔ جب یہ خبر حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت سعد اور اہل مدینہ کو پہنچی تو وہ باہر نکلے مگر اس خبر سے ان کے ہوش و حواس قائم نہ رہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے حضرت عثمان کے گھر آ کر انہیں مقتول پایا تو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا۔ حضرت علی نے اپنے دونوں بیٹوں سے پوچھا دروازے پر تم دونوں کی موجودگی میں امیر المومنین کیسے قتل ہو گئے؟ اور اپنا ہاتھ اٹھا کر حضرت حسن کے ایک تھپڑ مارا اور حضرت حسین کے سینے پر ضرب لگائی اور محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو برا بھلا کہا اور نہایت غصے کی حالت میں اپنے گھر آ گئے۔ لوگ دوڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے اپنا ہاتھ بڑھایئے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ ایک امیر کا ہونا بہت ضروری ہے۔ حضرت علی نے جواب دیا یہ آپ لوگوں کا کام نہیں یہ اہل بدر کا کام ہے جس سے اہل بدر راضی ہوں گے وہ خلیفہ ہو گا۔ تمام اہل بدر نے حضرت علی کے پاس آ کر کہا ہم آپ کے سوا کسی کو خلافت کا حق دار نہیں سمجھتے۔ ہاتھ بڑھایئے ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی بیعت کر لی۔ مروان اور اس کے بیٹے بھاگ گئے۔ حضرت علی نے حضرت عثمان کی بیوی سے آ کر دریافت کیا کہ حضرت عثمان کو کس نے قتل کیا ہے؟ اس نے کہا میں نہیں جانتی۔ دو آدمی آپ کے پاس آئے جنہیں میں نہیں پہچانتی۔ ان کے ساتھ محمد بن ابی بکر تھا اور جو کچھ انہوں نے کیا اس کے متعلق حضرت علی کو بتایا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد بن ابی بکر کو بلا کر' جو کچھ آپ کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی نے بتایا تھا۔ اس کے متعلق پوچھا۔ محمد بن ابی بکر نے کہا اس نے جھوٹ نہیں بولا۔ خدا کی قسم میں ان کو قتل کرنے کیلئے گیا تھا۔ انہوں نے مجھ سے میرے باپ کا ذکر کیا تو میں اللہ کے حضور توبہ کر کے ان کے پاس سے اٹھ آیا۔ خدا کی قسم میں نے انہیں پکڑا ہے اور نہ قتل کیا ہے۔ حضرت عثمان کی بیوی نے کہا اس نے سچ کہا ہے مگر ان دو آدمیوں کو اس نے داخل کیا ہے۔

ابن سعد کہتے ہیں حضرت علی کی بیعت خلافت' قتل عثمان کے دوسرے دن مدینہ میں ہوئی۔ تمام صحابہ نے جو وہاں موجود تھے انہوں نے آپ کی بیعت کی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر نے بادل نخواستہ بیعت کی۔ پھر دونوں مکہ چلے گئے۔ وہاں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر خون عثمان کا مطالبہ کرتے ہوئے بصرہ چلے گئے۔ حضرت علی کو جب اس امر کی اطلاع ملی تو آپ عراق گئے اور بصرہ میں حضرت طلحہ اور حضرت زبیر اور ان کے

عائشہ رضی اللہ عنہا مسکرائیں تو آپ نے فرمایا اے حمیرا! انتظار کر کہ تو ایسی نہ ہو گی۔ پھر آپ نے حضرت علی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اگر تو اس پر قابو پالے تو اس سے نرمی کرنا۔ بزار اور ابو نعیم نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ تم میں سے کون سرخ اونٹ پر سوار ہو کر نکلے گی۔ یہاں تک کہ اس پر حوءب[1] کے کتے بھونکیں گے۔ اس کے اردگرد بے شمار آدمی قتل ہوں گے اور بمشکل نجات پائیں گے۔ حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے اور بیہقی نے ابی الاسود سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں میں نے حضرت زبیر کو دیکھا کہ وہ حضرت علی کی تلاش میں نکلے تو حضرت علی نے انہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا کیا آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تو علی سے ظالم ہونے کی حالت میں جنگ کرے گا؟ تو حضرت زبیر واپس چلے گئے۔ اور ابو یعلیٰ اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت زبیر نے کہا ہاں میں نے سنا ہے مگر میں بھول گیا تھا۔

تنبیہ:

گزشتہ بیان سے معلوم ہو گیا ہے کہ ارباب حل وعقد کے اتفاق سے جن میں حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت ابو موسیٰ، حضرت ابن عباس، حضرت خزیمہ بن ثابت اور حضرت ابی الہیثم بن التیہان حضرت محمد بن سلمہ اور حضرت عمار بن یاسر شامل ہیں۔ خلفائے ثلاثہ کے بعد امام المرتضیٰ والولی المجتبیٰ حضرت علی بن ابی طالب خلافت کے حق دار ہیں۔

اور شرح مقاصد میں بعض متکلمین سے بیان کیا گیا ہے کہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور شوریٰ کے زمانے میں اس کے انعقاد کی وجہ یہ ہے کہ خلافت کے حق دار حضرت علی ہیں یا حضرت عثمان اور یہ اجماع اس بات پر ہے کہ اگر حضرت عثمان نہ ہوں تو خلافت حضرت علی کے لئے ہے اور جب حضرت عثمان قتل ہو کر درمیان سے نکل گئے تو حضرت علی کے لئے اجماعاً خلافت باقی رہ گئی اور امام الحرمین نے کہا ہے کہ اس قول کو کوئی شہرت حاصل نہیں ہوئی کہ حضرت علی کی امامت پر اجماع نہیں ہوا۔ امامت نے حضرت علی سے انکار نہیں کیا۔ فتنہ تو دیگر امور سے پیدا ہوا ہے۔

---

[1] بصرہ میں ایک جگہ کا نام ہے۔

کے حضور قرآن پیش کیا۔ جب نبی کریم ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ کو وصایا اور امانتوں کی ادائیگی کے لئے کئی دن تک مکہ میں ٹھہرنے کا حکم فرمایا پھر آپ ان چیزوں کی ادائیگی کے بعد اپنے اہل کے ساتھ حضور سے جا ملے۔

آپ تبوک کے سوا تمام معرکوں میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شامل ہوئے کیونکہ حضور علیہ السلام نے آپ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام امیر مقرر فرمایا تھا اور اسی موقع پر آپ نے فرمایا تھا کہ تو مجھ سے ایسے مقام پر ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھا۔ تمام معرکوں میں آپ کے کارنامے مشہور ہیں۔ جنگ احد کے روز آپ کو سولہ زخم آئے۔ حضور علیہ السلام نے بہت سے معرکوں میں آپ کو جھنڈا عطا فرمایا خصوصاً جنگ خیبر میں اور آپ نے پیشگوئی فرمائی جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ آپ کے ہاتھ پر فتح ہوگی۔ آپ نے خیبر کے قلعے کا دروازہ اپنی پشت پر اٹھا لیا یہاں تک کہ مسلمانوں نے قلعے پر چڑھ کر اسے فتح کر لیا۔ اس کے بعد انہوں نے دروازے کو کھینچا اور اسے چالیس آدمیوں نے اٹھایا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے خیبر کے دروازے کو لے کر اس کی ڈھال بنالی اور اسے ہاتھ میں لے کر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمائی۔ آپ نے اسے پھینک دیا پھر آٹھ آدمیوں نے اسے پھینکنے کا ارادہ کیا مگر اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔

عنقریب اہل بیت کے فضائل میں بیان ہونے والی احادیث میں بھی آپ کے بکثرت فضائل کا ذکر ہو گا۔ آپ کو صرف حضرت علی کے فضائل پر اکتفاء کرنا ہو گا۔ ان میں سے بہت سے فضائل کا ذکر گزشتہ احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔ جو حضرت ابوبکر کی فضیلت کے بارے میں آئی ہیں۔ اس جگہ چالیس حدیثوں پر اکتفاء کیا جاتا ہے جن میں آپ کے عظیم الشان اور روشن فضائل کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ شیخین نے سعد بن ابی وقاص سے اور احمد اور بزار نے ابوسعید خدری سے اور طبرانی نے اسماء بنت عمیس، ام سلمہ، حبشی بن خبادہ، ابن عمر، ابن عباس، جابر بن سمرہ، علی، براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے جنگ تبوک کے موقع پر حضرت علی کو پیچھے چھوڑا تو آپ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا:

اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ وغیر انه لانبی بعدی

کیا آپ اس بات سے راضی نہیں کہ آپ کو مجھ سے وہ مقام حاصل ہو جو حضرت ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے تھا۔ ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس حدیث کے متعلق بارہویں شبہ میں بیان ہو چکا ہے۔

۲۔ شیخین نے سہل بن سعد سے اور طبرانی نے حضرت ابن عمر، ابن ابی لیلیٰ اور عمران بن حصین سے اور بزار نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے جنگ خیبر کے روز فرمایا میں کل اس شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کا محبّ ہو گا اور اللہ اور اس کا رسول بھی اس کے محبّ ہوں گے۔ رات بھر لوگ اس موضوع پر باتیں کرتے رہے کہ ان میں سے کس کو آپ جھنڈا دیں گے۔ صبح ہوئی تو سب کے سب اس امید پر کہ حضور علیہ السلام اسے جھنڈا دیں گے آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا علی بن ابی طالب کہاں ہیں۔ عرض کیا ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ فرمایا انہیں بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوئے تو حضور علیہ السلام نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگا کر دعا کی تو آپ تندرست ہو گئے۔ گویا آپ کو کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ آپ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔

ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سب

ان سے محبت رکھتا ہوں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ (ﷺ) ہمیں ان کے نام بتا دیجئے۔ فرمایا ان میں سے ایک علی ہے باقی تین ابوذر، سلمان اور مقداد ہیں۔ (رضی اللہ عنہم)

۶- احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حبشی بن خبادہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

علی منی وانا من علی ولا یؤدی عنی الا انا أو علی — علی مجھ سے اور میں علی سے ہوں اور میری ادائیگی میں کرسکتا ہوں یا علی۔

۷- ترمذی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے صحابہ کے درمیان مؤاخات قائم کی تو حضرت علی نے اشک بار آنکھوں کے ساتھ حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اپنے اصحاب کے درمیان مؤاخات قائم کی ہے لیکن میرے ساتھ کسی کی مؤاخات نہیں کی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا:

انت اخی فی الدنیا والآخرۃ — کہ تو میرا دنیا اور آخرت میں بھائی ہے۔

۸- مسلم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا کیا کہ حضور علیہ السلام نے مجھے تاکیداً فرمایا ہے کہ مومن مجھ سے محبت کرے گا اور منافق مجھ سے بغض رکھے گا۔

۹- بزار اور طبرانی نے الاوسط میں حضرت جابر بن عبداللہ سے اور طبرانی، حاکم اور عقیلی نے الضعفاء میں اور ابن عدی نے حضرت ابن عمر سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

انا مدینۃ العلم وعلی بابها — کہ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

اور ایک روایت میں ہے جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے وہ دروازے کے پاس آئے اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں جو حضرت علی سے مروی ہے کہ:

انا دار الحکمۃ وعلی بابها — میں شہر حکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔

اور ابن عدی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ "علی باب علمی" علی میرے علم کا دروازہ ہے۔ اس حدیث کے بارے میں لوگ بہت مضطرب ہیں۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ یہ موضوع ہے جس میں ابن جوزی اور نووی شامل ہیں۔ انہیں حدیث اور اس کے طرق کے متعلق جو معرفت حاصل ہے وہی تیرے لئے کافی ہے۔ یہاں تک کہ بعض محقق محدثین نے کہا

سے ہیں۔

۱۳-بزار نے حضرت سعد سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ میرے اور تیرے سوا اس مسجد میں کسی کے لئے جنبی ہونا جائز نہیں۔

۱۴-طبرانی اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے ام سلمہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ غصے میں ہوتے تو حضرت علی کے سوا آپ سے گفتگو کرنے کی کوئی شخص جرأت نہ کرتا۔

۱۵-طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ اس حدیث کی اسناد حسن ہے۔

۱۶-ابویعلیٰ اور بزار نے حضرت سعد بن وقاص سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے جس نے علی کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔

۱۷-طبرانی نے حضرت ام سلمہ سے بسند حسن بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ سے بغض رکھا۔

۱۸-احمد اور حاکم نے بیان کیا ہے اور اسے ام سلمہ سے صحیح قرار دیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا کہ جس نے علی کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔

۱۹-احمد اور حاکم نے حضرت ابوسعید خدری سے بسند صحیح بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا تو نے جیسے تنزیل قرآن پر لڑائی کی ہے ایسے ہی تاویل قرآن پر لڑائی کرے گا۔

۲۰-بزار، ابویعلیٰ اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ مجھے رسول کریم ﷺ نے بلایا اور فرمایا تجھ میں عیسیٰ علیہ السلام کی ایک مثال ہے۔ یہود نے آپ سے یہاں تک بغض رکھا کہ آپ کی ماں پر بہتان باندھا اور نصاریٰ نے آپ سے یہاں تک محبت کی کہ آپ کو وہ مقام دیا جو آپ کو حاصل نہ تھا۔ سنو میرے بارے میں دو آدمی ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک حد سے بڑھا ہوا محب، جو میری تقریظ میں وہ بات کہتا ہے جو مجھ میں نہیں پائی جاتی دوسرا وہ بغض رکھنے والا جس کو میری دشمنی، مجھ پر بہتان لگانے پر آمادہ کر دیتی ہے۔

مجھے علی کے دروازے کے سوا دوسرے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ کے بارے میں تمہارے ایک کہنے والے نے کہا ہے خدا کی قسم میں نے نہ کسی چیز کو بند کیا اور نہ کھولا ہے بلکہ مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں نے اس کی پیروی کی ہے۔ اس حدیث سے ان احادیث کے بارے میں اشکال پیدا نہیں ہوتا جو حضرت ابوبکر کی خلافت کے متعلق بیان ہو چکی ہیں کہ ابوبکر کی کھڑکی کے سوا سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ اس لئے کہ اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ نے کھڑکیاں بند کرنے کا حکم مرض الموت میں دیا تھا اور یہ حکم اس زمانے کا نہیں اسے مرض سے پہلے کے زمانے پر محمول کیا جائے گا۔ اس سے علماء کے قول کی توضیح ہو گئی کہ اس میں حضرت ابوبکر کی خلافت کی طرف اشارہ ہے۔ نیز یہ حدیث اس سے واضح اور زیادہ مشہور ہے۔

۲۵- ترمذی اور حاکم نے حضرت عمران بن حصین سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے تین بار فرمایا تم علی سے کیا چاہتے ہو؟ میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہے اور وہ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے۔ اس حدیث اور اس کے معنوں پر گیارہویں شبہ میں گفتگو ہو چکی ہے۔

۲۶- طبرانی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حضرت فاطمہ کو علی کی زوجیت میں دے دوں۔

۲۷- طبرانی نے حضرت جابر سے اور خطیب نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے اور میری ذریت کو علی بن ابی طالب کی صلب میں رکھا ہے۔

۲۸- دیلمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرا بہترین بھائی علی ہے اور بہترین چچا حمزہ ہے۔

۲۹- دیلمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور طبرانی اور مردویہ نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تین آدمی سبقت کرنے والے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سابق یوشع بن نون' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سابق یس اور محمد ﷺ کے سابق علی بن ابی طالب ہیں۔

۳۰- ابن النجار نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ صدیق تین ہیں۔ حزقیل مومن آل فرعون اور حبیب النجار صاحب یس اور علی بن ابی طالب۔

قرض ادا کرے گا۔

۳۹۔ ترمذی اور حاکم نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے۔ حضرت علی، حضرت عمار اور حضرت سلمان کی۔

۴۰۔ شیخین نے حضرت سہل سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت علی کو مسجد میں پہلو کے بل لیٹے پایا اور آپ کی چادر آپ کے پہلو سے نیچے گر پڑی اور آپ کو مٹی لگ گئی تو حضور علیہ السلام آپ سے مٹی پونچھنے لگے اور فرمانے لگے اے ابوتراب! اٹھ۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو یہ کنیت بڑی پسند ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ نے آپ کو اس کنیت سے پکارا ہے۔

اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ چار آدمیوں کی محبت منافق کے دل میں جمع نہیں ہوسکتی اور مومن کے سوا ان سے کوئی محبت نہیں کرتا وہ چار آدمی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم ہیں۔

نسائی اور حاکم نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ ہر نبی کو سات نجیب رفقاء دیئے گئے ہیں اور مجھے چودہ۔ حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت جعفر، حضرت حمزہ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

ابن المظفر اور ابن ابی الدنیا نے ابوسعید خدری سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ مرض الموت میں ہمارے پاس آئے اور ہم صبح کی نماز پڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی سنت چھوڑے جا رہا ہوں۔ میرے قرآن کو میری سنت سے بلاؤ اور جب تک تم ان دونوں کو تھامے رہو گے ہرگز تمہاری آنکھیں اندھی نہ ہوں گی اور نہ ہی تمہارے قدموں میں لغزش پیدا ہوگی اور نہ تمہارے ہاتھ کوتاہ ہوں گے اور فرمایا میں تم کو ان دو آدمیوں سے حسن سلوک کی تاکید کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف اشارہ فرمایا جو کوئی ان دونوں سے کسی چیز کو ہٹائے گا اور ان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اسے ایک نور عطا کرے گا۔ یہاں تک کہ قیامت کے روز بھی وہ اس پر وارد ہوگا۔

ابن ابی شیبہ نے عبدالرحمٰن بن عوف سے بیان کیا ہے کہ جب رسول کریم ﷺ نے مکہ کو فتح کیا تو آپ طائف کو چلے گئے اور سترہ یا انیس دن تک اس کا محاصرہ کئے رہے پھر خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا میں تم کو اپنی اولاد سے حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ میری تمہاری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان

ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ کوئی شخص پل صراط سے گزر نہیں سکے گا سوائے اس کے کہ حضرت علی نے اس کے لئے گزرنے کا لکھا ہو۔

بخاری نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ میں قیامت کے روز سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حضور دوزانو ہو کر جھگڑے کے لئے بیٹھوں گا۔ قیس کہتے ہیں کہ ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

هذان خصمان اختصموا فی ربهم فرمایا یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے بدر کے روز مبارزت کی تھی۔

یعنی علی، حمزہ، عبیدہ، شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ۔

ابن عساکر نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ کتاب اللہ میں جو علی کے بارے میں نازل ہوا ہے وہ کسی کے لئے نہیں ہوا۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کے بارے میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں[1]۔

ابو یعلیٰ نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ علی کو تین چیزیں عطا کی گئی ہیں اگر ان میں سے ایک چیز بھی مجھے عطا ہوتی تو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔ پوچھا گیا کہ وہ چیزیں کونسی ہیں؟ فرمایا انہوں نے حضور علیہ السلام کی لڑکی سے شادی کی اور مسجد میں ان کی سکونت ہوئی۔ اس میں ان کے لئے جو کچھ جائز ہے وہ میرے لئے نہیں اور خیبر کی جنگ میں حضور علیہ السلام نے آپ کو جھنڈا عطا کیا۔ احمد نے سند صحیح سے ابن عمر سے اسی قسم کی روایت بیان کی ہے۔

احمد اور ابو یعلیٰ نے بسند صحیح حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب سے رسول اللہ ﷺ نے میرے چہرے پر ہاتھ پھیرا اور میری آنکھ میں خیبر کے روز جھنڈا دیتے ہوئے لعاب دہن لگایا ہے نہ میری آنکھ میں تکلیف ہوئی ہے اور نہ مجھے کسی نے پچھاڑا ہے۔ جب آپ کوفہ تشریف لائے تو ایک عرب فلاسفر آپ کے پاس آکر کہنے لگا امیر المومنین خدا کی قسم آپ نے خلافت کو زینت اور رفعت عطا کی ہے۔ اس نے آپ کو زینت اور رفعت نہیں بخشی اور وہ آپ کی نسبت آپ کی زیادہ محتاج تھی۔

سلفی نے طیوریات میں عبداللہ بن احمد بن حنبل سے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے حضرت علی اور حضرت معاویہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ حضرت علی کے دشمن بہت تھے۔ آپ کے دشمنوں نے آپ میں عیب تلاش کئے مگر انہیں کچھ حاصل نہ ہوا تو وہ ایک آدمی کے پاس گئے جو آپ سے جنگ کر چکا تھا تو انہوں نے ایک تدبیر اور چال کے ماتحت اس کی شان کو بڑھا کر بیان کرنا شروع کر دیا۔

---

[1] یہ دونوں اثر موضوع نہیں ضعیف ہیں جیسا کہ تنزیہ الشریعہ میں بیان ہوا ہے۔

اسے صحیح کہا ہے اور شیخ الاسلام ابوزرعتہ نے اسے حسن قرار دیا ہے اور دوسروں نے اس کی پیروی کی ہے اور جن لوگوں نے اسے موضوع کہا ہے ان کا رد پیش کیا ہے[۱] اور یہ خیال کہ سورج کے غروب سے وقت تو فوت ہو گیا تھا پس سورج کو لوٹانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ بات محل منع میں ہے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ سورج کا لوٹانا خصوصیت ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز کا پانا اور نماز ادا کرنا حضرت علی کی خصوصیت اور کرامت ہے یعنی جب سورج غروب ہو جائے پھر واپس آ جائے تو کیا اس کے واپس آنے سے وقت بھی واپس آ جاتا ہے میں نے اسے مع وجوہات شرح العباب میں کتاب الصلوٰۃ کے اوائل میں بیان کیا ہے۔

اس باب میں ایک عجیب حکایت بیان کی گئی ہے جسے مجھ سے ہمارے مشائخ عراق نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے ابو منصور المظفر بن ازدشیر القبادی الواعظ کو دیکھا کہ اس نے اس حدیث کو عصر کے بعد بیان کیا اور اس کے الفاظ کو لکھوایا اور اہل بیت کے فضائل کا تذکرہ کیا تو بادل نے سورج کو چھپا لیا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے خیال کیا کہ سورج غروب ہو گیا ہے۔ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر سورج کی طرف اشارہ کر کے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ)

"اے سورج! جب تک آل مصطفیٰ اور ان کی اولاد کے متعلق میری مدح ختم نہ ہو اس وقت تک غروب نہ ہونا اگر تو ان کی ثنا کرنا چاہتا ہے تو اپنی عنان کو موڑ' کیا تجھے وہ وقت بھول گیا ہے جب تو اس کی وجہ سے کھڑا ہو گیا تھا اور اگر تیرا وقوف آقا کے لئے تھا تو یہ وقوف اس کے سواروں اور پیادوں کے لئے ہو جائے۔"

کہتے ہیں بادل چھٹ گیا اور سورج طلوع ہو گیا۔ عبدالرزاق نے حجر المرادی سے بیان کیا ہے کہ مجھ سے حضرت علی نے فرمایا تیری کیا حالت ہو گی جب تجھے مجھ پر لعنت کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا ایسا بھی ہو گا؟ فرمایا ہاں۔ میں نے کہا تو پھر میں کیا کروں؟ فرمایا مجھ پر لعنت کرنا مگر مجھ سے اظہار بیزاری نہ کرنا۔ حجر المرادی کہتے ہیں مجھے حجاج کے بھائی محمد بن

---

[۱] سیوطی نے اس حدیث کے طرق کے تتبع میں کشف اللبس فی حدیث ردّ الشمس میں ایک جزو لکھا ہے اور اسے اس قول پر ختم کیا ہے کہ جو اقوال اس حدیث کی صحت کی شہادت دیتے ہیں ان میں امام شافعی وغیرہ کا یہ قول بھی ہے کہ انبیاء کو جس قدر معجزات دیئے گئے ہیں ان کی نظیر یا ان سے بڑھ کر حضور علیہ السلام کو بھی دیئے گئے ہیں۔ آپ نے اس بات کو صحیح قرار دیا ہے کہ یوشع جو سرکشوں کے قاتل ہیں ان کے لئے سورج کئی راتوں تک روک لیا گیا تھا۔ پس ضروری ہے کہ اس کی نظیر حضور علیہ السلام کے لئے بھی ہو۔ ابن کثیر اور تنزیہ الشریعۃ میں اس بات کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔

آپ کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور اس کے بارے میں کہا گیا کہ اس کے خیال میں اسے اپنی ماں کے ساتھ احتلام ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سائے کو مارو[1]۔

آپ کے کلمات:

لوگ سوئے ہوئے ہیں۔ جب مر جاتے ہیں تو اپنے زمانے سمیت بیدار ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے اپنے آباء سے بہت مشابہت رکھنے والے بھی ہوتے ہیں۔ اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو۔ جو شخص اپنی قدر پہچان لیتا ہے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔ ہر آدمی کی قیمت وہی ہے جو اسے اچھی لگے۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ اسی طرح آپ کی طرف یہ محاورہ بھی منسوب کیا گیا ہے جبکہ مشہور یہ ہے کہ یحییٰ بن معاذ الرازی کا قول ہے آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ جو شیریں زبان ہو گا اس کے بھائی بہت ہوں گے نیکی سے آزاد بھی غلام بن جاتا ہے۔ بخیل کے مال کو حادثہ یا وارث کی خوشخبری دے۔ قائل کی طرف نہ دیکھ بلکہ قول کی طرف دیکھ۔ مصیبت کے وقت واویلا کرنا مصیبت کو مکمل کرنا ہے۔ سرکشی کے ساتھ کوئی کامیابی نہیں۔ تکبر کے ساتھ کوئی تعریف نہیں۔ حرص کے ساتھ کھانے اور بدہضمی میں کوئی صحت نہیں۔ بے ادبی کے ساتھ کوئی شرف نہیں۔ حسد کے ساتھ کوئی راحت نہیں۔ انتقام کے ساتھ کوئی سرداری نہیں۔ مشورہ ترک کرنے سے صحیح بات معلوم نہیں ہوتی۔ جھوٹے کے لئے کوئی مروت نہیں۔ کوئی عزت تقویٰ سے بڑی نہیں۔ توبہ سے زیادہ کوئی سفارش کامیاب نہیں۔ عافیت سے زیادہ خوبصورت کوئی لباس نہیں۔ جہالت سے زیادہ مشکل کوئی بیماری نہیں۔ آدمی جسے نہیں جانتا اس کا دشمن ہوتا ہے۔ اللہ اس شخص پر رحم کرے جس نے اپنی قدر پہچان لی اور اپنی حد سے آگے نہیں بڑھا۔ عذر کا اعادہ گناہ کی یاد دہانی ہے۔ لوگوں کے درمیان خیر خواہی کرنا زخمی کرنا ہے۔ جاہل کا احسان اس باغ کی طرح ہے جو روڑی پر اگا ہو۔ بے صبری صبر سے زیادہ تھکانے والی ہے۔ مسئول آزاد ہے یہاں تک کہ واپس آ جائے۔ سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو سب سے زیادہ خفیہ تدبیر کرتا ہے۔ حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے۔ بخل عیوب کی برائیوں کو اکٹھا کرنے والا ہے۔ جب تقدیر آ جائے تو تدبیر بھول

---

[1] مسجد میں جھاڑو دینے کا اثر عبدالرزاق نے المصنف میں مدائنی سے بیان کیا ہے اسی طرح وہ حکایت بھی جو اس کے بعد ہے۔

اے حاملین قرآن اس پر عمل کرو کیونکہ عالم وہ ہے جو علم کے مطابق عمل کرے اور اس کے علم و عمل میں مطابقت ہو۔ عنقریب کچھ حاملین علم ہونگے، علم ان کے گلے سے آگے نہیں گزرے گا۔ ان کا باطن ان کے ظاہر کے اور ان کا عمل ان کے علم کے مخالف ہوگا۔ وہ حلقہ بنا کر بیٹھیں گے اور ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ یہاں تک کہ ایک آدمی اپنے ہم نشین پر اس لئے ناراض ہوگا کہ وہ اسے چھوڑ کر دوسرے کے پاس بیٹھا ہے۔ ان لوگوں کے مجلسی اعمال اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت نہیں پاتے۔ صرف اپنے گناہ سے ڈرو اور اپنے رب سے امید رکھو۔ جسے علم نہیں وہ علم حاصل کرنے میں شرم محسوس نہ کرے اور جب صاحب علم سے ایسی بات پوچھی جائے جس کا اسے علم نہیں تو وہ اللہ اعلم کہنے سے شرم محسوس نہ کرے۔ صبر ایمان کا حصہ ہے اور اس کا مقام ایسا ہے جیسے جسم میں سر کا مقام ہے۔

کامل فقیہ وہ ہے جو لوگوں کو رحمت الٰہی سے مایوس نہ کرے اور نہ انہیں معصیت الٰہی میں رخصت دے اور نہ انہیں عذاب الٰہی سے مامون کر دے اور نہ قرآن پاک کو بے رغبتی سے چھوڑ کر کسی دوسری چیز کی طرف رغبت کرے۔ اس عبادت میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ علم نہیں اور اس علم میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ فہم نہیں۔ اس قرأت میں کوئی بھلائی نہیں جس کے ساتھ تدبیر نہیں۔ میرے دل کو اس وقت کیا ہی ٹھنڈک پہنچتی ہے جب مجھے اس بات کے متعلق پوچھا جاتا ہے جسے میں نہیں جانتا تو میں کہتا ہوں اللہ اعلم۔ جو شخص لوگوں سے انصاف کا خواہاں ہے تو جو کچھ وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی ان کے لئے پسند کرے۔

سات چیزیں شیطان کی طرف سے ہیں۔ سخت غصہ' سخت چھینک' سخت جمائی' قے' نکسیر' سرگوشی اور ذکر الٰہی کے وقت نیند کا آنا۔

بدگمانی دانائی ہے۔ یہ حدیث ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں۔ بدگمانی بھی دانائی کی بات ہے۔ توفیق بہترین قائد ہے اور حسن اخلاق بہترین دوست ہے۔ عقل بہترین ساتھی ہے۔ ادب بہترین میراث ہے۔ خود پسندی سے زیادہ کوئی وحشت نہیں۔ آپ سے تقدیر سے متعلق دریافت کیا گیا فرمایا یہ ایک تاریک راستہ ہے۔ اس پر نہ چل۔ گہرا سمندر ہے اس میں داخل نہ ہو۔ ایک الٰہی راز ہے جو تجھ سے مخفی ہے۔ اس لئے اے سائل اسے افشا نہ کر۔ خدا نے جس طرح چاہا تجھے پیدا کیا یا جیسے تو نے چاہا؟ اس نے جواب دیا بلکہ جس طرح خدا نے چاہا۔ فرمایا وہ جس طرح چاہے گا تجھ سے کام لے گا۔ آپ نے فرمایا مصائب کے لئے انجام بھی ہے۔

آپ صفین میں تھے کہ ایک زِرہ گم ہوگئی جو ایک یہودی کے پاس سے ملی۔ آپ اس معاملہ کا فیصلہ کرانے کے لئے اسے قاضی شریح کے پاس لے گئے اور قاضی کے پہلو میں بیٹھ گئے اور فرمایا اگر میرا مد مقابل یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے برابر بیٹھتا لیکن میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ مجالس میں انہیں برابر نہ بٹھاؤ۔

ایک روایت میں ہے کہ انہیں حقیر کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حقیر بنایا ہے پھر آپ نے زرہ کا دعویٰ دائر کیا تو یہودی نے انکار کر دیا۔ قاضی شریح نے حضرت علی سے شہادت طلب کی تو آپ اپنے غلام قنبر اور حضرت حسن کو لے آئے۔ قاضی شریح نے آپ سے کہا باپ کے حق میں بیٹے کی شہادت جائز نہیں۔ یہودی نے کہا امیر المومنین نے مجھے اپنے قاضی کے آگے پیش کیا اور ان کے قاضی نے ان کے خلاف فیصلہ دیا۔ اس کے بعد وہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا اور کہا کہ وہ زرہ آپ ہی کی ہے۔

واقدی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی کے پاس چار درہم تھے جن کے علاوہ آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ آپ نے ایک درہم رات کو ایک دن کو ایک پوشیدہ طور پر اور ایک اعلانیہ طور پر خیرات کر دیا تو اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سراً وعلانیۃ فلھم اجرھم عندربھم ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون

جو لوگ اپنے مالوں کو رات اور دن پوشیدہ اور اعلانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں ان کا اجر رب کے پاس ہے۔ نہ انہیں کسی کا خوف ہوتا ہے اور نہ غم۔

حضرت معاویہ نے ضرار بن حمزہ سے کہا میرے سامنے حضرت علی کے اوصاف بیان کرو۔ اس نے کہا مجھے معاف رکھئے۔ حضرت معاویہ نے کہا میں تجھ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ اس نے کہا خدا کی قسم وہ بہت دور تک جانے والے شدید القویٰ فیصلہ کن بات کرنے والے انصاف سے حکم کرنے والے تھے۔ ان کے پہلوؤں سے علم پھوٹتا تھا اور آپ کی زبان سے حکمت پھوٹتی تھی۔ وہ دنیا اور اس کی چکا چوند سے نفور اور رات اور اس کی وحشت سے مانوس تھے۔ بہت رونے والے اور بہت سوچنے والے تھے۔ ان کا لباس کس قدر مختصر اور کھانا کس قدر سخت ہوتا تھا۔ وہ ہماری طرح کے ایک آدمی تھے۔ جب ہم ان سے سوال کرتے تو وہ جواب دیتے۔ جب انہیں بلاتے تو وہ ہمارے پاس آتے اور خدا کی قسم ہم اس قدر قریب رہنے

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ عقیل نے حضرت علی سے کہا کہ میں محتاج اور فقیر ہوں مجھے کچھ دیجئے۔ آپ نے فرمایا صبر کرو جب تیرا حصہ مسلمانوں کے ساتھ نکلے گا تو میں تجھے ان کے ساتھ دوں گا۔ عقیل نے اصرار کیا تو آپ نے ایک آدمی سے فرمایا اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بازار والوں کی دکانوں پر لے جاؤ اور اسے کہو کہ ان دکانوں کے قفل توڑ کر جو ان میں ہے لے جاؤ۔ عقیل نے کہا آپ مجھے چور بنانا چاہتے ہیں۔ فرمایا کیا تم مجھے چور بنانا چاہتے ہو کہ میں مسلمانوں کے اموال لے کر تمہیں دے دوں۔ عقیل نے کہا میں حضرت معاویہ کے پاس چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا یہ تیرا اور اس کا معاملہ ہے۔ انہوں نے حضرت معاویہ کے پاس آ کر سوال کیا۔ حضرت معاویہ نے انہیں ایک لاکھ روپیہ دے کر کہا منبر پر چڑھ کر بتاؤ کہ علی نے تمہیں کیا دیا اور میں نے کیا دیا۔ عقیل نے منبر پر چڑھ کر حمد وثنا کے بعد کہا میں نے علی کو اس کے دین پر چاہا تو اس نے اپنے دین کو پسند کیا اور میں نے معاویہ کو اس کے دین پر چاہا تو اس نے مجھے اپنے دین پر پسند کر لیا۔ حضرت معاویہ نے خالد بن معمر سے کہا تو نے ہم کو چھوڑ کر حضرت علی کو کیوں پسند کیا ہے۔ اس نے جواب دیا تین باتوں کی وجہ سے۔

اوّل: جب وہ غصے میں ہوتا ہے تو اس کے حلم کی وجہ سے۔

دوم: جب وہ بات کرتا ہے تو اس کے صدق کی وجہ سے۔

سوئم: جب وہ فیصلہ کرتا ہے تو اس کے عدل کی وجہ سے۔

جب آپ کے پاس معاویہ کی فخریہ باتیں پہنچیں تو آپ نے اپنے غلام سے فرمایا اس کی طرف لکھو پھر اسے ذیل کے اشعار لکھوائے۔

ترجمہ: "محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ کے نبی ہیں میرے بھائی اور خسر ہیں اور سیدالشہدا حضرت حمزہ میرے چچا ہیں اور جعفر طیار جو صبح وشام فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں میری ماں کے بیٹے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی میری بیوی اور میری سکینت ہے جس کا گوشت پوست میرے گوشت اور خون سے ملا ہوا ہے اور احمد کی اولاد میرے دو بیٹے اس بیوی سے ہیں۔ تم میں کون ہے جو میری طرح ہو۔ میں تم سب سے سابق الاسلام ہوں اور میں جوانی کو پہنچنے سے قبل ہی جوان تھا"۔

بیہقی کہتے ہیں ہر آدمی کو چاہئے کہ ان اشعار کو یاد کرے تا کہ اسلام میں آپ کے مفاخر کو

فصل پنجم

آپ کی وفات:

جب حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان نزاع طول پکڑ گیا تو تین خارجی عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی، برک اور عمرو التیمین نے مکہ میں اکٹھے ہو کر معاہدہ کیا کہ وہ حضرت علیؓ، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کو قتل کر کے لوگوں کو ان سے نجات دلائیں گے۔ ابن ملجم نے حضرت علی، برک نے حضرت معاویہ اور عمرو نے حضرت عمرو بن العاص کو قتل کرنے کی ٹھانی اور یہ بھی طے پایا کہ ان کا قتل گیارہ یا سترہ رمضان کی رات کو ہو۔ پھر ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے شکار کے ٹھکانے کی طرف چل پڑا۔ ابن ملجم کوفہ آیا اور اپنے خارجی ساتھیوں سے ملا اور انہیں اپنے ارادے سے بالکل مطلع نہ کیا۔ شبیب بن عجرۃ الاشجعی وغیرہ نے اس سے موافقت کی۔

جب ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو جمعہ کی رات تھی حضرت علی سحری کے وقت بیدار ہوئے اور اپنے بیٹے حضرت حسن سے فرمایا میں نے آج شب رسول کریم ﷺ کو دیکھا اور عرض کیا کہ آپ کی امت نے میرے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کی تو آپ نے مجھے فرمایا ان کے لئے بددعا کرو تو میں نے دعا کی اے اللہ مجھے ان کے بدلے میں وہ آدمی دے جو میرے لئے بہتر ہوں اور انہیں میرے بدلے میں وہ آدمی دے جو ان کے لئے برا ہو۔ پھر آپ کی طرف بطخیں چلاتی ہوئی آئیں تو لوگوں نے انہیں دھتکار دیا۔ آپ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو یہ تو نوحہ کرنے والی ہیں۔ اسی اثنا میں موذن نے آ کر کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے تو آپ دروازے سے آواز دیتے ہوئے نکلے کہ اے لوگو! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ شبیب نے آپ پر تلوار سے وار کیا جو دروازے پر لگا پھر ابن ملجم نے اپنی تلوار سے وار کیا جو آپ کی پیشانی پر لگا اور کھوپڑی سے ہوتے ہوئے دماغ تک پہنچ گیا اور ابن ملجم بھاگ گیا۔

شبیب جب گھر آیا تو بنی امیہ کے ایک آدمی نے آ کر اسے قتل کر دیا اور ابن ملجم کو ہر طرف سے لوگوں نے گھیر لیا اور ہمدان کے ایک آدمی نے اس کے قریب ہو کر اس پر چادر پھینکی اور

لیا اور آپ کو دفن کر دیا۔

قتل کے وقت آپ ۶۳ سال کے تھے۔ بعض لوگ آپ کی عمر ۶۴ اور بعض ۶۵، بعض ۵۷ اور بعض ۵۸ سال بتاتے ہیں

ایک دفعہ کوفہ میں منبر پر خطبہ دے رہے تھے تو آپ سے اس آیت **رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا** کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔ یہ آیت میرے چچا حمزہ اور میرے چچا زاد عبیدۃ بن الحرث بن عبد المطلب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ عبیدہ نے جنگ بدر میں اور حضرت حمزہ نے جنگ احد میں شہید ہو کر اپنا حصہ پورا کر دیا ہے۔ باقی رہا میں تو میں اس بدبخت کے انتظار میں ہوں جو میرے سر اور داڑھی کو رنگ دے گا۔ اس نے میرے حبیب ابوالقاسم ﷺ سے یہ عہد کیا ہے۔ جب آپ کو چوٹ لگی تو آپ نے حضرت حسن اور حضرت حسین کو بلا کر فرمایا میں تمہیں تقویٰ اللہ کی وصیت کرتا ہوں۔ دنیا خواہ تمہیں چاہے تم دنیا کو بالکل نہ چاہنا اور جو دنیاوی چیز تمہیں نہ ملے اس پر گریہ نہ کرنا، حق بات کہنا، یتیموں پر رحم کرنا، کمزور کی مدد کرنا، آخرت کے لئے کام کرنا، ظالم سے مقابلہ کرنا، مظلوم کا مددگار بننا، خدا کی رضامندی کے لئے کام کرنا اور خدا کے معاملہ میں کسی ملامت گر کی پرواہ نہ کرنا۔ پھر آپ نے اپنے بیٹے حضرت محمد بن الحنفیہ کی طرف دیکھ کر فرمایا کیا تو نے اس وصیت کو یاد کر لیا ہے، جو میں نے تیرے دونوں بھائیوں کو کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا ہاں۔ فرمایا میں تمہیں بھی یہی وصیت کرتا ہوں اور یہ وصیت بھی کرتا ہوں کہ اپنے دونوں بھائیوں کی عزت کرنا کیونکہ ان کا تجھ پر بڑا حق ہے اور ان کے بغیر کسی معاملہ کو طے نہ کرنا پھر حضرت حسن اور حضرت حسین سے فرمایا میں تمہیں اس کے متعلق وصیت کرتا ہوں یہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور تم جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔ اس کے بعد آپ **لا الہ الا اللہ** کے سوا کچھ نہ کہہ سکے یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

روایت ہے کہ ابن ملجم آپ کے پاس سواری طلب کرتا ہوا آیا۔ آپ نے اسے سواری دے کر یہ شعر پڑھا۔

میں اس کی زندگی کا اور وہ میرے قتل کا خواہاں ہے۔ تجھے تیرے دوست کے معاملہ میں جو مراد قبیلہ سے ہے کون معذور سمجھے پھر فرمایا قسم بخدا یہ میرا قاتل ہے۔ کہا گیا آپ اسے قتل

باب دہم

اس باب میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت' فضائل کمالات اور کرامت کا بیان ہوگا اس کی کئی فصلیں ہیں

فصل اوّل

آپ کی خلافت کے بیان میں

آپ اپنے نانا کی نص[1] کے مطابق آخری خلیفہ راشد ہیں۔ اپنے باپ کی شہادت کے بعد اہل کوفہ کی بیعت سے آپ خلیفہ بنے اور چھ ماہ اور چند دن تک خلیفہ رہے۔ آپ خلیفہ برحق اور امام عادل اور صادق ہیں اور اپنے نانا کی اس پیشگوئی کو پورا کرنے والے ہیں جو آپ نے ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی۔ اگرچہ یہ چھ ماہ ان تیس سالوں کی تکمیل کرنے والے ہیں تو آپ کی خلافت منصوص ہے اور اس پر اجماع ہو چکا ہے اور اس کے برحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ اسی لئے حضرت معاویہ آپ کے نائب بنے اور اس کا اقرار انہوں نے اپنے ایک خطبے میں کیا جس کا تذکرہ ابھی ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت معاویہ نے مجھ سے حق کے متعلق جھگڑا کیا ہے اور وہ میرا حق ہے اس کا نہیں۔ حضرت معاویہ

---

[1] بزار اور بیہقی نے الاعتقاد میں بیان کیا ہے جیسا کہ محمد صدیق حسن خان نے ''حضرات التجلی'' میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام سفینہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ خلافت تیس سال رہے گی۔ اس کے بعد ملوکیت آ جائے گی۔ اسے اصحاب سنن نے بیان کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ سعید بن جمہان کہتے ہیں کہ مجھے سفینہ نے کہا کہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی خلافت کے دامن سے وابستہ رہ کر یہ تیس سال بنتے ہیں اور سیوطی نے کہا ہے کہ ان تیس سالوں میں خلفائے اربعہ اور حضرت حسن کا زمانہ خلافت بھی شامل ہے۔ آپ چھ ماہ اور چند دن تک تخت خلافت پر رونق افروز رہے پھر ۴۱ھ میں مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے خلافت سے دستبردار ہو گئے۔

مصالحت ہو گئی ہو تو حضرت حسن نے حضرت معاویہ کو یہ خط لکھا ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ وہ تحریر ہے جس کے مطابق حسن بن علی اور معاویہ بن ابی سفیان نے مصالحت کی ہے۔ یہ مصالحت اس بات پر ہوئی ہے کہ حسن معاویہ کو مسلمانوں کی ولایت اس شرط پر دیں گے کہ وہ کتاب اللہ' سنت رسول اور سیرت خلفائے راشدین مہدیین کے مطابق عمل پیرا ہوں گے اور معاویہ کو اس بات کی اجازت نہ ہو گی کہ وہ اپنے بعد کسی کو خلافت دے جائیں بلکہ یہ معاملہ ان کے بعد مسلمانوں کے مشورے سے طے ہو گا اور لوگ شام' عراق' حجاز' یمن اور خدا کی زمین میں جہاں بھی ہوں گے امن میں ہوں گے اور اصحاب علی اور آپ کے شیعہ جہاں بھی ہوں گے اپنی جانوں' مالوں' عورتوں اور اولاد کے بارے میں محفوظ ہوں گے اور معاویہ بن ابی سفیان کو خدا تعالیٰ سے یہ عہد و میثاق بھی کرنا ہو گا کہ وہ حسن بن علی اور ان کے بھائی حسین اور اہل بیت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کسی کی بھی خفیہ اور اعلانیہ طور پر تباہی نہیں چاہیں گے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو کسی جگہ خوفزدہ کریں گے۔ میں فلاں بن فلاں اس پر گواہی دیتا ہوں۔ و کفی باللہ شہیداً۔ جب صلح طے پا گئی تو حضرت معاویہ نے حضرت حسن سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ لوگوں کے ایک مجمع میں تقریر کریں اور انہیں بتائیں کہ میں نے معاویہ کی بیعت کر کے خلافت ان کے سپرد کر دی ہے تو آپ نے اس بات کو قبول کرتے ہوئے منبر پر چڑھ کر حمد وثناء الٰہی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے بعد فرمایا۔

لوگو! سب سے بڑی دانائی تقویٰ اور سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے پھر فرمایا آپ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے نانا کے ذریعے ہدایت دی' ضلالت سے بچایا' جہالت سے نجات دی' ذلت کے بعد عزت دی اور قلت کے بعد تم کو کثرت بخشی۔ معاویہ نے مجھ سے حق کے متعلق جھگڑا کیا تھا اور وہ میرا حق ہے' اس کا حق نہیں اور آپ لوگوں نے اس شرط پر میری بیعت کی ہے کہ جو مجھ سے صلح کرے گا تم اس سے صلح کرو گے اور جو مجھ سے جنگ کرے گا تم اس سے جنگ کرو گے۔ میں نے اصلاح امت اور فتنہ کو فرو کرنے کی خاطر معاویہ سے مصالحت کو پسند کیا ہے اور میں اس جنگ کو بھی ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں جو میرے اور ان کے درمیان برپا ہے اور میں نے ان کی بیعت بھی کر لی ہے اور میں خونریزی کی نسبت خون کی حفاظت کو بہتر خیال کرتا ہوں۔ اگرچہ میں جانتا ہوں کہ شاید یہ صلح تمہارے لئے فتنہ اور ایک

فصل دوم

آپ کے فضائل

۱۔ شیخین نے البراء سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ حضرت حسن کو کندھے پر اٹھائے ہوئے ہیں اور فرمارہے ہیں اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ۔

۲۔ بخاری نے ابوبکر سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو منبر پر فرماتے سنا کہ میرا یہ سردار بیٹا ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے دو مسلمان گروہوں کے درمیان صلح کرا دے۔ اس وقت حضرت حسن حضور کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حضرت حسن کی طرف۔

۳۔ بخاری نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین دنیا میں میری خوشبو ہیں۔

۴۔ ترمذی اور حاکم نے ابی سعید خدری سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین اہل جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔

۵۔ ترمذی نے حضرت اسامۃ بن زید سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا اور حضرت حسن اور حضرت حسین آپ کی دونوں رانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو ان سے محبت رکھ اور جو ان سے محبت رکھتا ہے اس سے بھی محبت رکھ۔

۶۔ ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام سے دریافت کیا گیا آپ کو اہل بیت میں سے کون زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا حسن اور حسین۔

۷۔ حاکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ حسن کو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے تو آپ کو ایک آدمی ملا۔ اس نے کہا اے نوجوان تو کیا ہی اچھی سواری پر سوار ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا سوار بھی کیا اچھا ہے۔

۱۲- شیخین نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے اللہ میں حسن سے محبت رکھتا ہوں اور جو اس سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ اور ایک روایت میں ہے اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو اس سے محبت رکھے اس سے بھی محبت رکھ۔

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اس فرمان کے بعد مجھے حسن سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا اور حضرت ابو ہریرہ کی ایک حدیث میں حافظ سلفی کے نزدیک یہ الفاظ ہیں کہ جب بھی میں نے حضرت حسن کو دیکھا میری آنکھیں اشک بار ہو گئیں اور یہ اس لئے کہ ایک دن رسول کریم ﷺ باہر نکلے اور میں مسجد میں تھا۔ آپ نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور مجھ سے ٹیک لگالی۔ یہاں تک کہ ہم بنو قینقاع کے بازار میں آگئے۔ آپ نے بازار دیکھا پھر واپس آگئے۔ یہاں تک کہ مسجد میں آبیٹھے۔ پھر فرمایا میرے بیٹے کو بلاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن دوڑتے ہوئے آئے یہاں تک کہ آپ کی گود میں گر گئے۔ پھر حضور علیہ السلام ان کا منہ کھول کر اپنا منہ ان کے منہ میں داخل کر کے فرمانے لگے اے اللہ! میں اس سے محبت رکھتا ہوں اور جو اس سے محبت رکھتا ہے اس سے تو بھی محبت رکھ۔ آپ نے یہ الفاظ تین بار فرمائے۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ جو مجھ سے، حسن اور حسین سے اور ان کے ماں باپ سے محبت رکھتا ہے وہ قیامت کے روز میرے درجہ میں میرے ساتھ ہوگا اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

حافظ سلفی کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اور معیت سے مراد مقام کی معیت نہیں بلکہ رفع حجاب کی جہت سے معیت مراد ہے۔ اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔

فاؤلئك مع الذين انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهدآء والصالحين وحسن اولئك رفيقا۔

زائد رقم دو۔ اس نے پچاس ہزار درہم دیئے۔ آپ نے فرمایا آپ کے پاس جو پانچ سو دینار تھے ان کا تو نے کیا کیا۔ : ں نے کہا وہ میرے پاس ہیں۔ فرمایا لاؤ۔ جب وہ لایا تو آپ نے وہ دینار اور پچاس ہزار درہم اس آدمی کو دیئے اور معذرت بھی کی۔

ایک بڑھیا نے حضرت حسن، حضرت حسین اور عبداللہ بن جعفر کی ضیافت کی۔ آپ نے اسے ایک ہزار دینار اور ایک ہزار بکریاں دیں اور حضرت حسین نے بھی اسے اسی قدر دیا اور حضرت عبداللہ بن جعفر نے دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں دیں۔

بزار نے حضرت حسن سے بیان کیا ہے کہ جب آپ خلیفہ بنے تو ایک آدمی نے نماز کی حالت میں آپ پر حملہ کر دیا اور سجدے میں آپ پر خنجر کا وار کیا تو آپ نے خطبہ میں فرمایا اے اہل عراق! ہمارے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ ہم آپ کے امیر اور مہمان بھی ہیں اور ہم وہ اہل بیت ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرًا** آپ اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ تمام اہل مسجد رو پڑے۔

ابن سعد نے عمیر بن اسحاق سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک بار کے سوا کبھی آپ کے منہ سے فحش بات نہیں سنی۔ آپ کے اور عمرو بن عثمان بن عفان کے درمیان کسی زمین کے متعلق کوئی جھگڑا تھا۔ آپ نے کہا اس کا ہمارے پاس وہ کچھ ہے جو اس کو ذلیل کر دے گا۔ یہ وہ سخت کلمہ ہے جو میں نے آپ سے سنا۔ مروان نے آپ کی طرف ایلچی بھیجا جو آپ کو گالیاں دیتا تھا۔ وہ مدینہ کا عامل تھا اور ہر جمعہ کو منبر پر حضرت علی کو گالیاں دیتا تھا۔ حضرت حسن نے اس کے ایلچی سے کہا اس کو جا کر کہہ خدا کی قسم میں تجھ کو گالیاں دے کر ان سے کوئی بات مٹانا نہیں چاہتا جو تو نے کہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں تیرے اور میرے جمع ہونے کی ایک جگہ ہے۔ اگر تو سچا ہے تو اللہ تعالیٰ تیرے سچ کی تجھے جزا دے گا اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا بھی ہے۔

مروان نے ایک بار آپ سے سختی کی اور آپ خاموش رہے پھر اس نے دائیں ہاتھ سے رینٹھ (ناک کی رطوبت) صاف کی تو آپ نے فرمایا تیرا برا ہو کیا تجھے علم نہیں کہ دایاں ہاتھ منہ کے لئے اور بایاں شرمگاہ کیلئے ہے۔ تجھ پر افسوس ہے تو مروان خاموش ہو گیا۔

آپ عورتوں کو بہت طلاق دینے والے تھے۔ آپ محبت کرنے والی عورت کو چھوڑ دیا

مما اعطیت احداً من الاولین والآخرین من لیقین محضنی بہ یا ارحم الراحمین
آخرین میں سے کسی کو دیا ہے۔ اس یقین کے متعلق میری زبان پر بات نہ چلے تو اے ارحم الراحمین مجھے اس سے مخصوص فرما۔

آپ فرماتے ہیں خدا کی قسم ابھی ہفتہ نہ گزرا تھا کہ معاویہ نے میری طرف ایک کروڑ پانچ لاکھ روپے بھیجے تو میں نے کہا سب تعریف اس خدا کی ہے جو یاد کرنے والے کو نہیں بھولتا اور اس سے دعا کرنے والا ناکام نہیں ہوتا پھر میں نے رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا حسن کیا حال ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ خیریت سے ہوں اور میں نے آپ سے اپنی بات بیان کی۔ فرمایا اے بیٹے جو خالق سے امید رکھتا ہے وہ مخلوق سے امید نہیں رکھتا۔
جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنے بھائی سے کہا اے بھائی! آپ کے والد نے خلافت کو چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کو دے دی پھر چاہا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر کو دے دی پھر شوریٰ کے وقت آپ کو یقین تھا کہ خلافت مجھے ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت عثمان کو دے دیا۔ جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو آپ کی بیعت کی گئی پھر آپ سے تنازع کیا گیا یہاں تک کہ آپ نے تلوار سونت لی مگر خلافت کا معاملہ آپ کے لئے صاف نہ ہوا۔ قسم بخدا میرے نزدیک اللہ تعالیٰ ہم میں نبوت اور خلافت کو اکٹھا نہیں کرے گا۔ میں جانتا ہوں کہ کوفہ کے لوگ جس بات سے آپ کو سبک کر کے نکال دیں گے۔ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور علیہ السلام کے ساتھ دفن ہونے کی خواہش کا اظہار کیا ہے اور آپ نے اسے قبول کر لیا ہے۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر اس بات کا مطالبہ کرنا۔ میرا خیال ہے لوگ عنقریب اس سے روکیں گے۔ اگر وہ ایسا کریں تو ان سے بحث نہ کرنا۔ جب آپ فوت ہو گئے تو حضرت امام حسین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر پیغام دیا تو آپ نے جواب دیا یہ تو نعمت اور عزت کی بات ہے۔ مروان نے انہیں روکا تو حضرت حسین اور آپ کے ساتھیوں نے ہتھیار پہن لئے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوہریرہ نے آپ کو واپس کر دیا پھر آپ کو اپنی والدہ کے پہلو میں بقیع میں دفن کر دیا گیا۔
آپ کی موت کا سبب یہ ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ دختر اشعث بن قیس الکندی کو یزید نے آپ کو زہر دینے کے لئے خفیہ طور پر بھجوایا۔ یزید نے آپ کی شادی اس سے کروائی اور اس کے لئے ایک لاکھ روپے خرچ کیے اور اس نے آپ کو زہر دے دیا۔ آپ چالیس روز تک بیمار

کے متعلق میرا گمان ہے اگر وہ آدمی ہے تو اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے اور اگر کوئی دوسرا آدمی ہے تو میری خاطر کسی بے گناہ کو نہ مارا جائے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ گویا آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان قل ھو اللہ احد لکھا ہوا ہے تو آپ اور آپ کے اہل بیت خوش ہو گئے۔ انہوں نے یہ بات ابن المسیب کو بتائی تو انہوں نے کہا اگر میں اس رویاء کی تصدیق کروں تو آپ کی زندگی کم ہی باقی رہ گئی ہے اور چند روز کے بعد آپ کی وفات ہو گئی۔ آپ کی نماز جنازہ سعید بن العاص نے پڑھائی۔ وہ اس سے پہلے حضرت معاویہ کی طرف سے مدینہ کے والی تھے۔ آپ کو اپنی دادی دختر اسد کے پاس ان کے مشہور گنبد میں دفن کیا گیا ہے۔ آپ کی عمر ۴۷ سال تھی۔ ان میں سات سال آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ تیس سال اپنے والد کے ساتھ رہے اور پھر چھ ماہ خلیفہ رہے اور پھر ساڑھے نو سال مدینہ میں رہے۔

ساتھ تشریف لائیں اور گھر کے ایک کونے میں بیٹھ گئیں اور میں ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ رسول کریم ﷺ تشریف لائے تو فرمایا کیا میرا بھائی یہاں ہے؟ ام ایمن نے کہا آپ کا بھائی اور آپ نے اسے اپنی بیٹی بھی بیاہ دی ہے۔ فرمایا ہاں۔ آپ نے اندر آ کر حضرت فاطمہ سے فرمایا مجھے پانی لا دیجئے تو آپ گھر سے ایک پیالہ لے کر اس میں پانی لے آئیں۔ آپ نے اسے لے کر اس میں کلی کی اور حضرت فاطمہ سے فرمایا آگے آیئے۔ آپ آگے آئیں تو آپ نے پانی کو آپ کی چھاتیوں کے درمیان اور سر پر چھڑکا اور کہا:

اللھم انی اعیذ ھا بك و ذریتھا من الشیطان الرجیم — اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو مردود شیطان سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

پھر فرمایا میری طرف پیٹھ کرو۔ آپ نے پیٹھ آپ کی طرف کی تو آپ نے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان پانی ڈالا پھر اسی طرح حضرت علی سے کیا اور فرمایا اللہ کے نام اور برکت سے اپنے اہل کے پاس جاؤ۔

حضرت انس کی ایک دوسری روایت میں ہے جو ابو الخیر القزوینی الحاکمی نے بیان کی ہے کہ آپ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کے بعد پیغام دیا تو آپ نے فرمایا میرے رب نے مجھے اس کا حکم دیا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں پھر مجھے کئی دن کے بعد حضرت نبی کریم ﷺ نے بلا کر فرمایا ابو بکر، عمر، عبد الرحمٰن اور کچھ انصار کو بلا لاؤ۔ جب سب جمع ہو کر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے حضرت علی اس وقت وہاں موجود نہیں تھے۔ آپ نے فرمایا سب تعریفیں قابل تعریف خدا کے لئے ہیں جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے قابل پرستش اور اپنی قدرت کی وجہ سے قابل اطاعت ہے۔ اس کا غلبہ اس کے عذاب سے بھی قابل خوف ہے۔ اس کی سطوت کا حکم اس کے آسمان و زمین میں نافذ ہے۔ اس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اور اپنے احکام سے انہیں امتیاز بخشا ہے اور اپنے دین سے انہیں اعزاز بخشا ہے اور اپنے نبی محمد ﷺ کے ذریعہ انہیں عزت دی ہے۔ اللہ کا نام یقیناً برکت والا ہے اور اس کی عظمت بلند ہے۔ اس نے مصاہرت کو سبب لاحق اور امر مفترض قرار دیا ہے۔ جس سے اس نے رحموں میں الفت پیدا کی ہے اور انہیں ایک دوسرے سے مختلط اور پیوست بنایا ہے اور لوگوں کو ایک دوسرے سے ملا دیا ہے۔ وہ فرماتا ہے:

وھو الذی خلق من الماء بشراً — اس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا ہے اور اسے

لیکن اس کا ذکر واقع کی تصریح ہے۔ بعض شافعیہ نے جنہیں فقہ میں رسوخ حاصل نہیں اس جگہ نامناسب کلام کیا ہے جس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

دوسری تنبیہ:

الذہبی نے المیزان میں اشارہ کیا ہے کہ یہ روایت جھوٹی ہے۔ انہوں نے محمد بن دینار کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ ایک جھوٹی حدیث لایا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ یہ کس کی حدیث ہے اور شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے متعلق جس کا اسناد حضرت انس کی طرف ہے لسان المیزان میں کہا ہے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ میں حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ پر وحی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ جب وہ کیفیت دور ہوئی تو آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے کر دوں۔ پس تو جا کر ابوبکر، عمر، مہاجرین کی ایک جماعت جس کا آپ نے نام لیا اور انصار کے کچھ لوگوں کو بلا لا۔ جب وہ آ کر اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے تو نبی کریم ﷺ نے خطبہ دیا اور فرمایا سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے قابل تعریف ہے پھر آپ نے منگنی، عقد، مہر کی مقدار کا ذکر کیا اور خوشخبری اور دعا کا تذکرہ کیا۔

ابن عساکر نے اپنے ترجمہ میں ابی القاسم النسیب کی سند سے محمد بن شہاب بن ابی الحیاء عن عبدالملک بن عمر عن یحییٰ بن معین عن محمد ہذا عن ہیثم عن یونس بن عبد عن الحسین عن انس سے بیان کیا ہے کہ ابن عساکر نے اسے غریب کہا ہے پھر محمد بن طاہر سے نقل کیا ہے کہ اس نے "تکملۃ الکامل" میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اس میں راوی کی جہالت ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ الذہبی نے جو اسے جھوٹا قرار دیا ہے اس میں اعتراض ہے۔ یہ صرف غریب ہے اور اس کی سند میں کوئی مجہول آدمی ہے۔ عنقریب بارہویں آیت میں اس کی تفصیل آئے گی۔ اس میں نسائی سے بسند صحیح بیان کیا گیا ہے جو الذہبی کی تردید کرتا ہے اور واضح کرتا ہے کہ یہ قصہ صحیح ہے۔ پس آپ کو یہ بات یاد رکھنی چاہئے[1]۔

---

[1] اس روایت کو خطیب نے تلخیص المتشابہ میں بیان کیا ہے اور سیوطی کہتے ہیں کہ ابن جوزی نے اس پر وضع کا حکم لگایا ہے۔ اس روایت کو ابن عساکر نے بیان کرنے کے بعد کہا ہے کہ محمد بن دینار العرقی نے حضرت انس کی روایت میں وضع سے کام لیا ہے۔ اسی طرح اس نے جابر کی روایت میں بھی وضع سے کام لیا ہے۔ ابن عراق کہتے ہیں کہ الذہبی نے تلخیص میں یہ بات کہی ہے کہ اس میں بہت سی رکیک باتیں ہیں۔ واللہ اعلم اور اس کا ذکر ایسی قسم میں کیا ہے جس میں ابن جوزی نے تنزیہ الشریعہ سے مخالفت نہیں کی۔

لئے وہی نقطہ نگاہ قابل اعتماد ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ اب ہم ان احادیث میں سے کچھ کا ذکر کرتے ہیں۔

احمد نے ابو سعید خدری سے بیان کیا ہے کہ یہ آیت پنجتن کے متعلق نازل ہوئی ہے یعنی حضرت نبی کریم ﷺ، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق۔ ابن جریر نے اسے مرفوعاً ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ یہ آیت پنجتن کے متعلق نازل ہوئی ہے یعنی حضرت نبی کریم ﷺ، حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم کے متعلق۔ طبرانی نے بھی اسے ایسے ہی بیان کیا ہے اور مسلم نے کہا ہے کہ آپ نے ان سب حضرات کو اپنی چادر میں داخل کیا اور اس آیت کو پڑھا اور صحیح روایت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ان سب حضرات پر اپنی چادر ڈالی اور کہا اے اللہ یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص لوگ ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور فرما اور انہیں اچھی طرح پاک کر دے۔ حضرت ام سلمہ نے کہا میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ فرمایا تُو تو بھلائی پر ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تطہیراً کے بعد فرمایا جو ان سے جنگ کرے گا میں ان سے جنگ کروں گا اور جو ان سے صلح کرے گا میں ان سے صلح کروں گا اور جو ان سے دشمنی کرے گا میں ان کا دشمن ہوں گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے ان پر چادر ڈال کر ان پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا اے اللہ یہ لوگ آلِ محمد (ﷺ) ہیں۔ پس تو اپنی صلوٰۃ و برکات آلِ محمد (ﷺ) پر نازل فرما۔ یقیناً تو قابل تعریف اور بزرگی والا ہے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت حضرت ام سلمہ کے گھر میں نازل ہوئی تو آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا اور انہیں چادر میں لپیٹ لیا اور پھر وہ بات کہی جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ آئے اور اکٹھے ہوئے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اگر دونوں روایتوں کو صحیح قرار دیا جائے تو اس آیت کے نزول پر اس واقعہ کو دو دفعہ ہونے پر محمول کیا جائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تین بار فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل ہیں۔ ان سے ناپاکی کو دور فرما اور انہیں اچھی طرح پاک کر دے اور حضرت ام سلمہ نے آپ سے عرض کیا۔ کیا

تطہیراً۔ حاصل کلام یہ کہ سکونتی گھر میں رہنے والے افراد اس آیت کے مفہوم میں داخل ہیں کیونکہ انہیں یہاں مخاطب کیا گیا ہے اور جب میرے اہل سے مراد نسبی گھر والے ہوں تو وہ بھی اس سلوک میں مخفی طور پر مراد ہوں گے جو آپ نے ان کے ساتھ کیا جن کا ذکر گزر چکا ہے۔ پس یہاں اہل بیت سے عمومی مفہوم مراد ہے جیسے آپ کی ازواج اور آپ کے نسبی گھر والے اور وہ تمام بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب ہیں اور حضرت حسن سے ایک روایت کئی طرق سے آئی ہے جن میں سے بعض کی سند حسن ہے کہ میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن سے اللہ تعالیٰ نے ناپاکی کو دور فرما کر اچھی طرح پاک کر دیا ہے۔ پس سکونتی گھر کی طرح نسب کی بیٹی بھی آیت میں مراد ہے۔

مسلم نے زید بن ارقم سے بیان کیا ہے کہ ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ ﷺ کی بیویاں بھی آپ کے اہل بیت میں ہیں۔ فرمایا آپ ﷺ کی بیویاں اہل بیت میں شامل ہیں لیکن آپ کے اہل بیت وہ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے صدقہ کو حرام قرار دیا ہے۔ پس آپ نے اشارہ کیا کہ آپ کی بیویاں آپ کے اس سکونتی گھر کے اہل میں سے ہیں جس کے رہنے والے کرامات و خصوصیات سے ممتاز ہیں نہ کہ آپ کے نسبی اہل بیت۔ وہ تو صرف وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا ہے۔

پھر یہ آیت اہل بیت نبوی کے فضائل کا منبع ہے کیونکہ ان میں ان کے روشن کارناموں اور بلند شان کا ذکر ہے۔ اس کی ابتدا انما کے لفظ سے ہوئی ہے جو حصر کے لئے آتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ وہ ان سے اس ناپاکی کو دور کر دے گا جو ایمانیات میں گناہ اور شک کا موجب ہوتی ہے اور انہیں دیگر اخلاق و احوال مذمومہ سے پاک کر دے گا اور عنقریب بعض طرق میں ان کا آگ پر حرام ہونا بھی بیان ہوگا اور یہ اس تطہیر کا فائدہ ہے جس کی غایت انابت الی اللہ کا الہام اور اعمال صالحہ پر مداومت اختیار کرنا ہے اور جب ملوکیت کے باعث ان سے ظاہری خلافت کا خاتمہ ہو گیا اور یہ خاتمہ حضرت حسن پر نہیں ہوا تو انہیں اس کے عوض باطنی خلافت عطا کی گئی۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہر زمانے میں قطب الاولیاء انہی میں سے ہوتا ہے اور جن لوگوں نے کہا ہے کہ دوسروں سے بھی ہوتا ہے ان میں استاد ابو العباس المرسی بھی ہیں۔ جیسے کہ ان کے شاگرد تاج بن عطاء اللہ نے ان سے نقل کیا ہے اور ان کی تطہیر سے مراد زکوٰۃ کا ان پر حرام قرار دینا ہے بلکہ امام مالک کے قول کے مطابق نفلی صدقہ بھی ان پر

ہے کہ یہ طہارت متعارف جنس سے نہیں پھر آیت میں جو کچھ طلب کیا گیا ہے اسے حضور علیہ السلام نے اپنے قول میں دہرایا ہے کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور خود اپنے آپ کو بھی ان میں شمار کیا ہے تا کہ آپ کی سلک میں منسلک ہونے کی وجہ سے ان پر دوبارہ برکت نازل ہو بلکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ جبریل اور میکائیل کو بھی اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے شامل کیا ہے کہ وہ بھی ان کے نقش قدم پر ہیں۔ نیز آپ نے ان پر صلوٰۃ کی تاکید ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا اے اللہ تو آل محمد پر صلوٰۃ و برکات نازل فرما۔ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا ہے کہ میں ان سے جنگ کرنے والوں کے ساتھ جنگ کروں گا۔ اس کا بیان بھی پہلے گزر چکا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس کے بعد فرمایا جس نے میرے قرابت داروں کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔

ایک روایت میں ہے کہ اس خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کوئی بندہ مجھ سے محبت کئے بغیر مجھ پر ایمان نہیں لا سکتا اور وہ اس وقت تک مجھ سے محبت نہیں کر سکتا جب تک میرے قرابت داروں سے محبت نہ کرے اور ان کو اپنی جان کا مقام نہ دے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی اولاد کو چھوڑے جا رہا ہوں۔ جب تک تم ان سے تمسک کرو گے گمراہ نہ ہو گے۔ اسی طرح آپ نے مباہلہ کے واقعہ میں اس آیت **قل تعالوا ندع ابناء نا و ابناء کم الایۃ** میں انہیں شامل کیا۔ آپ حضرت حسن کو گود میں اٹھائے حضرت حسین کا ہاتھ پکڑے چلے۔ حضرت فاطمہ آپ کے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھیں اور حضرت علی ان کے پیچھے تھے۔ آپ اس کیفیت میں مباہلہ میں آئے۔ یہ لوگ چادر مباہلہ والے ہیں اور آیت مباہلہ میں یہی لوگ مراد ہیں جیسے کہ اس آیت میں سب مراد ہیں۔ **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت** ۔ پس اس آیت میں اہل بیت سے مراد یا جو بھی ان کی فضیلت کے بارے میں یا آل یا قرابت داروں کی فضیلت میں بیان ہوا ہے یہ سب لوگ آپ کی آل ہیں اور یہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے مومنین ہیں[1]۔

---

[1] سخاوی نے القول البدیع میں علماء کے اختلاف کا ذکر کیا ہے کہ جس صیغہ میں تشہد میں حضرت نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ پڑھی جاتی ہے اس میں آل سے کیا مراد ہے۔ فرماتے ہیں اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

استجابت کا قضیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ ان پر بھی صلوٰۃ بھیجی اور اس وقت مومنین سے مطالبہ کیا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ ان پر صلوٰۃ بھیجا کریں۔

روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ پر صلوٰۃ بتراء نہ بھیجا کرو۔ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلوٰۃ بتراء کیا ہے؟ فرمایا تم کہتے ہو **اللھم صلی علی محمد** اور رک جاتے ہو بلکہ تم کہا کرو **اللھم صلی علی محمد وعلی آل محمد**۔ صحیحین میں جو آل کے لفظ کو حذف کیا گیا ہے وہ اس کے منافی نہیں۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر کیسے صلوٰۃ پڑھیں؟ فرمایا کہا کرو **اللھم صلی علی محمد وعلی ازواجه وذریته کما صلیت علی ابراھیم** (الی آخرہ)۔ اس لئے کہ آل کا ذکر دوسری روایات سے ثابت ہے اور وہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے یہ سب کچھ فرمایا ہے تو ایک راوی نے وہ بات یاد رکھی جو دوسرے کو یاد نہ رہی پھر بہت سی روایات میں ازواج اور ذریت کا عطف آل پر ڈالا گیا ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ دونوں آل میں شامل نہیں اور ازواج کے بارے میں اصح روایت پر بنا کرتے ہوئے یہ بات واضح ہے کہ آل سے مراد بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کے مومنین ہیں۔ باقی رہی ذریت تو وہ بھی دوسرے اقوال کے مطابق آل میں شامل ہے۔ ان کا آل کے بعد اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ ان کے شرف عظیم کی طرف اشارہ ہو۔

ابوداؤد نے روایت کی ہے کہ جو شخص ہم اہل بیت پر درود پڑھ کر پورا پورا ثواب کا وزن لے کر خوش ہونا چاہتا ہے وہ **اللھم صل علی النبی محمد وازواجه امھات المومنین وذریته واھل بیته کما صلیت علی ابراھیم انك حمید مجید** اور صحابہ کا یہ کہنا کہ ہمیں آپ پر سلام بھیجنے کا علم ہے۔ اس میں ان کا اشارہ تشہد میں آپ پر سلام بھیجنے سے ہے۔ جیسا کہ بیہقی وغیرہ نے کہا ہے اور اس کا پتہ مسلم کی حدیث سے لگتا ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر حضور علیہ السلام خاموش ہو گئے تو ہم نے تمنا کی کہ ہم آپ سے یہ بات نہ پوچھتے پھر آپ نے فرمایا کہا کرو **اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد** (الحدیث) اور اس کے آخر میں آپ نے السلام کا لفظ بھی بڑھایا ہے۔ جیسا کہ تمہیں معلوم ہے اور اسے تعلیم سے بھی بیان کیا گیا ہے کیونکہ آپ انہیں اسی طرح تشہد سکھاتے جیسے کوئی سورہ سکھائی جاتی ہے اور صحیح روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ آپ پر سلام پڑھنا تو ہمیں معلوم ہے ہم آپ پر نماز میں صلوٰۃ کیسے پڑھا کریں جو

کہ میں نے صحابہ اور تابعین میں سے کسی کی روایت عدم وجوب کے بارے میں نہیں دیکھی۔ سوائے اس کے جو ابراہیم النخعی سے اس کے بیان سمیت نقل کیا گیا ہے کہ اس کے سوا سب وجوب کے قائل ہیں۔ پس یہ خیال کہ امام شافعی اکیلے ہیں اور انہوں نے مختلف شہروں کے فقہا سے اختلاف کیا ہے محض ایک جھوٹا دعویٰ ہے۔ جس کی طرف نہ التفات کیا جا سکتا ہے اور نہ اس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے اور ابن القیم نے کہا ہے کہ تشہد میں صلوٰۃ کی مشروعیت پر اتفاق ہے۔ اختلاف صرف وجوب اور استحباب میں ہے۔ جن لوگوں نے سلف کے عمل کے مطابق اس کے واجب نہ ہونے سے تمسک کیا ہے۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ اسے اپنی نمازوں میں پڑھتے تھے۔ اگر ان کے عمل سے مراد اعتقاد لیا جائے تو ان سے عدم وجوب کی نقل صریح کی ضرورت ہو گی اور ایسی نقل کہاں موجود ہے اور عیاض نے جو کہا ہے کہ جن لوگوں نے امام شافعی کو برا کہا ہے اس کا کوئی مفہوم نہیں۔ اس میں کون سی برائی ہے کیونکہ انہوں نے اس میں نہ نص کی مخالفت کی ہے نہ اجماع کی اور نہ ہی مصلحت راجحہ کی بلکہ یہ قول تو ان کے مذہب کے محاسن میں سے ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ۔

ترجمہ: "جب میرے محاسن ہی جن پر مجھے ناز ہے گناہ بن گئے ہیں تو مجھے بتاؤ میں کیسے معذرت کروں۔"

نووی نے علماء سے نقل کیا ہے کہ وہ حضور علیہ السلام پر صرف صلوٰۃ یا صرف سلام پڑھنے کو مکروہ جانتے ہیں۔ ایک حافظ حدیث نے کہا ہے کہ میں حدیث کو لکھتے ہوئے فقط صلوٰۃ لکھا کرتا تھا۔ میں نے رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو آپ نے فرمایا آپ کی کتاب میں صلوٰۃ مکمل نہیں۔ اس کے بعد میں صلیت علیہ وسلمت لکھا کرتا تھا۔ آپ کی سابقہ صلوٰۃ کی تعلیم کی کیفیت سے یہ حجت نہیں پکڑی جا سکتی کہ تشہد میں سلام کو پہلے بیان کیا ہے۔ پس اس میں اِفراد نہیں ہو سکتا۔ صلوٰۃ و سلام کا اکٹھا ذکر کئی جگہ آیا ہے جن میں سے ایک یہ ہے جو جانور پر سوار ہونے کے موقع پر کہا جاتا ہے جیسے کہ طبرانی نے "الدعا" میں مرفوعاً بیان کیا ہے۔ ایسے ہی دوسروں نے بھی بیان کیا ہے۔ اسے بعض جگہ صرف اختصار کے طور پر حذف کیا گیا ہے۔ یہی صورت آل کے لفظ کے حذف کی ہے[1]۔

---

[1] سخاوی کہتے ہیں ہمارے شیخ نے نووی کے قول "اس میں اعتراض ہے" کے بارے میں کہا ہے ہاں مفرد صلوٰۃ مکروہ ہے کہ انسان سرے سے سلام ہی نہ پڑھے اگر کسی وقت آدمی صلوٰۃ پڑھے اور کسی دوسرے وقت سلام پڑھے تو وہ بھی حکم کے مطابق عمل کرنے والا ہوگا۔

تنبیہ:

اس قسم کے جملوں میں سلام کا لفظ خبر واقع ہوتا ہے جس سے صحیح مراد انشاء وطلب ہوتی ہے اور طلب' مطلوب منہ کا تقاضا کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا غیر سے طلب کرنا محال ہے۔ پس اللہ تعالیٰ بندوں پر جو سلام بھیجتا ہے اس کا مفہوم یا تو انہیں سلامتی کی خوشخبری دینا ہوتا ہے اور یا طلب کی حقیقت مراد ہوتی ہے۔ گویا اس نے اپنے آپ سے اسے طلب کیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا سلام اس کے نفسی ازلی کلام کی طرف لوٹا اور اس میں مسلم علیہ کی کامل سلامتی کے لئے طلب کا پایا جانا غیر محال ہوا تو یہ نفسی طلب اس کے متعلق ارادہ کی مقتضی ہوئی اور نفس سے طلب کرنا ایک معقول بات ہے جسے ہر کوئی جانتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے اپنے آپ سے کامل سلامتی طلب کی اور یہ ان سے اس وقت تعلق رکھتی ہے جب اللہ تعالیٰ ان کو اس سے خاص کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ جیسا کہ اس کے امر و نہی اپنے قدم کے باوجود ہم سے تعلق رکھتے ہیں۔

فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کے اہل بیت پانچ باتوں میں آپ سے مساوی ہیں۔ سلام میں جیسا کہ فرمایا **السلام علیک ایھا النبی** اور فرمایا **سلام علی آل یاسین** ۔ تشہد کی صلوٰۃ میں۔ طہارت میں' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے طٰہٰ' یعنی اے طاہر اور دوسری جگہ فرماتا ہے **ویطھرکم تطھیراً** صدقہ کی تحریم میں اور محبت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فاتبعونی یحببکم اللہ** اور فرمایا: **لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ**۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وقفوھم انھم مسئولون** اور انہیں کھڑا کرو یہ پوچھے جائیں گے۔

دیلمی نے حضرت ابوسعید خدری سے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ **وقفوھم انھم مسئولون** یعنی انہیں کھڑا کرو ان سے حضرت علی کی ولایت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ گویا یہ الواحدی کی مراد ہے کیونکہ اس سے **وقفوھم انھم مسئولون** کے متعلق مروی ہے کہ وہ حضرت علی اور اہل بیت کی ولایت کے متعلق پوچھے جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو بتا دیں کہ وہ تبلیغ رسالت پر اقرباء کی محبت کے سوا کوئی اجر طلب نہ کریں گے اور پوچھے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ کیا انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کی وصیت کے مطابق حق موالات ادا کیا ہے یا اسے

ایک دوسری روایت میں بھی ایسا ہی بیان ہوا ہے یعنی اللہ کی کتاب، کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہو گا نجات پائے گا اور اہل بیت کی مثال باب حطہ کی طرح ہے (یعنی وہ دروازہ جس میں داخل ہونے پر گناہ معاف ہوتے ہیں) جو اس میں داخل ہو گا میں اس کے گناہ بخش دوں گا اور ابن جوزی نے العلل المتناہیة میں اس کے بقیہ طرق کے استحضار کو وہم اور غفلت بتایا ہے بلکہ مسلم میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے غدیر خم کے موقع پر یہ بات فرمائی اور یہ جحفہ میں پانی کی جگہ ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ میں تم کو اپنے اہل بیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلاتا ہوں۔ ہم نے زید سے کہا آپ کے اہل بیت میں آپ کی بیویاں بھی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ خدا کی قسم عورت مرد کے ساتھ ایسے ہے جیسے زمانے میں عصر کا وقت پھر وہ اسے طلاق دے دیتا ہے اور وہ اپنے باپ اور قوم کی طرف واپس آ جاتی ہے۔ آپ کے اہل بیت آپ کے وہ اہل اور عصبہ ہیں جن پر آپ کے بعد صدقہ حرام ہے۔

ایک صحیح روایت میں ہے کہ میں تم میں دو باتیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اگر تم نے ان کی پیروی کی تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ کتاب اللہ اور میرے اہل بیت ہیں۔ طبرانی نے یہ بات زائد بیان کی ہے کہ میں نے آپ سے ان دو باتوں کے متعلق دریافت کیا۔ پس ان دونوں سے آگے نہ بڑھنا اور نہ ان کے بارے میں کوتاہی کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور تم انہیں سکھانے کی کوشش نہ کرو۔ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔

ایک روایت میں کتاب اللہ اور میری سنت کے الفاظ آتے ہیں اور یہی مراد ان احادیث سے ہے جن میں صرف کتاب کا ذکر ہے کیونکہ سنت کتاب پر مبنی ہے۔ اس لئے کتاب کے ذکر نے اس کے ذکر کی ضرورت نہیں رہنے دی۔ حاصل کلام یہ کہ کتاب اللہ، سنت اور اہل بیت میں سے ان دونوں کے علماء سے تمسک کرنے پر ترغیب دی گئی ہے اور ان تمام کے مجموعہ سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ یہ تین امور قیام قیامت تک باقی رہیں گے پھر یہ بھی یاد رہے کہ ان سے تمسک کرنے والی حدیث بہت سے طرق سے آئی ہے جو بیس سے زیادہ صحابیوں سے مروی ہے اور اس کے طرق کے متعلق گیارہویں شبہ میں تفصیلی طور پر بیان ہو چکا ہے۔ ان میں سے بعض طرق میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے حجۃ الوداع میں عرفہ میں یہ بات فرمائی۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بات مدینہ میں اپنے مرض الموت میں فرمائی۔ جب آپ کے

تنبیہ:

حضرت رسول کریم ﷺ نے قرآن اور عترت کا نام لیا ہے اور اہل، نسل اور قریبی تعلق داروں کو ثقلین کہا جاتا ہے کیونکہ ثقل ہر نفیس اور اہمیت والی اور محفوظ چیز کو کہتے ہیں اور یہ دونوں ایسی ہی چیزیں ہیں جبکہ ان میں سے ہر ایک علوم لدنی اور اسرار اور شاندار حکمتوں اور احکام شرعیہ کی کان ہے۔ اسی لئے رسول کریم ﷺ نے ان کی اقتداء، تمسک اور ان سے علوم سیکھنے کی ترغیب دی ہے اور فرمایا ہے سب تعریف اس خدا کی ہے جس نے اہل بیت کی حکمت کو ہمارے لئے بنایا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کا نام ثقلین ان کے حقوق کی رعایت کے وجوب کے بوجھ کی وجہ سے رکھا گیا ہے۔

پھر جن لوگوں کے متعلق ترغیب دلائی گئی ہے۔ وہی کتاب وسنت کے عارف ہیں کیونکہ وہ حوض کوثر تک کتاب کو نہ چھوڑیں گے اور اس کی تائید گزشتہ حدیث سے ہوتی ہے کہ تم انہیں نہ سکھاؤ کیونکہ وہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں اور اس وجہ سے وہ دوسرے لوگوں سے امتیاز رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے ناپاکی کو دور کر کے انہیں اچھی طرح پاک کر دیا ہے اور روشن کرامات اور بے شمار خوبیوں سے انہیں نوازا ہے جن میں سے بعض کا تذکرہ ہو چکا ہے اور عنقریب قریش کے بارے میں وہ حدیث آئے گی کہ ان سے سیکھو کہ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں اور جب یہ عموم قریش کے لئے ثابت ہو گیا تو اہل بیت ان سے بدرجہ اولیٰ اس بات کے اہل ہوئے کیونکہ وہ ان سے ایسی خصوصیات سے ممتاز ہیں جن میں بقیہ قریش شریک نہیں اور جن احادیث میں اہل بیت سے تمسک کی ترغیب دلائی گئی ہے ان میں اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ قیامت تک ان میں سے کسی کے ساتھ تمسک میں انقطاع نہیں کرنا کیونکہ کتاب عزیز یہی کچھ بیان کرتی ہے۔ اس لحاظ سے وہ اہل زمین کی امان ہیں۔ جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا اور گزشتہ حدیث بھی اس کی شہادت دیتی ہے کہ میری امت کے ہر باقی رہنے والے آدمی کے لئے میرے اہل بیت میں سے عادل آدمی موجود رہیں گے۔ (الی آخرہ) پھر جو ان میں سے کسی سے تمسک کرے ان کے امام اور عالم ہونے کے سب سے بڑے حقدار حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ہم اس سے پہلے ان کی وسعت علم اور استنباط کے دقائق کو بیان کر آئے ہیں اور حضرت ابوبکر نے فرمایا ہے کہ حضرت علی عترت رسول ہیں یعنی ان لوگوں میں سے ہیں جن

ہمارے معاملہ میں کوتاہی سے کام لیا ہے اور قرآن کی متشابہ آیت سے حجت پکڑی ہے اور اپنی آراء سے تاویل کی ہے اور حدیث میں جو چیز مسلم ہے اس پر انہوں نے اتہام لگایا ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اس امت کے پیچھے کوئی کہاں تک ڈرتا رہے۔ اس ملت کے نشانات مٹ چکے ہیں اور امت نے اختلاف اور تفرقہ اختیار کر لیا ہے اور لوگ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ولاتکونوا کالذین تفرقوا واختلفوا من بعد ماجاء هم البینات	اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے بینات آنے کے بعد اختلاف اور تفرقہ کیا۔

پس اہل کتاب اور ائمہ ہدیٰ سے جو تاریکی کے چراغ ہیں ابلاغ حجت اور تاویل حکم کے متعلق پختہ عہد لیا گیا ہے اور ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حجت قرار دیا ہے اور مخلوق کو یونہی بغیر حجت کے نہیں چھوڑا۔ کیا تم ان لوگوں کو شجرہ مبارکہ کی فروع اور ان صاف باطن لوگوں کی اولاد کے بغیر کہیں پاتے ہو جن سے اللہ تعالیٰ نے ناپاکی کو دور فرما کر اچھی طرح پاک کر دیا ہے اور ان کو آفات سے بری کیا ہے اور کتاب میں ان کی محبت کو فرض قرار دیا ہے۔

۶- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ام یحسدون الناس علی ماآتاهم الله من فضله	کیا وہ لوگوں پر اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے۔

ابوالحسن المغازلی نے حضرت امام باقر سے بیان کیا ہے کہ اس آیت میں الناس سے مراد خدا کی قسم ہم ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وماکان الله لیعذبهم وانت فیهم	اللہ ایسا نہیں کہ انہیں تیری موجودگی میں عذاب دے۔

حضور علیہ السلام نے اپنے اہل بیت میں ان معنوں کے پائے جانے کی طرف اشارہ کیا ہے کیونکہ وہ بھی رسول کریم ﷺ کی طرح اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ اس تعلق میں بہت سی احادیث ہیں جن میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کی امان ہیں۔ اسے ایک جماعت

سمجھتے ہوں گے اور اس کے یہ معانی بھی ہو سکتے ہیں جو میرے نزدیک زیادہ واضح ہیں کہ ان سے مراد سارے اہل بیت ہیں۔ اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کو حضرت نبی کریم ﷺ اور آپ کے اہل بیت کی وجہ سے دوام بخشا ہے کیونکہ اہل بیت آپ سے بعض چیزوں میں مساوی ہیں۔ جیسا کہ امام رازی کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے اور پھر اس لئے بھی کہ آپ نے ان کے حق میں فرمایا ہے اے اللہ وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں اور اس لئے بھی کہ وہ ایک واسطہ سے آپ کا ٹکڑا ہیں کیونکہ ان کی ماں حضرت فاطمہ رسول کریم ﷺ کا ٹکڑا ہیں۔ پس امان میں یہ آپ کے قائمقام ہیں۔ انتھی ملخصاً اور ان کو کشتی سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو شخص ان کو شرف بخشنے والے یعنی رسول کریم ﷺ کے احسان کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور ان کے علماء سے ہدایت لے گا وہ مخالفتوں کی ظلمت سے نجات پائے گا اور جو اس سے تخلف کرے گا وہ احسانات کی ناشکری کے سمندر میں غرق ہو جائے گا اور سرکشی کے جنگلات میں ہلاک ہو گا اور ایک حدیث میں بیان ہو چکا ہے کہ جو شخص رسول کریم ﷺ کی حرمت اور آپ کی قرابت کی حرمت اور حرمت اسلام کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دین و دنیا کی حفاظت کرے گا اور جو ایسا نہیں کرے گا اس کی دنیا و آخرت محفوظ نہیں رہے گی۔

یہ بھی آیا ہے کہ میرے اہل بیت حوض کوثر پر آئیں گے اور میری امت میں جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ دو انگلیوں کی طرح ان کے ساتھ اکٹھا ہو گا۔ اس کی شہادت ایک دوسری حدیث سے ملتی ہے کہ آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہو گا اور باب حطہ کے متعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دروازے میں تواضع اور استغفار کے ساتھ داخلہ کو مغفرت کا سبب بتایا ہے۔ یہ دروازہ باب اریحاء یا بیت المقدس ہے اور اس امت کے لئے اہل بیت کی محبت کو مغفرت کا سبب بنایا ہے۔ جیسا کہ عنقریب بیان ہو گا۔

۸- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وانی لغفار لمن تاب وآمن وعمل صالحاً ثم اهتدى

اور میں توبہ کرنے والے، ایمان لانے والے اور عمل صالح بجا لانے والے کو ضرور بخشنے والا ہوں اور پھر ہدایت پانے والے کو۔

ثابت البنانی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے اہل بیت کی طرف ہدایت پانے والے کو۔ حضرت ابو جعفر الباقر سے بھی یہی بیان آیا ہے۔ دیلمی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ میں نے

دو۔ اہل شام کل جب تم پر غالب آئیں گے تو دھوکہ دیں گے۔ آپ کی یہ بات لوگوں کو گراں گزری اور انہوں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے لوگوں میں منادی کروائی۔ وہ آئے تو آپ نے فرمایا میرے خلیل ﷺ نے فرمایا کہ اے علی تو اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا اور تیرے شیعہ راضی اور پسندیدہ ہوں گے اور تیرے دشمن اس کے سامنے غضبناک ہو کر جکڑے ہوئے ہوں گے۔ پھر حضرت علی نے ان کے جکڑے ہوئے ہونے کی کیفیت دکھانے کے لئے اپنا ہاتھ گردن پر رکھا۔ آپ کے شیعہ اہل سنت ہیں کیونکہ وہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمان کے مطابق ان سے محبت رکھتے ہیں اور دوسرے لوگ حقیقت میں ان کے دشمن ہیں کیونکہ شریعت کے قوانین کی حدود سے خارج اور ہدایت کے طریقوں سے ہٹانے والی محبت سے بڑی عداوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قسم کی محبت ان کی ہلاکت کا باعث بن جائے گی۔ جیسا کہ ابھی صادق و مصدوق ﷺ کی حدیث بیان ہو چکی ہے اور اہل شام میں سے خوارج وغیرہ ان کے دشمن ہیں نہ کہ حضرت معاویہ اور اس قسم کے صحابہ کیونکہ وہ تاویل کرنے والے ہیں۔ ان کے لئے اجر ہے اور آپ اور آپ کے شیعوں رضی اللہ عنہم کے لئے دو اجر ہیں اور ہمارے قول کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ یہ بدعتی، رافضی اور شیعہ حضرت علی اور آپ کی ذریت کے شیعہ نہیں بلکہ ان کے دشمن ہیں۔ جیسا کہ صاحب المطالب العالیہ نے حضرت علی سے بیان کیا ہے۔ اس میں ایک بات یہ بھی ہے کہ آپ ایک گروہ کے پاس سے گزرے اور وہ جلدی سے آپ کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ آپ نے پوچھا آپ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا امیر المومنین ہم آپ کے شیعہ ہیں۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا پھر فرمایا اے لوگو! کیا وجہ ہے کہ میں تم لوگوں میں اپنے شیعوں کی علامات اور اپنے محبوں کا حلیہ نہیں دیکھتا تو وہ شرم سے چپ ہو رہے۔ آپ کے ایک ساتھی نے آپ سے کہا ہم آپ کو اس ذات کا واسطہ دے کر دریافت کرتے ہیں جس نے آپ کو اہل بیت میں سے بنا کر آپ کو عزت دی ہے اور خاص کیا ہے اور آپ سے محبت کی ہے۔ آپ نے ہمیں اپنے شیعوں کی صفت کیوں نہیں بتائی۔ تو آپ نے فرمایا ہمارے شیعوں کی صفات یہ ہیں کہ وہ عارف باللہ ہوتے ہیں۔ اوامر الٰہیہ پر عمل کرتے ہیں۔ صاحب فضیلت اور صاف گو ہوتے ہیں، ان کی خوراک گزارے کے موافق اور لباس درمیانہ ہوتا ہے۔ ان کی چال میں تواضع ہوتی ہے۔ وہ اطاعت الٰہی میں سرشار ہوتے ہیں اور اس کی عبادت میں خضوع اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں سے چشم پوشی کرتے

صالحہ کے متعلق خائف' صبح کو اس کا کام ذکر الٰہی اور شب کو شکر الٰہی' وہ غفلت کی نیند سے ڈرتے ہوئے رات گزارتا ہے اور صبح کو فضل و رحمت کے حاصل کرنے سے خوش ہوتا ہے۔ اسے باقی رہنے والی چیزوں سے رغبت ہوتی ہے اور فنا ہونے والی چیزوں سے بے رغبتی' وہ علم و عمل اور علم و حلم کو ملائے رکھتا ہے۔ اس کی کوشش دائمی ہوتی ہے۔ سستی اس سے دور رہتی ہے اُس کی امید قریب ہوتی ہے۔ اس کی لغزشیں تھوڑی ہوتی ہیں' اس کی موت متوقع ہوتی ہے' اس کا دل عاشق اور شاکر ہوتا ہے' وہ اپنے نفس پر قانع ہوتا ہے' اپنے دین کو بچانے والا ہوتا ہے' اپنے غصے کو پینے والا ہوتا ہے' اس کا پڑوسی اس سے امن میں ہوتا ہے' اس کا معاملہ سہل ہوتا ہے' اس میں کبر معدوم ہوتا ہے' اس کا صبر واضح ہوتا ہے' اس کا ذکر کثیر ہوتا ہے' وہ کوئی کام ریا کاری سے نہیں کرتا اور نہ حیا سے اسے چھوڑتا ہے .... یہ لوگ ہمارے شیعہ' ہمارے محب' ہم سے اور ہمارے ساتھ ہیں۔ آگاہ رہو ان لوگوں سے ملاقات کا مجھے شوق ہے۔ تو ہمام بن عباد بن خثیم جو آپ کے ساتھ تھا اور بڑا عابد آدمی تھا نے چیخ ماری اور بے ہوش کر گر پڑا۔ جب لوگوں نے اسے ہلایا تو وہ دنیا کو چھوڑ چکا تھا۔ غسل کے بعد امیر المومنین نے اپنے ساتھیوں سمیت اس کی نماز جنازہ ادا کی۔ اللہ تجھے توفیق دے۔ اس کی اطاعت پر غور کرو اور وہ تجھے ہمیشہ ان بلند' جلیل القدر' روشن' کامل اور محفوظ اوصاف کی کامل نعمتوں سے نوازے۔ تو جانتا ہے کہ یہ اوصاف ائمہ وارثین کے اکابر عارفوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت علی اور ان کے اہل بیت کے شیعہ ہیں اور روافض اور شیعہ اور ان جیسے لوگ تو شیطان کے بھائی' دین کے دشمن' عقل کے ہلکے' فروع و اصول کے مخالف' گمراہی کی طرف منسوب ہونے والے اور عذاب الیم کے مستحق ہیں۔ یہ ان اہل بیت کے شیعہ نہیں جو رجس سے پاک اور نقائص اور گندگی ملونی سے صاف ہیں کیونکہ انہوں نے اللہ کے بارے میں افراط و تفریط سے کام لیا ہے۔ پس وہ اس کی جناب سے اس بات کے مستحق ہو گئے ہیں کہ وہ انہیں ضلال و اشتباہ کی ہلاکتوں میں حیران چھوڑ دے۔ دراصل یہ ابلیس لعین کے شیعہ اور اس کے متمرد بیٹوں کے خلفاء ہیں۔ پس ان پر اللہ' اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔ وہ شخص اس قوم کی محبت کا کیسے گمان کرتا ہے جس نے کبھی ان کے اخلاق میں سے کسی خلق کو نہیں اپنایا اور نہ ان کے کسی قول پر عمر بھر میں عمل کیا ہے اور نہ کبھی ان کے کسی فعل کی پیروی کی ہے اور نہ ان کے افعال میں سے کسی چیز کے سمجھنے کی اہلیت پیدا کی ہے حقیقت میں یہ محبت نہیں بلکہ ائمہ شریعت و طریقت کے نزدیک بغض

ضرور شفاعت کروں گا۔ یہاں تک کہ جس کی شفاعت میں کروں گا اس کی شفاعت منظور ہوگی اور میری شفاعت کے متعلق تو ابلیس بھی بڑا طمع رکھتا ہے۔

دراقطنی نے بیان کیا ہے کہ شوریٰ کے روز حضرت علی نے اہل شوریٰ پر حجت کرتے ہوئے فرمایا کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو رشتہ میں رسول کریم ﷺ کو مجھ سے مقدم ہو اور میرے سوا جس کے وجود کو اپنا وجود اور اس کے بیٹوں کو اپنے بیٹے اور اس کی عورتوں کو اپنی عورتیں قرار دیا ہو۔ انہوں نے کہا بخدا نہیں۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے اور میری ذریت کو اس نے علی بن ابی طالب کی صلب میں رکھا ہے۔

ابوالخیر الحاکمی اور صحاب کنوز المطالب نے ابی طالب کے بیٹوں کے بارے میں بیان کیا ہے کہ حضرت علی رسول کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ کے پاس حضرت عباس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے سلام کیا اور حضور علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا اور اٹھ کر آپ سے معانقہ کیا اور آنکھوں کے درمیانی حصہ کو بوسہ دیا اور دائیں ہاتھ بٹھایا۔ حضرت عباس نے کہا کیا آپ کو اس سے محبت ہے؟ فرمایا اے چچا خدا کی قسم اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ اس سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے اور میری ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے۔ دوسرے نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد بیان کئے ہیں کہ قیامت کے روز لوگوں کو پردہ داری کے واسطے ان کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا مگر اسے اور اس کی اولاد کو صحت ولادت کی وجہ سے ان کے ناموں سے پکارا جائے گا۔

ابویعلیٰ اور طبرانی نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام نبی اُم سوائے حضرت فاطمہ کی اولاد کے عصبہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ میں ہی ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔ یہ حدیث کئی طرق سے بیان ہوئی ہے جو ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں۔

ابن جوزی نے اسے العلل المتناہیہ میں درج کرنے کے بعد کہا ہے کہ یہ حدیث غیر صحیح اور اچھی نہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کثرت طرق بعض اوقات اسے حسن کے درجہ تک پہنچا دیتے ہیں بلکہ حضرت عمر سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے حضرت اُم کلثوم کے نکاح کا پیغام حضرت علی کو دیا تو انہوں نے اس کی صغرسنی کا عذر کیا اور یہ بھی کہ انہوں نے یہ رشتہ اپنے بھائی جعفر کے بیٹے کے لئے رکھا ہوا ہے۔ آپ نے انہیں کہا میرا مقصد اس سے شہوت نہیں لیکن میں نے

بھی ایک عورت ہے جو اپنے بارے میں مختار ہے تو حضرت علی غصہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت حسن نے آپ کا کپڑا پکڑ کر کہا اے ابا! ہم آپ کی جدائی پر صبر نہیں کر سکتے پھر حسنین نے اپنی بہن کو حضرت عمر سے بیاہ دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے منبر پر چڑھ کر فرمایا خدا کی قسم حضرت علی کی دختر کے متعلق میرے اصرار کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے کہ قیامت کے روز میرے سبب ونسب کے سوا تمام سبب ونسب منقطع ہو جائیں گے۔ حضرت علی نے حضرت ام کلثوم کو حکم دیا اور وہ آراستہ ہوئیں اور انہیں آپ کے پاس بھجوا دیا گیا۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو کھڑے ہوئے اور انہیں اپنی گود میں بٹھا کر بوسہ دیا اور دعا کی۔ جب وہ کھڑی ہوئیں تو آپ نے ان کی پنڈلی پکڑ کر فرمایا اپنے باپ سے کہہ میں راضی ہوں' میں راضی ہوں۔ جب وہ آئیں تو ان سے پوچھا گیا انہوں نے تمہیں کیا کہا ہے تو آپ نے سب بات بتا دی تو آپ نے حضرت عمر کے ساتھ آپ کا نکاح کر دیا۔ ان کے ہاں زید پیدا ہوئے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے جب حضرت علی کو نکاح کا پیغام دیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں اجازت طلب کر لوں تو آپ نے حضرت فاطمہ کے بیٹوں سے اجازت لی تو انہوں نے آپ کو اجازت دے دی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حسین خاموش رہے اور حضرت حسن نے بات کی اور حمد و ثناء الٰہی کے بعد فرمایا اے ابا جان! عمر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے اور حضور علیہ السلام وفات کے وقت تک ان سے راضی رہے پھر وہ خلیفہ بنے اور عدل وانصاف سے کام لیا تو آپ کے باپ نے فرمایا تو نے درست کہا ہے مگر میں نے آپ دونوں بھائیوں کے مشورہ کے بغیر فیصلہ کرنا پسند نہیں کیا پھر آپ نے حضرت ام کلثوم سے فرمایا امیر المومنین کو جا کر کہو میرے ابو آپ کو سلام کہتے ہیں اور یہ بھی کہ جس ضرورت کا آپ نے ان سے اظہار کیا تھا وہ بھی انہوں نے پوری کر دی ہے۔ حضرت عمر نے ان کو پکڑ کر اپنے ساتھ چمٹا لیا اور وہ سمجھ گئے کہ انہوں نے اسے مجھ سے بیاہ دیا ہے۔ آپ سے کہا گیا وہ تو چھوٹی بچی ہیں تو آپ نے گزشتہ حدیث کا ذکر کیا اور اس کے آخر میں ہے کہ میں نے چاہا کہ میرے اور رسول کریم ﷺ کے درمیان سبب و دامادی کا تعلق ہو۔ آپ کا انہیں بوسہ دینا اور اپنے ساتھ چمٹانا ان کے اکرام کی وجہ سے تھا کیونکہ وہ صغر سنی کی وجہ سے اس حد تک نہ پہنچی تھیں کہ انہیں چاہا جاتا اور ایسا کرنا حرام ہوتا اور اگر

صالح مومن ہیں۔ بخاری نے یہ بات زائد بیان کی ہے کہ انہیں میرے ساتھ رشتہ داری کا تعلق ہے اور عنقریب اس تعلق کا میں صلہ دوں گا۔ محب طبری اور دوسرے علماء کے نزدیک اس میں عدم منافات کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام خود تو کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کے مالک نہیں لیکن اللہ تعالیٰ انہیں اپنے اقارب کو نفع پہنچانے کا اختیار دے دے گا بلکہ آپ کی تمام امت آپ کی عمومی اور خصوصی شفاعت سے فائدہ اٹھائے گی۔ وہ اپنے مولیٰ کے عطا کردہ اختیار کے سوا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ جیسا کہ آپ نے اپنے قول میں اشارہ کیا ہے کہ تمہیں مجھ سے رشتہ داری کا تعلق ہے اور عنقریب میں اس تعلق کا صلہ دوں گا اور آپ کے اس قول کہ میں اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا کا مفہوم یہ ہے کہ میں از خود تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کسی کام کے کرنے کا اعزاز بخشے۔ جیسے شفاعت یا مغفرت وغیرہ۔ آپ نے انہیں مقام تخویف کی رعایت، عمل کی ترغیب اور دیگر لوگوں سے تقویٰ اور خشیت الٰہی میں زیادہ حصہ لینے کے لئے اس طرح مخاطب کیا ہے پھر آپ نے اپنے رشتہ کے حق کی طرف انہیں ایک قسم کی تسلی دینے کے لئے اشارہ کیا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نے یہ بات اس وقت کہی جب آپ کو خود اس بات کا علم نہ تھا کہ آپ کی طرف انتساب نفع دے گا یا شفاعت کے ذریعہ ایک قوم کو بغیر حساب کے جنت میں داخل کرائیں گے۔ دوسروں کے درجات بلند کرائیں گے اور ایک قوم کو آگ سے نکلوائیں گے۔ اسی لئے بعض لوگوں پر حدیث "کل سبب ونسب" کی تطبیق مخفی رہی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کی امت، بخلاف دیگر انبیاء کی امتوں کے آپ کی طرف منسوب ہو گی مگر یہ توجیہ بہت بعید کی ہے۔ اگر چہ الروضۃ میں اسے بڑے بڑے لوگوں نے بیان کیا ہے بلکہ حضرت عمر کا حضرت ام کلثوم کے ساتھ شادی کی خواہش کرنا اور حضرت علی مہاجرین اور انصار کا اس کا اقرار کرنا بھی اسے رد کرتا ہے اور سبب ونسب کے ساتھ دامادی اور حسب کا ذکر کرنا بھی اس کی تردید کرتا ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور حضور علیہ السلام کا اس بات پر غضبناک ہونا کہ ان کی قرابت فائدہ نہ دے گی۔

بخاری کی ایک حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ بقیہ امتیں بھی اپنے انبیاء کی طرف منسوب ہوں گی کیونکہ اس میں آیا ہے کہ نوح علیہ السلام اور ان کی امت آئے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے میرا پیغام ان لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ وہ جواب دیں گے ہاں میرے رب میں نے

منسوب ہوں گے پھر آپ کی طرف انتساب کے وہ معنی جو آپ کی خصوصیت بن جاتے ہیں یہ ہیں کہ آپ پر ان کے باپ ہونے کا اطلاق کیا جاتا ہے اور وہ آپ کے بیٹے ہیں یہاں تک کہ اس بات کو کفاءۃ میں معتبر خیال کیا گیا ہے اور شریعت ہاشمی کسی غیر شریف کو کفو قرار نہیں دیتی اور ان کا یہ قول کہ بنی ہاشم بالمطلب اس صورت کے سوا اپنے محل پر کفو ہیں۔ جیسا کہ میں نے الفتاویٰ کے طویل فتویٰ میں وضاحت سے لکھا ہے یہاں تک کہ وہ آپ کے وقف علی الاولاد اور وصیت میں شامل ہو جاتے ہیں مگر دوسرے کی بیٹیوں کی اولاد میں ان کے نانا کے ساتھ ان کی ماں کے متعلق یہ احکام نہیں چلتے۔ ہاں نانا' ماں اور باپ کی طرف انتساب میں اس لحاظ سے برابر ہے کہ ذریت نسل اور عقب کا ان پر اطلاق کیا جاتا ہے اور صاحب تلخیص نے خصوصیت سے مراد وہی لیا ہے جو بیان ہو چکا ہے اور القفال نے اس سے عدم خصوصیت مراد لی ہے اور حقیقت میں ان دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں[1]۔

اس بات کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ حسنین کو رسول کریم ﷺ کے بیٹے کہنا جائز ہے اور آپ متفقہ طور پر ان کے باپ ہیں۔ اس جگہ یہ ضعیف قول نہیں چل سکتا کہ رسول کریم ﷺ کو ابُ المومنین کہنا جائز نہیں اور جو اس سے منع کرے اس کا قول مؤثر نہیں یہاں تک کہ حسنین کے بارے میں بھی امویوں سے صحیح حدیث جو حضرت حسن کے بارے میں آگے بیان ہو رہی ہے لکھا ہے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اگرچہ یہ حضرت معاویہ سے منقول ہے مگر انہوں نے اس سے رجوع کر لیا تھا اور حضرت معاویہ کے سوا باقی امویوں میں سے جو کوئی اس بات سے مانع ہے اس کی کوئی اہمیت نہیں اور صحیح ترین بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

وماکان محمد ابا احد من رجالکم — محمد رسول اللہ ﷺ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں۔

یہ آیت آئندہ نبوت کے انقطاع کے لئے لائی گئی ہے نہ کہ باپ کے لفظ کے اطلاق سے منع کرنے کے لئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ اکرام و احترام کے لحاظ سے مومنین کے باپ ہیں۔

۱۰- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] القاسمی نے اپنی کتاب شرف الاسباط میں بیٹیوں کی اولاد پر نبوت اور ذریت اور ان کے اعقاب پر حفدۃ اور اسباط کے شمول پر دلائل دیئے ہیں اور اس کو بڑی وسعت دی ہے اور باب الوقف میں علماء کے فتاویٰ کا ذکر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ذریت' عقب' نسل بنین اور اولاد کے الفاظ بیٹیوں کی اولاد پر بھی چسپاں ہوتے ہیں۔

ابتدا کرنے کا مفہوم یہ ہو کہ آپ پہلے اہل مدینہ پھر مکہ پھر اہل طائف پھر انصار اور پھر ان کے بعد دوسرے لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ یہی ترتیب اہل مکہ اور اہل طائف سے ابتدا کرنے میں ملحوظ رکھی جائے گی۔

بزار، طبرانی اور ابونعیم نے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ فاطمہ وہ ہے جس نے پاک دامنی کو اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ذریت کو آگ پر حرام قرار دے دیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ نے اسے اور اس کی ذریت کو آگ پر حرام قرار دیا[1]۔

حافظ ابوالقاسم الاشقی نے بیان کیا ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے اے فاطمہ! میں نے تیرا نام فاطمہ کیوں رکھا ہے؟ حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ نے فاطمہ کا نام کیوں رکھا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی اولاد کو آگ سے چھڑا دیا ہے۔

نسائی نے بیان کیا ہے کہ میری بیٹی فاطمہ آدمیوں کی حور ہے جسے حیض نہیں آیا۔ اس کا نام فاطمہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اور اس کی اولاد اور اس کے محبوں کو آگ سے چھڑا لیا ہے۔

طبرانی نے اپنے ثقہ آدمیوں کی سند سے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بیٹوں میں سے کسی کو عذاب نہیں دے گا۔

اسی طرح یہ روایت بھی آئی ہے کہ اے عباس اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بیٹوں میں سے

---

[1] ابن عدی نے ابن مسعود کی حدیث سے عمر بن غیاث کے طریق سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ حضرت فاطمہ نے پاک دامنی اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی ذریت کو آگ پر حرام قرار دے دیا۔ ابن غیاث شیعہ کے شیوخ میں سے ہیں۔ جسے دار قطنی اور الذہبی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس حدیث کی شاہد ابن عباس کی حدیث ہے جسے طبرانی نے حضرت فاطمہ کے متعلق حضور علیہ السلام کے ایک قول سے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اور تیرے بچوں کو عذاب نہیں دے گا۔ مجمع الزوائد میں اس کے رجال کو ثقہ قرار دیا گیا ہے اور محمد الرضا نے اسے حضرت حسن اور حضرت حسین سے مخصوص قرار دیا ہے اور ابو کریب نے ولد (بیٹے) کے لفظ کو آپ کی نسبی اولاد میں سے اطاعت کرنے والوں کے متعلق عام قرار دیا ہے اور جو حدیث اس کے بعد بیان ہوئی ہے اس کے بارے میں پہلے گفتگو ہو چکی ہے اور یہ حدیث کہ میری بیٹی فاطمہ حور ہے اسے خطیب نے بیان کیا ہے مگر یہ ثابت نہیں اور اس میں کئی مجہول آدمی ہیں اور اسماء کی روایت بھی ایسی ہی ہے کہ اس نے حضرت فاطمہ کا حیض و نفاس نہیں دیکھا۔ محب طبری نے اسے ذخائر العقبیٰ میں بیان کیا ہے اور یہ ایک باطل روایت ہے۔ جیسا کہ ابن عراق نے ذکر کیا ہے۔

کے ساتھ ملا دیں گے۔

الدیلمی نے بیان کیا ہے: اے علی! اللہ تعالیٰ نے تجھے تیری اولاد' تیرے بچوں' تیرے اہل اور تیرے شیعوں کو بخش دیا۔ پس خوش ہو جاؤ کیونکہ تو حوض کوثر سے بھرے ہوئے پیٹ والا ہے مگر یہ روایت ضعیف ہے۔ اس طرح یہ روایت بھی ہے کہ تم اور تمہارے شیعہ حوض کوثر پر سیراب' سفید رُو صورت میں آئیں گے اور تمہارے دشمن پیاسے اور سر اونچا کئے ہوئے ہوں گے۔ یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔ آپ کے شیعوں کی صفات کا بیان گزر چکا ہے۔ پس گمراہوں کے دھوکہ اور منکروں' رافضیوں اور شیعہ وغیرہ کی جعلسازی سے بچو' اللہ تعالیٰ ان کو تباہ کرے یہ کہاں پھیرے جاتے ہیں۔

۱۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اولئك هم خير البرية — جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالحہ بجالائے وہی لوگ مخلوق سے بہتر ہیں۔

حافظ جمال الدین الذرندی نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا تُو اور تیرے شیعہ قیامت کے روز راضی اور رضا یافتہ صورت میں آئیں گے اور تیرے دشمن غصے میں سر اونچا کئے ہوں گے۔ حضرت علی نے دریافت کیا میرا دشمن کون ہے؟ فرمایا جو تجھ سے اظہار بیزاری کرے اور تجھ پر لعنت کرے اور جس حدیث میں قیامت کے روز عرش کے سائے میں پہلے جانے والوں کا ذکر ہے اور انہیں خوشخبری دی گئی ہے۔ آپ سے دریافت کیا گیا یارسول اللہ وہ کون ہیں؟ فرمایا اے علی تیرے شیعہ اور محب۔ اس روایت میں کذاب راوی بھی ہیں۔ ذرا آپ کے شیعوں کی صفات کو مستحضر کیجئے اور ان گزشتہ اخبار کو بھی ذہن نشین رکھیے جو رافضیوں کے متعلق آغاز باب میں مقدمات میں بیان ہو چکی ہیں۔

دارقطنی نے بیان کیا ہے کہ اے ابوالحسن! آپ اور آپ کے شیعہ جنت میں ہوں گے اور وہ لوگ جو خیال کرتے ہیں کہ وہ آپ سے محبت کرتے ہیں وہ اسلام کو ذلیل کرنے والے ہیں پھر وہ اسے پھینک دیں گے اور اس سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ ان کی علامت یہ ہے کہ انہیں رافضی کہا جائے گا اگر تو انہیں پائے تو ان سے جنگ کرنا کیونکہ وہ مشرک ہیں۔

علیہ السلام نے آپ سے کیا معاملہ کیا کہنے لگے۔ مجھے تو آپ نے خوش آمدید کے سوا کچھ نہیں کہا۔ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے یہی بات آپ لئے کافی ہے ایک تو انہوں نے آپ کو اہل عطا کیا اور دوسرے رحب، یعنی وسعت پھر شادی کے بعد آپ نے حضرت علی سے فرمایا۔ شادی کا ولیمہ بھی ہوتا ہے۔ حضرت سعد نے کہا میرے پاس ایک مینڈھا ہے۔ آپ کے لئے انصار کے ایک گروہ نے مکئی کے کئی صاع جمع کر دیئے۔ جب شب زفاف آئی تو آپ نے فرمایا کہ مجھ سے ملے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔ آپ نے پانی منگوا کر وضو کیا پھر اسے حضرت علی اور فاطمہ پر ڈالا اور دعا کی اے اللہ ان دونوں کی نسل میں برکت دے۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے نسل کی جگہ شمل کا لفظ استعمال کیا اور شمل کے معنی جماع کے ہیں۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے شمل اور نسل کی بجائے **شبلیھما** کا لفظ استعمال کیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں تصحیف ہے اور اگر صحیح ہے تو شبل شیر کے بچے کو کہتے ہیں۔ پس یہ بات آپ کو کشفاً یا اطلاعاً معلوم ہوئی ہوگی کہ ان کے ہاں حسنین پیدا ہوں گے اور آپ نے ان پر شیر کے دو بچوں کا اطلاق کیا اور وہ واقعی شیر کے بچے تھے۔

ابو علی الحسن بن شاذان نے بیان کیا ہے کہ جبریل علیہ السلام حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت علی کے ساتھ حضرت فاطمہ کو بیاہ دینے کا حکم دیتا ہے تو حضور علیہ السلام نے صحابہ کی ایک جماعت کو بلایا اور وہ مشہور خطبہ ارشاد فرمایا جو **الحمد للہ المحمود بنعمتہ** سے شروع ہوتا ہے[1]۔ پھر آپ نے حضرت علی سے حضرت فاطمہ کو بیاہ دیا۔ اس وقت آپ وہاں موجود نہیں تھے اور اس کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں میں اتفاق پیدا کرے اور ان کی نسل کو پاکیزہ بنائے اور اسے رحمت کے خزانے اور حکمت کی کانیں بنائے۔ اس پر لوگوں نے آمین کہی۔ جب حضرت علی آئے تو حضور علیہ السلام نے متبسم ہو کر آپ سے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کو آپ سے چار سو مثقال چاندی پر بیاہ دوں کیا آپ کو یہ بات منظور ہے؟ آپ نے فرمایا یا رسول اللہ میں اس سے راضی ہوں پھر حضرت علی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گئے۔ جب آپ نے سر اٹھایا تو حضور علیہ السلام نے انہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو یہ بات مبارک کرے اور تمہیں برکت دے اور تمہاری شان کو بلند

---

[1] اس قصہ کو خطیب نے تلخیص المتشابہ میں حضرت انس کی حدیث سے بیان کیا ہے اور ابن عساکر نے حضرت جابر کی حدیث سے بیان کیا ہے اور یہ دونوں روایات باطل ہیں اور دونوں روایتوں میں سے دوسری میں محمد بن دینار العرفی بھی ہے جیسا کہ تنزیہ الشریعۃ میں ہے۔

کے درمیان چھڑکا اور دعا کی اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں پھر حضرت علی سے فرمایا میرے پاس پانی لاؤ۔ میں آپ کے مطلب کو سمجھ گیا اور پیالہ بھر کر آپ کے پاس لے آیا۔ آپ نے اس سے میرے سر اور دونوں کندھوں کے درمیان چھڑکا اور دعا کی اے اللہ میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں پھر فرمایا اللہ کے نام اور اس کی برکت سے اپنے اہل کے پاس جاؤ۔

احمد اور ابو حاتم وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی دعا کی برکت ان کی نسل میں ظاہر ہوئی۔ ان میں سے کچھ گزر چکے ہیں اور کچھ آئندہ پیدا ہوں گے۔ اگر آنے والوں میں صرف امام مہدی ہی ہوتے تو وہ بھی کافی ہوتے۔ عنقریب دوسری فصل میں احادیث مبشرہ میں سے کافی کچھ بیان ہوگا۔ ان میں سے وہ روایت بھی ہے جسے مسلم' ابوداؤد' نسائی' بیہقی اور ابن ماجہ اور دوسروں نے بیان کیا ہے کہ:

المھدی من عترتی من ولد فاطمة — کہ مہدی میری اولاد یعنی فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔

احمد' ابوداؤد' ترمذی اور ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ:

لولم یبق من الدھر الایوم لبعث اللہ فیه رجلاً من عترتی — اگر دنیا کی زندگی کا ایک دن بھی باقی رہ گیا تو اللہ تعالیٰ میری اولاد میں سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا۔

ایک روایت میں ہے کہ میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی آئے گا جو زمین کو اس طرح عدل سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم سے بھری ہوئی ہے۔

ایک روایت میں آخری الفاظ کے سوا یہ بیان ہوا ہے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی بادشاہ نہ بنے گا۔ اس کا نام میرے نام سے موافقت رکھے گا۔

ابوداؤد اور ترمذی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر عمر دنیا سے ایک دن بھی باقی رہ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اتنا لمبا کر دے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس میں میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی کو مبعوث فرمائے گا جس کا نام میرے نام سے اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام سے موافقت رکھے گا۔ وہ زمین کو اس طرح عدل و انصاف سے بھر دے گا جس

احمد اور مسلم نے بیان کیا ہے کہ آخری زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا۔ وہ اس قدر مال دے گا کہ اسے کوئی شمار نہ کر سکے گا۔

ابن ماجہ نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ مشرق سے کچھ آدمی نکلیں گے جو مہدی کی بادشاہت کیلئے راہ ہموار کریں گے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کا نام حضرت نبی کریم ﷺ کے نام اور اس کے باپ کا نام آپ کے باپ کے نام سے موافقت رکھے گا۔

ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ ہم رسول کریم ﷺ کے پاس تھے کہ بنی ہاشم کا ایک گروہ آیا جب حضور علیہ السلام نے انہیں دیکھا تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور رنگ متغیر ہو گیا۔ میں نے عرض کیا ہم آپ کے چہرے پر ایسی کیفیت دیکھ رہے ہیں جسے ہم پسند نہیں کرتے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہم اہل بیت کے لئے دنیا کے مقابلہ میں آخرت کو پسند کر لیا ہے اور میرے اہل بیت کو میرے بعد شاید مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہاں تک کہ مشرق سے کچھ لوگ آئیں گے جن کے پاس سیاہ جھنڈے ہوں گے۔ وہ بھلائی طلب کریں گے مگر وہ انہیں نہ ملے گی پھر وہ جنگ کریں گے اور ان کی مدد کی جائے گی اور جو انہوں نے مانگا وہ انہیں دیا جائے گا مگر وہ اسے قبول نہیں کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ اسے ایک آدمی کو دے دیں گے جو میرے اہل بیت میں سے ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح لوگوں نے اسے ظلم و جور سے بھرا ہوا ہے۔ جو تم میں سے ان لوگوں کے متعلق خبر پائے اسے چاہئے کہ ان کے پاس آئے خواہ اسے برف پر گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے کیونکہ ان میں خلیفۃ اللہ مہدی ہوگا۔ اس کی سند میں وہ شخص بھی ہے جسے آخری عمر میں اختلاط کے ساتھ سوء حفظ کی بھی شکایت ہو گئی تھی۔

احمد نے ثوبان سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب تم خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلتے دیکھو تو ان کے پاس جاؤ خواہ برف پر گھٹنوں کے بل چل کر جانا پڑے کیونکہ ان میں خلیفۃ اللہ مہدی ہوں گے۔ اس کی سند میں ایک ضعیف آدمی ہے جس کی کئی منکر روایات ہیں۔ مسلم نے اسے صرف بطور متابعت کے بیان کیا ہے اور جو اس سے پہلے ہے وہ بھی اس میں حجت نہیں۔ خواہ ان دونوں روایات کو اس شخص کیلئے صحیح فرض کر لیا جائے جو مہدی کو بنو عباس کا تیسرا خلیفہ خیال کرتا ہے۔

نصیر بن حماد نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ وہ شخص میری اولاد میں سے ہوگا اور میری سنت پر

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین من بعدی	تم لوگوں پر میرے بعد میری سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو پکڑے رکھنا لازم ہے۔

پھر حدیث لامھدی الاعیسیٰ کی تاویل ہوگی اور وہ بھی اس کے ثابت ہو جانے کی صورت میں۔ وگرنہ حاکم نے کہا ہے کہ میں تو اسے حجت پکڑنے کے لئے نہیں بلکہ تعجب کے لئے لایا ہوں اور بیہقی نے کہا ہے کہ اس میں محمد بن خالد متفرد ہے۔ حاکم نے اسے مجہول کہا ہے اور اس کی اسناد میں بھی اختلاف کیا ہے اور نسائی نے صراحت کے ساتھ اسے منکر قرار دیا ہے اور دوسرے حفاظ حدیث نے جزم کے ساتھ بیان کیا ہے کہ اس سے پہلے بیان ہونے والی احادیث جو مہدی کو اولاد فاطمہ میں سے قرار دیتی ہیں ان کی اسناد اصح ہے۔

ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ جب قائم آل محمد کھڑا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اہل مشرق اور اہل مغرب کو اکٹھا کر دے گا۔ پس رفقاء اہل کوفہ سے ہوں گے اور ابدال اہل شام میں سے اور صحیح یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک خلیفہ کی موت پر اختلاف ہوگا تو مدینہ سے ایک آدمی دوڑتا ہوا مکہ جائے گا۔ اس کے پاس اہل مکہ سے کچھ لوگ آئیں گے اور اسے بادل نخواستہ نکال دیں گے اور رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان اس کی بیعت کریں گے۔ ان کی طرف شام سے ایک لشکر بھیجا جائے گا اور وہ انہیں مکہ اور مدینہ کے درمیان ویرانے میں دھنسا دے گا۔ جب لوگ یہ بات دیکھیں گے تو شام کے ابدال اور عراق کے لشکر آکر اس کی بیعت کریں گے پھر قریش سے ایک آدمی اٹھے گا جس کے ماموں بنوکلب سے ہوں گے۔ وہ ان کی طرف ایک لشکر بھیجے گا اور وہ ان پر غالب آجائیں گے۔ یہ لشکر بنوکلب کا ہوگا اور بنوکلب کی غنیمت میں حاضر نہ ہونے والا نقصان میں رہے گا۔ وہ لوگوں میں مال تقسیم کرے گا اور حضرت نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق عمل کرے گا اور اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے حضرت فاطمہ سے فرمایا ہمارا نبی خیر الانبیاء ہے اور وہ تیرا باپ ہے اور ہمارا شہید خیر الشہدا ہے اور وہ تیرے باپ کا چچا حمزہ ہے اور ہم میں سے ہی وہ شخص ہے جو دو پروں کے ساتھ جنت میں جہاں چاہے اڑتا پھرتا ہے اور وہ تیرے باپ کے چچا کا بیٹا جعفر ہے اور ہم میں سے ہی اس امت کے دو سبط ہیں اور وہ حسن اور

عیسیٰ علیہ السلام کریں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ مہدی کے بعد بارہ آدمی ولی الامر ہوں گے جن میں سے چھ حضرت حسن کی اولاد سے اور پانچ حضرت حسین کی اولاد سے ہوں گے اور آخری ان کے علاوہ ہوگا۔ یہ نہایت کمزور روایت ہے جیسا کہ شیخ الاسلام اور حافظ الشہاب ابن حجر نے کہا ہے یعنی یہ ان احادیث صحیحہ کے مخالف ہے جن میں اس کے آخری زمانے میں آنے اور عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ان کی اقتداء کرنے کا ذکر ہے۔

طبرانی کی حدیث میں ہے کہ عنقریب میرے بعد خلفاء ہوں گے پھر خلفا کے بعد امراء ہوں گے پھر امراء کے بعد بادشاہ ہوں گے۔ بادشاہوں کے بعد جابر لوگ ہوں گے پھر میرے اہل بیت میں سے ایک آدمی ظاہر ہوگا جو زمین کو اس طرح عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے پھر قحطانی کو حکم دیا جائے گا اس ذات کی قسم جس نے مجھ حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے وہ اس سے کم نہ ہوگا اور ایک نسخہ میں ہے کہ وہ اس کو قوت دیں گے جس پر ہم نے ابن عباس کے کلام کو محمول کیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے اس روایت پر محمول کیا جائے جو انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ سے بیان کی ہے کہ وہ امت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے آغاز میں مَیں ہوں اور عیسیٰ بن مریم اس کے آخر میں ہوں گے اور مہدی اس کے وسط میں ہوگا۔

ابو نعیم نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد مہدی عباسی ہوگا پھر میں نے بعض کو دیکھا ہے کہ وہ حدیث میں وسط سے مراد یہ لیتے ہیں کہ وہ امت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے آغاز میں مَیں ہوں اور اس کا مہدی وسط میں ہوگا اور مسیح بن مریم اس کے آخر میں ہوگا یعنی آخر سے قبل۔

احمد اور ماوردی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہدی کے بارے میں تمہیں خوشخبری ہو کہ وہ قریش میں سے میری اولاد میں سے ہوگا۔ وہ لوگوں میں اختلاف اور کمزوری کے وقت ظاہر ہوگا اور زمین کو جیسے کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوئی ہے عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ ساکنان زمین و آسمان اس سے راضی ہوں گے۔ وہ مال کو صحیح طور پر برابر برابر تقسیم کرے گا اور امت محمدیہ کے دل کو تونگری سے بھر دے گا۔ اس کا عدل سب پر حاوی ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ منادی کو حکم دے گا تو وہ منادی کرے گا کہ جس کو ضرورت ہو میرے پاس آئے۔ تو سوائے ایک آدمی کے اور کوئی اس کے پاس نہ آئے گا۔ وہ آکر اس سے سوال کرے

اولی ہے۔ ان کی اس تعلیل کا کوئی شاہد نہیں کیونکہ مہدی کا عیسیٰ علیہ السلام کی امامت کرانے سے یہ مقصد ہے کہ اس بات کا اظہار ہو کہ وہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے تابع اور ان کی شریعت کے مطابق فیصلے کرنے والے بن کر نازل ہوئے ہیں اور وہ اپنی شریعت کے کسی حکم پر عمل نہیں کریں گے اور باوجود افضل ہونے کے اس امام کی اقتدا کرنے سے جس بات کا اظہار اشتہار مطلوب ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ان میں یوں تطبیق بھی دی جاسکتی ہے کہ اس غرض کے اظہار کے لئے پہلے عیسیٰ علیہ السلام مہدی کی اقتدا کریں گے۔ اس کے بعد مہدی اصل قاعدہ کے مطابق ان کی اقتدا کریں گے یعنی مفضول، فاضل کی اقتدا کرے گا اس طرح دونوں اقوال میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

سنن ابوداؤد میں روایت ہے کہ مہدی حضرت حسن کی اولاد سے ہوگا اور اس میں راز کی بات یہ ہے کہ حضرت حسن نے خدا کی خاطر امت پر شفقت کرتے ہوئے خلافت کو چھوڑا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے شدید ضرورت کے وقت آپ کی اولاد میں سے قائم بالخلافہ کو مقرر فرما دیا تاکہ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے۔

امام مہدی کے متعلق یہ جو آیا ہے کہ وہ حضرت حسین کی اولاد سے ہوگا یہ روایت نہایت کمزور ہے اور پھر اس میں رافضیوں کے لئے کوئی حجت نہیں کہ مہدی امام ابوالقاسم محمد الحجہ بن الحسن العسکری آنے والے ائمہ میں سے بارہویں امام ہیں جیسا کہ امامیہ کا اعتقاد ہے۔

ان کی تردید میں یہ بات بھی ہے کہ صحیح روایت میں ہے کہ امام مہدی کے باپ کا نام حضرت نبی کریم ﷺ کے باپ کے موافق ہوگا اور محمد الحجہ کے باپ کا نام اس سے موافقت نہیں رکھتا اس طرح حضرت علی کا یہ قول بھی اسے رد کرتا ہے کہ مہدی کا مولد مدینہ ہوگا اور محمد الحجہ کی پیدائش سر من رای میں ۲۵۵ھ میں ہوئی اور بعض نے جہالت و ہلاکت سے یہ خیال کر لیا ہے کہ یہ روایت کہ وہ حضرت حسن کی اولاد سے ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کے نام کی طرح ہوگا۔ یہ سب وہم ہے اور اس کا یہ خیال کہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ وہ حضرت حسین کی اولاد سے ہوگا۔ کہاں رواۃ کا وہم اور محض ظن وتخمین اور حسد سے اس پر اجماع کی نقل اور رافضیوں میں سے جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ محمد الحجہ ہی مہدی ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس کے باپ نے اس کے سوا کسی کو جانشین نہیں بنایا۔ وہ پانچ سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔ اس عمر میں اللہ نے اس کو اس طرح حکمت دی جیسے یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں دی تھی اور اسے

پھر شریعت مطہرہ کا یہ فیصلہ بھی ہے کہ صغیر کی ولایت درست نہیں ہوتی۔ پس ان احمق اور غافل لوگوں کے لئے یہ کیسے جائز ہو گیا کہ وہ اس شخص کو امام خیال کریں جس کی عمر پانچ سال ہے اور اسے بچپن میں ہی حکمت عطا کی گئی ہے حالانکہ حضور علیہ السلام اس کے متعلق خبر دے رہے ہیں۔ یہ تو شریعت غرا کے خلاف جرأت و ہلاکت کی بات ہے۔ بعض اہل بیت کا کہنا ہے کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کس نے انہیں اس کی خبر دی ہے اور اس کا طریق کیا ہے۔ ان کا گھوڑوں کے ساتھ سرداب پر کھڑے ہونا اور چیخ چیخ کر پکارنا کہ امام صاحب باہر آؤ۔ عقلمندوں کے نزدیک ایک تمسخر بن گیا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ترجمہ: ''سرداب کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ اس شخص کو جنے جسے تم اپنی جہالت سے پکارتے ہو۔ تمہاری عقل قابل معافی ہے کیونکہ تم نے عنقا اور غول بیابانی کا تیسرا بنا دیا ہے یعنی تم نے ایک تیسری موہوم چیز بنا دی ہے۔''

شیعوں میں سے ایک فرقے کا خیال ہے کہ ابوالقاسم محمد بن علی بن عمر بن الحسین امام مہدی ہیں۔ معتصم نے انہیں قید کیا تو ان کے شیعہ نقب لگا کر انہیں نکال کر لے گئے پھر ان کے متعلق کوئی خبر معلوم نہیں ہو سکی۔ ایک فرقہ محمد بن حنفیہ کو امام مہدی خیال کرتا ہے۔ کہتے ہیں یہ اپنے بھائیوں سبطین کے بعد گم ہو گئے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان سے پہلے گم ہو گئے تھے اور وہ رضویٰ کے پہاڑ میں زندہ ہیں لیکن رافضی اہل بیت میں سے زید بن علی بن الحسین کو مہدی شمار نہیں کرتے حالانکہ وہ تابعین کے تیسرے طبقہ میں جلیل القدر امام ہیں۔ کوفہ کے بہت سے لوگوں نے آپ کی بیعت کی۔ رافضیوں نے ان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ شیخین سے اظہار برأت کریں۔ تب وہ ان کی مدد کریں گے۔ انہوں نے جواب دیا میں تو ان سے محبت رکھتا ہوں۔ انہوں نے کہا پھر تو ہم آپ کو چھوڑ دیں گے۔ آپ نے فرمایا جاؤ تم رافضی ہو۔ اس وقت سے ان کا نام رافضی پڑ گیا ہے۔ آپ کے جملہ پیروکاروں کی تعداد پندرہ ہزار تھی۔ جب یہ لوگ بیعت کر رہے تھے تو آپ کو بنو عباس میں سے کسی نے کہا اے میرے چچا کے بیٹے یہ لوگ آپ کو دھوکہ نہ دے دیں۔ آپ کے اہل بیت میں ہی آپ کے لئے کافی سامان عبرت موجود ہے کہ ان لوگوں نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔ جب آپ نے خروج کا ارادہ کیا تو آپ کے مبایعین میں سے ایک جماعت الگ ہو گئی اور آپ کے چچا زاد بھائی باقر کے بیٹے جعفر صادق کو امام کہنے لگے۔ آپ کے ساتھ صرف ۲۲۰ آدمی رہ گئے۔ حجاج نے ایک لشکر کے ساتھ آ

جن ائمہ کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ہر ایک نے امامت یعنی ولایت خلق کا دعویٰ کیا ہے اور اس پر خوارق بھی دکھائے ہیں حالانکہ ان کے ثابت شدہ کلمات کو سرسری طور پر دیکھنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ وہ اس بات کے مدعی نہ تھے بلکہ باوجود اہلیت کے اس سے دور رہتے تھے۔ یہ بات اہل بیت کے بعض ان لوگوں نے بیان کی ہے جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے زیغ وضلال سے پاک اور ان کی عقل کو حماقت اور ان کی آراء کو تناقض سے منزہ کیا ہے کیونکہ انہوں نے واضح براہان اور صحیح استدلال سے تمسک کیا ہے اور ان کی زبان کو بہتان اور جھوٹ سے پاک کیا ہے۔ جو لوگ ان کے لئے اس قسم کی باتیں ثابت کرتے ہیں ان کے لئے ہلاکت اور عذاب ہے۔

۱۳۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وعلی الاعراف رجال یعرفون کلاً بسیماھم

اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو سب کو ان کے چہروں سے پہچان لیں گے۔

ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں اعراف پل صراط پر ایک بلند جگہ ہے جہاں حضرت عباس، حضرت علی بن ابی طالب اور حضرت جعفر طیار کھڑے ہو کر اپنے محبوں کو سفید رُو اور بغض رکھنے والوں کو سیاہ رُو ہونے کی وجہ سے پہچان لیں گے۔

دیلمی اور اس کے بیٹے نے اکٹھے یہ روایت بلا اسناد بیان کی ہے کہ حضرت علی کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے اللہ جو مجھ سے بغض رکھتا ہے اسے اور میرے اہل بیت کو مال و عیال کی کثرت عطا کر اور کثرت مال کی وجہ سے ان کے حساب کا لمبا ہونا ہی ان کے لئے کافی ہو گا اور کثرت عیال سے ان سے شیاطین بھی کثرت سے ہوں گے۔ ان پر بددعا کرنے میں یہ حکمت ہے کہ آپ اور آپ کے اہل بیت کے بغض پر آمادہ کرنے والی چیز حب دنیا کے سوا کوئی اور نہیں کیونکہ مال و اولاد کی محبت ان کی جبلت میں ہے۔ اس لئے حضور علیہ السلام نے اپنی نعمت کے سلب کے ساتھ ان کے لئے بددعا کی۔ پس یہ ان لوگوں پر ناراضگی کے باعث ہے جنہوں نے کفران نعمت کر کے آپ کے سامنے دنیا کو ترجیح دی۔ اس کے برخلاف آپ نے حضرت انس کے لئے اسی کثرت کی دعا کی ہے اور اس سے مقصد یہ ہے کہ یہ بات ان پر ایک احسان ہو۔ تاکہ وہ ان نافع امور دنیوی و اُخروی تک کو پہنچ سکیں جو اس پر مرتب

یقترف حسنة نزوله فیها حسنا نیکیوں کے بجالانے سے مراد ہم اہل بیت کی محبت ہے۔

طبرانی نے زین العابدین سے بیان کیا ہے کہ جب انہیں حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد قیدی بنا کر لایا گیا اور دمشق میں ایک سٹیج پر آپ کو کھڑا کیا تو اہل شام کے ایک جفا کار نے کہا اس خدا کا شکر ہے۔ جس نے تمہیں قتل کی اور تمہاری جڑا کھیڑی اور فتنے کے سینگ کو کاٹا۔ آپ نے اسے فرمایا کیا تو نے یہ نہیں پڑھا قل لا اسئلکم علیه اجرًا الاالمودة فی القربیٰ اس نے کہا آپ وہ لوگ ہیں۔ آپ نے جواب دیا ہاں شیخ شمس الدین ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

میں نے دور والوں کے علی الرغم آل طه کی محبت کو فرض سمجھا ہے۔ جس سے مجھے قرب ملتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے اپنی تبلیغ کے ذریعہ ہدایت پانے پر سوائے قرابتداروں کی محبت کے اور کوئی اجر طلب نہیں کیا۔

احمد نے حضرت ابن عباس سے ومن یقترف حسنة نزوله فیها حسنا کے متعلق بیان کیا ہے کہ اس سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ کی آل سے محبت کرنا ہے اور ثعلبی اور بغوی نے ان سے نقل کیا ہے کہ جب آیت لااسئلکم علیه اجراً الاالمودة فی القربیٰ نازل ہوئی تو لوگوں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ اپنے بعد اپنے قرابتداروں سے ہمیں محبت کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں تو جبرائیل نے آنحضرت ﷺ کو بتایا کہ انہوں نے آپ پر تہمت لگائی ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ:

ام یقولون افتریٰ علی الله کذبا   یہ لوگ اللہ پر جھوٹا افترا کر رہے ہیں۔

(الایة)

تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ آپ سچے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی وھو الذی یقبل التوبة عن عباده۔

قرطبی وسدی نے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے قول ان الله لغفور شکور کے بارے میں کہا ہے کہ وہ آل محمد ﷺ کے گناہوں کو بخشنے والا اور ان کی نیکیوں کا قدردان ہے۔

ابن عباس نے آیت کے لفظ القربیٰ کو عموم پر حمل کیا ہے۔ بخاری وغیرہ میں ان سے بیان کیا گیا ہے کہ جب ابن جبیر نے القربیٰ کی تفسیر آل محمد ﷺ سے کی تو آپ نے انہیں کہا تو

سمجھو بلکہ ابن عباس نے ایسی تفسیر کی ہے جو ابن جبیر کے موافق ہے اور وہ آپ کا اس حدیث کو روایت کرنا ہے جس کے متعلق ہم نے بتایا ہے کہ اس کی سند میں ایک غالی شیعہ ہے اور یہ بھی اس آیت کی تفسیر کے منافی نہیں کیونکہ اس سے مراد خدا تعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔

اسے حضرت ابن عباس کے علاوہ کئی آدمیوں نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ میں جو تمہارے پاس ہدایت اور بینات لایا ہوں اس پر کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا۔ صرف اس بات کا خواہاں ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں اور اس کی اطاعت سے اس کا قرب چاہیں اور اس میں عدم منافات کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کے قرب میں اس کے رسول اور اس کے اہل بیت کی محبت شامل ہے اور لفظ کے کسی معنی کا بیان جو اس کے مخالف نہ ہو اس کے منافی نہیں ہوتا بلکہ جس طرف وہ اشارہ کر رہا ہوتا ہے اس سے زائد مفہوم مراد ہوتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے کیونکہ یہ مکہ میں نازل ہوئی اور مشرک آپ کو ایذا دیتے تھے۔ انہیں آپ سے محبت اور صلہ رحمی کا حکم دیا گیا اور جب آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور انصار نے آپ کو پناہ دی اور آپ کی مدد کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے انبیاء بھائیوں سے ملا دیا اور یہ آیت نازل فرمائی قل ما سئالتکم من اجر فھو لکم ان اجری الا علی اللہ ۔ مگر بغوی نے اسے رد کرتے ہوئے کہا کہ حضور علیہ السلام سے محبت کرنا اور آپ کی ایذا دہی سے رکنا اور آپ کے اقارب سے محبت رکھنا اور اطاعت اور عمل صالح سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا فرائض دین میں سے ہے جو ہمیشہ باقی رہنے والی بات ہے۔ پس اس بات پر دلالت کرنے والی آیت کے نسخ کا ادعا جائز نہیں کیونکہ وہ جس حکم پر دلالت کر رہی ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ پس اس کے رفع و نسخ کا ادعا کیسے کیا جا سکتا ہے اور الا المودۃ میں استثنا منقطع ہے یعنی میں تمہیں یاد دلاتا ہوں کہ تم میری اور اپنی قرابت سے محبت کرو۔ یہ ادائیگی رسالت کے مقابلہ میں اجر نہیں۔ یہاں تک کہ یہ آیت اس مذکورہ آیت کے منافی ہو گی جس سے انہوں نے نسخ کا استدلال کیا ہے اور ثعلبی نے ایسے لوگوں کے رد میں بڑے مبالغہ سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ جن لوگوں نے یہ بات کہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اس کا قرب حاصل کرنا اور اس کے نبی اور اس کے اہل بیت کی محبت چاہنا منسوخ ہے۔ یہ قول ہی قباحت کے لحاظ سے کافی ہے اور یہ دعویٰ صحیح ہے کہ یہ الملاء کی بیان کردہ حدیث سے متصل ہے جس کو اس نے اپنی سیرت میں بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے میرا اجر میرے قرابت داروں کی محبت میں رکھا ہے اور میں

ہے کسی آدمی کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہوسکتا جب تک وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کے لئے محبت نہ رکھے اور اسی طرح ایک صحیح روایت میں ہے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جب وہ میرے اہل بیت میں سے کسی آدمی کو دیکھتے ہیں تو اپنی باتوں کو بند کر دیتے ہیں۔ خدا کی قسم کسی آدمی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ ان سے اللہ کے لئے اور ان سے میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ وہ ایمان کے بغیر جنت میں داخل نہ ہوں گے اور وہ اس وقت تک ایمان نہیں لا سکتے جب تک تم سے اللہ اور اس کے رسول کی خاطر محبت نہ رکھیں۔ کیا تم میری شفاعت کی امید رکھتے ہو اور بنو عبد المطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ وہ ہرگز کسی بھلائی کو نہ پا سکیں گے جب تک تم سے اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ رکھیں۔

ایک اور رایت میں ہے کہ تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ تم سے میری محبت کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔ کیا تم میری شفاعت سے جنت میں داخل ہونے کی امید رکھتے ہو اور بنو عبد المطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔ اس حدیث کے اور بھی بہت سے طرق باقی ہیں۔

ابولہب کی بیٹی مہاجر بن کر مدینہ آئی۔ اسے کہا گیا کہ تیری ہجرت تجھ کوئی فائدہ نہ دے گی کیونکہ تو اس شخص کی بیٹی ہے جو آگ کا ایندھن ہے۔ اس نے اس بات کا تذکرہ رسول کریم ﷺ کیا تو آپ کو بہت غصہ آیا پھر آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کے متعلق مجھے تکلیف دیتے ہیں۔ سنو جس نے مجھے میرے نسب اور میرے رشتہ داروں کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اسے ابن ابی عاصم' طبرانی' ابن مندہ اور بیہقی نے متقارب الفاظ سے بیان کیا ہے۔ ایک روایت میں اس عورت کا نام درۃ اور دوسری میں سبیعہ آیا ہے یا تو یہ ایک عورت کے دو نام ہیں یا ایک لقب اور دوسرا نام ہے یا یہ دو عورتوں کے نام ہیں اور یہ قصہ دونوں عورتوں کا ہے۔

عمرو الاسلمی جو اصحاب حدیبیہ میں سے تھا حضرت علی کے ساتھ یمن کی طرف گیا تو اس نے آپ کی طرف سے سخت گیری کو دیکھا اس نے مدینہ میں آ کر اپنی تکلیف کی تشہیر کی تو حضور

میرے اصحاب اور میرے قرابت داروں سے محبت رکھتا ہے اور آٹھویں آیت میں بیان ہو چکا ہے، جس کا مانحن فیہ سے بڑا تعلق ہے۔ پس اس کا مطالعہ کیجئے۔

ابوبکر الخوارزمی نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام باہر تشریف لائے تو آپ کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب کی طرف سے اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے اور میری بیٹی کے متعلق بشارت ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی کو فاطمہ سے بیاہ دیا ہے اور جنت کے خازن رضوان کو حکم دیا ہے تو اس نے درخت طوبیٰ کو ہلایا ہے تو اس نے میرے اہل بیت کے محبوں کی تعداد کے برابر وثیقے اٹھا لیے ہیں اور ان کے نیچے اس نے نوری فرشتے پیدا کیے ہیں اور ہر فرشتے کو ایک وثیقہ دیا ہے۔ جب قیامت اپنے اہل پر قائم ہو جائے گی تو فرشتے مخلوق میں آواز دیں گے اور اہل بیت کے محب کی طرف وثیقہ پھینکیں گے جس میں اس کے آگ سے آزادی پانے کا ذکر ہوگا۔ پس میرا بھائی اور چچا کا بیٹا اور میری بیٹی میری امت کے مردوں اور عورتوں کی آگ سے گردنیں چھڑانے والے بن جائیں گے۔

الملانے بیان کیا ہے کہ ہم اہل بیت سے صرف مومن متقی ہی محبت رکھتا ہے اور شقی منافق ہم سے بغض رکھتا ہے۔

احمد اور ترمذی کی یہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ جو مجھ سے اور حسن اور حسین اور ان کے باپ اور ماں سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ میرے درجہ میں ہوگا اور داؤد نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ جو میری سنت کی پیروی کرتے ہوئے مرا اس سے پتہ چلتا ہے کہ اتباع سنت کے بغیر صرف محبت کرنا جیسا کہ شیعہ اور رافضی سنت سے پہلو تہی کر کے محبت کرتے ہیں۔ ایسے مدعی محبت کو بھلائی سے کچھ حصہ نہ ملے گا بلکہ یہ بات اس کے لئے وبال اور دنیا و آخرت میں دردناک عذاب بن جائے گی اور آٹھویں آیت میں حضرت علی سے ان شیعوں کی صفات بیان ہو چکی ہیں جنہیں ان کی اور ان کے اہل بیت کی محبت فائدہ دے گی۔ ان اوصاف کا مطالعہ کیجئے کیونکہ وہ ان دعویٰ دارانِ محبت کا خاتمہ کر دیتے ہیں جو محبت کے ساتھ مخالفت بھی کرتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ لوگ شقاوت، حماقت، جہالت اور غباوت کی انتہا تک پہنچ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے ہمیشہ محبت کرنے اور ان کی ہدایت کی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کردیں گی۔

طبرانی نے بسند ضعیف حضرت حسن سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ہم سے جو بغض اور حسد رکھے گا اسے قیامت کے روز آگ کے کوڑوں سے حوض کوثر سے ہٹا دیا جائے گا اور آپ ہی کی ایک ضعیف روایت میں ہے کہ جس میں ایک طویل قصہ بیان ہوا ہے کہ تو علی کو برا کہتا ہے اگر تو حوض کوثر پر آپ کے پاس گیا تو میں نہیں سمجھتا کہ تو انہیں وہاں سے ہٹا سکے لیکن تو انہیں آستین چڑھائے کفار اور منافقین کو رسول کریم ﷺ کے حوض کوثر سے ہٹاتے دیکھے گا۔ یہ صادق و مصدوق محمد ﷺ کا قول ہے۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ اے علی قیامت کے روز آپ کے پاس جنت کے عصاؤں میں سے ایک عصا ہوگا جس سے آپ منافقین کو حوض کوثر سے ہٹائیں گے اور احمد نے بیان کیا ہے کہ علی کے بارے میں مجھے پانچ باتیں عطا کی گئی ہیں جو مجھے دینا و مافیھا سے زیادہ محبوب ہیں۔ ایک یہ کہ وہ خدا کے سامنے ہوں گے یہاں تک کہ وہ حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ ان کے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا اور آدم اور اس کے بیٹے اس کے نیچے ہوں گے۔ تیسرے یہ کہ علی میرے حوض پر کھڑے ہوں گے اور میری امت کے جس شخص کو پہچان لیں گے اسے پانی پلائیں گے۔

اور یہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے علی سے فرمایا کہ تیرے دشمن حوض کوثر پر پیاسے اور سر اونچے کئے ہوگے اور الدیلمی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ بنی ہاشم اور انصار سے بغض رکھنا کفر ہے اور عربوں سے بغض رکھنا نفاق ہے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے بنو عبدالمطلب میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے متعلق تین دعائیں کی ہیں کہ وہ تمہارے کھڑے ہونے والے کو ثابت قدم رکھے اور تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور تمہارے جاہل کو علم دے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ تمہیں سخی بنا دے۔

ایک روایت میں ہے کہ شجاع، نجیب اور رحمدل بنا دے اور اگر کوئی آدمی رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان اپنے پاؤں کو اکٹھا کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے پھر وہ اہل بیت سے بغض رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔

حاکم نے اس روایت کو بھی صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ چھ آدمیوں پر

اور آپ کے درمیان وسائط ہیں[1]۔

ابو سعید نے شرف النبوۃ میں اور ابن المثنی نے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اے فاطمہ تیرے ناراض ہونے سے خدا ناراض اور تیرے راضی ہونے سے خدا راضی ہوتا ہے۔ پس جو آپ کے بچوں میں سے کسی کو ایذا دے گا تو اسے اس عظیم خطرے کا سامنا کرنا پڑے گا کیونکہ اس نے آپ کو ناراض کیا ہے اور جو ان سے محبت کرے گا وہ آپ کی رضا کو حاصل کرے گا۔ اسی لئے علماء نے صراحت کی ہے کہ حضور علیہ السلام کے شہر کے باسیوں کی بھی عزت کرنی چاہئے اور اگر ان میں سے کوئی بدعت وغیرہ ثابت ہو جائے تو آپ کے پڑوس میں ہونے کی وجہ سے اس کی رعایت کرنی چاہئے۔ پس اس اولاد کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جو آپ کا ٹکڑا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ **کان ابوھما صالحا** حالانکہ ان بچوں اور ان باپ کے درمیان جس کی وجہ سے ان کا لحاظ کیا گیا سات یا نو پشتوں کا فاصلہ تھا۔ اس لئے حضرت جعفر صادق نے فرمایا ہے۔ ہمارا اسی طرح لحاظ کرو جس طرح اللہ تعالیٰ نے عبد صالح کا یتیموں کے بارے میں کیا تھا اور محمد رسول اللہ ﷺ کا محب آپ کی اولاد پر نکتہ چینی نہیں کرتا۔

مقصد چہارم:

ان سے صلہ رحمی کرنے اور خوشی پہنچانے کے متعلق جس کی طرف آیت نے ترغیب دی ہے۔

الدیلمی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جو شخص میرا توسل چاہے اور یہ کہ اس کا مجھ پر احسان ہو اسے چاہئے کہ میرے اہل بیت سے صلہ رحمی کرے اور انہیں خوشی بہم پہنچائے اور حضرت عمر سے کئی طرق سے یہ روایت آئی ہے کہ انہوں نے حضرت زبیر سے کہا ہمارے ساتھ چلئے ہم حسن بن علی کی زیارت کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت زبیر نے دیر کی تو آپ نے فرمایا کیا آپ کو علم

[1] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے التفہیمات الالٰہیہ میں بیان کیا ہے کہ میں نے خطیرۃ القدس میں ارواح اہل بیت کو بڑی خوبصورت وضع میں دیکھا اور میں نے سمجھ لیا کہ ان کا منکر اور ان سے دشمنی رکھنے والا بڑے خطرے میں ہے لیکن ان کے چہرے باطن کی طرف ہیں اور خلافت اس کو ملتی ہے جس کا چہرہ ظاہر کی طرف ہو۔ اسی سبب سے انہوں نے خلافت طلب کی اور اسے اس صورت میں نہ پایا۔ اسی طرح وہ آدمی بھی خلافت نہ پائے گا جسے خطیرۃ القدس میں رسوخ قدم حاصل ہوگا۔ اس لئے کہ ایسے آدمی کو برا سمجھنا اور اس سے کینہ رکھنا اللہ تعالیٰ سے بُعد کی وجہ سے رسوائی کا باعث بن جاتا ہے۔

چلے۔

بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ابو بکر سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ مجھے اپنی قرابت داروں سے صلہ رحمی کرنے کی نسبت آنحضرت ﷺ کی قرابت زیادہ محبوب ہے اور ایک روایت میں ہے کہ مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے اور ایک روایت میں ہے کہ خدا کی قسم اگر میں صلہ رحمی کروں تو مجھے اپنی قرابت داروں کی نسبت آپ لوگوں سے صلہ رحمی کرنا زیادہ محبوب ہے کیونکہ آپ کو آنحضرت ﷺ کی قرابت حاصل ہے اور اس عظمت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر مسلمان پر عطا فرمائی ہے یہ بات آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت بطور اعتذار کہی جب آپ نے انہیں رسول کریم ﷺ کے ترکہ کے حصول سے منع کیا۔ اس کے متعلق شبہات میں مفصل بحث گزر چکی ہے۔

اسی طرح بخاری نے حضرت ابو بکر سے یہ بھی روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام کے اہل بیت کے بارے میں حضور علیہ السلام کا لحاظ رکھو۔ اسی طرح آپ سے یہ صحیح روایت بھی ہے کے آپ نے حضرت علی سے مزاح کرتے ہوئے حضرت حسن کو اپنی گردن پر اٹھا لیا اور فرمایا میرے باپ کی قسم میں ایسے آدمی کو اٹھائے ہوئے ہوں جو نبی کا شبیہ ہے۔ علی کا شبیہ نہیں اور حضرت علی مسکرا رہے تھے۔ آپ کا یہ قول حضرت انس کے قول کے موافق ہے۔ جیسا کہ بخاری میں ان سے روایت ہے کہ حضرت حسن سے بڑھ کر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے مشابہ نہ تھا لیکن انہوں نے یہ بات حضرت حسین کے متعلق کہی تھی۔ ان دونوں کے درمیان حضرت علی کے قول کے مطابق یوں تطبیق ہو گی جیسا کہ ترمذی اور ابن حبان نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن سر سے سینے تک آنحضرت ﷺ سے بہت مشابہ تھے اور حضرت حسین نیچے کے دھڑ میں آپ سے بہت مشابہت رکھتے تھے اور بنی ہاشم کی ایک جماعت وغیرہم کا بیان ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کو بھی اسی طرح تشبیہ دیا کرتے تھے۔ میں نے ان کی تعداد کا تذکرہ شمائل ترمذی کی دو شرحوں میں بیان کیا ہے۔

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن' حضرت ابو بکر کے پاس آئے آپ اس وقت منبر پر تھے۔ انہوں نے آن کر کہا میرے باپ کے منبر سے اتر آیئے۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا ہے۔ خدا کی قسم یہ جگہ تیرے باپ ہی کی ہے پھر آپ نے انہیں پکڑ کر گود میں بٹھا لیا اور رو

علی کے چہرے کی طرف دیکھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

اس قسم کی ایک حسن حدیث پہلے بیان ہو چکی ہے۔ جب حضرت ابوبکرؓ آنحضرت ﷺ کی وفات کے چھٹے روز قبر رسول کی زیارت کے لئے آئے تو حضرت علی نے کہا یا خلیفۃ الرسول ﷺ آگے آئیے تو حضرت ابوبکر نے جواب دیا میں اس شخص سے آگے نہیں بڑھ سکتا جس کے بارے میں میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو مجھے اپنے رب کے ہاں حاصل ہے۔ اس حدیث کو ابن السمان نے بیان کیا ہے۔

دار قطنی نے شعبی سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علی آگئے۔ آپ نے انہیں دیکھ کر کہا جو شخص رسول کریم ﷺ کے نزدیک لوگوں میں سے عظیم المنزلت' قرابت کے لحاظ سے قریب تر' افضل حالت اور عظیم تر حق کے حامل کو دیکھ کر خوش ہونا چاہتا ہے تو وہ اس آنے والے شخص کی طرف دیکھے۔

اسی طرح دار قطنی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر نے ایک آدمی کو حضرت علی کے خلاف باتیں کرتے دیکھا تو فرمایا تیرا برا ہو کیا تو نہیں جانتا کہ علی آپ کے چچازاد ہیں اور اس کے ساتھ ہی آپ نے حضور علیہ السلام کی قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا خدا کی قسم تو نے اس قبر والے کو تکلیف دی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر تو نے اس سے بغض رکھا ہے تو تو نے رسول کریم ﷺ کو قبر میں تکلیف دی ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

ایسے ہی دار قطنی نے ابن المسیب سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں حضرت عمر نے فرمایا اشراف سے محبت کرو اور اپنی عزتوں کو کمینوں سے محفوظ رکھو اور یاد رکھو کہ حضرت علی سے دوستی رکھے بغیر شرف مکمل نہیں ہوتا۔

بخاری نے بیان کیا ہے کہ جب قحط پڑ جاتا تو حضرت عمر' حضرت عباس کے ذریعہ بارش طلب کیا کرتے اور فرماتے اے اللہ! جب ہم قحط کا شکار ہوتے تو ہم تیرے نبی محمد ﷺ کو تیرے حضور وسیلہ بنایا کرتے تھے اور تو ہم پر بارش نازل فرما کر ہمیں سیراب کر دیا کرتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی کے چچا کو تیرے حضور وسیلہ بناتے ہیں۔ پس تو ہمیں سیراب کر دے اور وہ بارش سے سیراب ہو جاتے۔

تاریخ دمشق میں ہے کہ ہجرت کے سترھویں سال عام الرمادۃ کو لوگوں نے بار بار نماز

ابن قتیبہ کی روایت میں ہے کہ اے اللہ! ہم تیرے نبی کے چچا اور بقیہ آباء اور کثرت رجال کے ذریعہ تیرا قرب طلب کرتے ہیں کیونکہ تیرا قول برحق ہے۔

و اما الجدار فکان لغلامین یتیمین فی المدینة و کان تحته کنزلهما و کان ابوهما صالحاً

کہ وہ دیوار شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کے لئے خزانہ تھا اور ان کا باپ صالح آدمی تھا۔

اے اللہ تو نے ان دونوں کا ان کے باپ کے صالح ہونے کی وجہ سے لحاظ فرمایا۔ اے اللہ اپنے نبی کا آپ کے چچا کے معاملہ میں لحاظ فرما۔ ہم اس کے ذریعہ شفاعت طلب کرتے ہوئے تیرے قریب ہوئے ہیں۔

ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت کعب نے حضرت عمر سے کہا کہ بنی اسرائیل کو جب قحط آلیتا تو وہ اپنے نبی کے عصبہ کے ذریعے بارش طلب کرتے تو حضرت نے فرمایا یہ حضرت عباس ہیں ہمیں ان کے پاس لے چلو۔ جب آپ وہاں گئے تو فرمایا اے ابوفضل آپ لوگوں کو کس حال میں دیکھتے ہیں۔ آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر منبر پر بٹھا لیا اور عرض کیا اے اللہ ہم تیرے حضور تیرے نبی کے چچا کے وسیلہ سے آئے ہیں پھر حضرت عباس نے دعا کی۔

ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر، حضرت عباس کے پاس سے سوار ہو کر نہیں گزرتے تھے بلکہ حضور علیہ السلام کے چچا کے اکرام کے واسطے سواری سے اتر پڑتے تھے۔

زبیر بن بکار نے ابن شہاب سے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اپنے زمانہ خلافت میں حضرت عباس کو سوار ہونے کی حالت میں نہیں ملا کرتے تھے بلکہ اتر کر ان کی سواری کی لگام پکڑ لیتے اور ان کے ساتھ ساتھ چلتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر یا اپنی مجلس میں پہنچ جاتے تو پھر یہ الگ ہو جاتے۔

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر نے لوگوں کے لئے روزینے مقرر کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ اپنی ذات سے ابتدا کریں۔ آپ نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کیا اور آنحضرت ﷺ کے قریب ترین رشتہ داروں سے آغاز کیا اور آپ کے قبیلہ کا نمبر پانچ قبائل کے بعد آیا۔ آپ نے بدری صحابہ کو پانچ ہزار اور وہ لوگ جو بدر میں حاضر نہ ہوئے مگر اسلام میں ان کے مساوی تھے انہیں بھی پانچ ہزار اور حضرت عباس کو بارہ ہزار

آپ تو عبداللہ سے اجازت کے زیادہ حقدار ہیں اور خدا کے بعد تم لوگوں نے ہی بزرگی حاصل کی ہے اور آپ کی ایک روایت میں ہے کہ جب آپ آئیں تو آپ کو اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔

دارقطنی کا بیان ہے کہ دو بدو، جھگڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے تو آپ نے حضرت علی کو ان کے درمیان فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔ ان دونوں میں سے ایک نے کہا یہ ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا تو حضرت عمر نے جھپٹ کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور فرمایا تیرا برا ہو تجھے کیا علم کہ یہ شخص کون ہے؟ یہ تیرا آقا اور ہر مومن کا آقا ہے اور جس کا یہ آقا نہیں وہ مومن ہی نہیں۔

احمد نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت معاویہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے کہا یہ مسئلہ آپ حضرت علی سے دریافت کریں وہ زیادہ صاحب علم ہیں۔ اس آدمی نے کہا اے امیر المومنین! اس مسئلے میں مجھے آپ کا جواب حضرت علی کے جواب سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت معاویہ نے کہا تو نے یہ بہت بری بات کی ہے۔ تو نے اس آدمی کو ناپسند کیا ہے جسے رسول کریم ﷺ علم کی وجہ سے عزیز جانتے تھے اور آپ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ اِلّا یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت عمر کو جب کوئی مشکل پیش آتی تو وہ آپ سے رجوع کرتے۔ اس بات کو دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے لیکن بعض نے یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کھڑا ہو جا اللہ تعالیٰ تیری ٹانگوں کو کھڑا نہ کرے اور اس کا نام رجسٹر سے کاٹ دیا۔ حضرت عمر آپ سے پوچھا کرتے تھے اور آپ سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ میں نے انہیں دیکھا ہے جب کوئی مشکل پیش آتی تو فرماتے یہاں علی موجود ہیں۔ حضرت زید بن ثابت نے اپنی والدہ کا جنازہ پڑھایا۔ جیسا کہ ابن عبدالبر نے کہا ہے۔ تو آپ کے خچر کو آپ کے قریب کیا گیا تا کہ آپ سوار ہو جائیں تو حضرت ابن عباس نے آپ کی رکاب پکڑ لی۔ انہوں نے کہا رسول اللہ کے چچازاد چھوڑ دیجئے تو حضرت ابن عباس نے کہا ہمیں علماء کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ وہ آپ سے علم حاصل کیا کرتے تھے۔ حضرت زید نے آپ کے ہاتھ کو بوسہ دے کر کہا ہمیں نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کے ساتھ اسی طرح سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آپ سے صحیح روایت میں آیا ہے کہ آپ بعض صحابہ کے گھروں میں حصول حدیث کے

کی قرابت کی وجہ سے جواز کی ذیل میں رکھ لیا ہے۔

عبداللہ بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط' حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس نو عمری کی حالت میں آئے۔ آپ کے بال لمبے تھے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آپ کو بلند جگہ پر بٹھایا اور ان کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ کی قوم نے آپ کو ملامت کی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے ثقہ آدمی نے بیان کیا ہے اور مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ میں اسے رسول کریم ﷺ کے منہ سے سن رہا ہوں کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اس کو خوش کرے گا وہ مجھے خوش کرے گا اور میں جانتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہ زندہ ہوتیں تو میں نے ان کے بیٹے سے جو سلوک کیا ہے اس سے وہ خوش ہوتیں۔

خطیب نے بیان کیا ہے کہ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی قریش کا نوجوان' بوڑھا یا سردار آتا تو آپ انہیں مقدم کرتے اور خود ان کے پیچھے باہر نکلتے اور حضرت امام ابوحنیفہ اہل بیت کی بہت تعظیم کرتے تھے اور ان کے ظاہری اور پوشیدہ نادار آدمیوں پر خرچ کر کے قرب حاصل کرنا چاہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ نے ان میں سے ایک خفیہ نادار آدمی کو بارہ ہزار درہم بھجوائے اور اپنے اصحاب کو بھی اس بارے میں ترغیب دیا کرتے تھے اور امام شافعی نے ان کے بارے میں مبالغہ سے کام لیتے ہوئے صراحت کی ہے کہ وہ بھی ان کے شیعوں میں سے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے بارے میں طرح طرح کی باتیں کی گئیں اور آپ نے ان کے جوابات دیئے۔ جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ آپ نے اپنی ایک اچھوتی نظم میں کہا ہے۔

> ترجمہ: ''آلِ نبی اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنے کے لئے میرا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ کل وہ ان کے ذریعہ میرے اعمال نامہ کو میرے دائیں ہاتھ میں دے گا۔''

زہری نے ایک گناہ کا ارتکاب کیا اور بے مقصد کہیں چلا گیا تو زین العابدین نے اسے فرمایا تمہارا اللہ تعالیٰ کی اس رحمت سے مایوس ہونا جو ہر چیز پر حاوی ہے تمہارے گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے۔ زہری نے جواب دیا اللہ بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کو کہاں رکھے تو وہ اپنے اہل و مال کی طرف واپس آ گئے۔ (رضی اللہ عنہم)

خاتمہ:

حضور علیہ السلام نے اپنی آل کے متعلق جو خبریں دی ہیں کہ ان کو انتقامی کارروائیوں

ابن ظفر کہتے ہیں کہ اس حکم کو بڑی سخت بیماری تھی اور ابو جہل کا بھی یہی حال تھا جس کا مکمل تذکرہ الدمیری نے ''حیوۃ الحیوان'' میں کیا ہے اور حضور علیہ السلام نے حکم اور اس کے بیٹے پر جولعنت کی ہے اس سے اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا کیونکہ حضور علیہ السلام نے ایک دوسری حدیث میں اس کا تدارک کر دیا ہے یعنی آپ بشر ہیں اور بشر کی مانند آپ کو غصہ بھی آتا ہے اور آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میں نے جس کو برا کہا ہے یا اس پر لعنت کی ہے یا اسے بد دعا دی ہے وہ اس کے لئے رحمت پاکیزگی کفارہ اور طہارت کا ذریعہ بن جائے اور ابو جہل کے بارے میں ابن ظفر سے جو منقول ہے حکم کے برخلاف اس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ صحابی ہے اور یہ بری بات ہے کہ صحابی پر تہمت لگائی جائے اور اگر یہ بات صحیح ہے تو اسے اس بات پر محمول کرنا چاہیے کہ اس پر قبل از اسلام یہ تہمت لگائی جاتی ہے اور مہدی کی احادیث میں بیان ہو چکا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بنی ہاشم کے نوجوانوں کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور رنگ متغیر ہو گیا پھر فرمایا ہم اہل بیت کے لئے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مقابل پر آخرت کو پسند فرمایا ہے اور عنقریب میرے بعد میرے اہل بیت مصائب سے دوچار ہوں گے اور انہیں مار بھگایا جائے گا۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے قریش ہلاک ہوں گے اور قریش میں سب سے پہلے میرے اہل بیت ہلاک ہوں گے۔ ابو یعلیٰ اور طبرانی نے بھی اسی قسم کی روایت کی ہے۔

جان لیجیے کہ لوگوں کے متعلق عموماً اور اہل بیت کے متعلق خصوصاً چند امور کی رعایت کی تاکید کی گئی ہے۔

اوّل: شرعی علوم کے حصول کی طرف توجہ دینا کیونکہ بغیر علم کے نسب میں کوئی فائدہ نہیں اور علوم شرعیہ کی طرف توجہ پر ترغیب کے دلائل اور اس کے آداب اور علماء اور متعلمین کے آداب، ان سب باتوں کی تفصیل ائمہ کی کتب میں معروف ہے۔ اس لئے ہم اسے طول نہیں دیتے۔

دوم: آبا پر فخر کو ترک کرنا اور بغیر علوم دینیہ کے حصول کے ان پر بھروسہ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان اکرمکم عنداللہ اتقکم — اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے اتقیٰ ہے۔

اگر تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اس مقام کو حاصل کرنا چاہتا ہے جسے انہوں نے اطاعت الٰہی سے حاصل کیا ہے تب تو تُو اللہ کے ہاں ان سے زیادہ مکرم ہوا۔ پس اس بات پر غور کرو کہ اس قابل عزت گھرانے میں جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے اس کا کتنا بڑا مقام ہے اور جو شخص ان میں سے اس بات پر غور کرے گا وہ اپنے نسب کے فریب میں نہیں آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اس مقام کو حاصل کرے گا جو ان ائمہ کو بھی حاصل نہ تھا جو اس کے آباؤ اجداد میں سے تھے اور ان کے عظیم کارناموں اور ان کے زہد و عبادات کی اقتدا کرے گا اور ان کی طرح قیمتی علوم، اموال اور جلیل القدر خوارق سے آراستہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی برکات کو دوبارہ عطا فرمائے اور ہمارا حشر ان کے محبوں کے زمرہ میں ہو۔ آمین

ابو نعیم نے محمد الجواد الآتی سے جو علی الرضا کے بیٹے ہیں جن کا ذکر ابھی گزر چکا ہے بیان کیا ہے کہ ان سے حدیث:

ان فاطمة احصنت فرجها — کہ حضرت فاطمہ نے پاکدامنی اختیار کی۔

کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے وہی جواب دیا جو آپ کے باپ نے دیا تھا یہ حدیث حضرت حسن اور حضرت حسین سے خاص ہے اور جب زید نے اپنے باپ حضرت زید العابدین سے خروج کے بارے میں مشورہ کیا تو آپ نے انہیں منع کرتے ہوئے فرمایا مجھے خدشہ ہے کہ تو کوفہ کی زمین میں مقتول و مصلوب ہوگا۔ کیا تجھے علم نہیں کہ خروج سفیانی سے قبل اولاد فاطمہ میں سے جو شخص بھی سلاطین کے خلاف خروج کرے گا مارا جائے گا۔ تو جیسا آپ کے باپ نے کہا تھا ویسا ہی وقوع میں آیا۔ اس باب میں یہ تمام قصہ بیان ہو چکا ہے۔

احمد وغیرہ نے بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ سفر سے واپس آتے تو حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لاتے اور دیر تک آپ کے ہاں ٹھہرتے۔ ایک مرتبہ ایک مسکین نے آپ کے لئے کچھ چاندی ایک ہار دو بالیاں اور آپ کے گھر کے دروازے کا پردہ تیار کیا۔ حضور علیہ السلام آپ کے گھر تشریف لائے اور غصہ کی حالت میں باہر نکل گئے۔ یہاں تک کہ منبر پر بیٹھ گئے تو حضرت فاطمہ نے خیال کیا کہ میں نے جو کچھ بنایا ہے اس سے حضور علیہ السلام ناراض ہوئے ہیں۔ آپ نے وہ چیزیں آپ کی خدمت میں بھیج دیں تا کہ آپ انہیں راہِ خدا میں صرف کر دیں۔ تو آپ نے تین بار فرمایا تیرا باپ تجھ پر قربان ہو۔ میں نے یہ اس لئے کیا کہ دنیا کا محمد (ﷺ) اور آل محمد سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک

اسے امتثال امر کے لئے ان للہ وانا الیہ راجعون کے سوا کچھ نہ کہنا چاہئے تا کہ اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون میں جو کچھ اللہ نے فرمایا ہے وہ اسے حاصل ہو۔ ان لوگوں پر اپنے رب کی طرف سے درود و رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ پس اس روز درود و رحمت اور روزہ وغیرہ کے سوا اور کوئی کام نہیں کرنا چاہیے اور رافضیوں کی بدعات ماتم' مرثیہ گوئی اور غم وغیرہ سے اجتناب اختیار کرنا چاہیے کیونکہ یہ باتیں مومنین کے اخلاق میں سے نہیں ہیں۔ اگر یہ باتیں مومنین کے اخلاق میں سے ہوتیں تو رسول کریم ﷺ کی وفات کے روز ان باتوں پر بدرجہ اولیٰ عمل کیا جاتا[1]۔

اور اہل بیت سے تعصب رکھنے والے خوارج اور مقابلہ کرنے والے جاہلوں کی بدعتوں سے بھی بچنا چاہیے۔ فاسد بدعت اور شر کے مقابلہ میں ویسے ہی فاسد بدعت اور شر کو اختیار کر کے انتہائی درجے کی خوشی و مسرت کا اظہار کرنا اور اسے عید بنا ڈالنا اور اظہار زینت کے لئے خضاب اور سرمہ لگانا' نئے کپڑے پہننا' ڈھیروں روپے خرچ کرنا' کھانے اور دانے پکانے یہ سب باتیں عادات سے خارج ہیں۔ ان کے اعتقاد میں یہ باتیں سنت اور عادت میں شامل ہیں جبکہ سنت یہ ہے کہ ان سب باتوں کو ترک کر دیا جائے کیونکہ ان میں کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں جس پر اعتماد کیا جا سکے اور نہ ہی کوئی اثر صحیح ہے جس کی طرف رجوع کیا جا سکے۔

بعض ائمہ حدیث و فقہ سے عاشورہ کے روز سرمہ لگانے' غسل کرنے' مہندی لگانے' دانے پکانے' نئے کپڑے پہننے اور خوشی کا اظہار کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس بارے میں رسول کریم ﷺ اور نہ ہی آپ کے اصحاب میں سے کسی کی کوئی حدیث آئی ہے اور نہ ہی ائمہ مسلمین میں سے ائمہ اربعہ اور نہ کسی اور نے اسے پسند کیا ہے اور نہ ہی کتب معتبرہ میں اس کے متعلق کوئی صحیح یا ضعیف حدیث آئی ہے اور یہ جو کہا گیا ہے کہ جو اس روز سرمہ لگائے گا سال بھر اس کی آنکھ دکھنے نہ آئے گی اور جو غسل کرے گا وہ سال بھر بیمار نہ ہو گا اور جو عیال پر کھلا خرچ کرے گا سارا سال اللہ تعالیٰ اس کو وسعت دے گا یا اس قسم کی اور باتیں جیسے کہ اس دن نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے اور یہ کہ اس روز آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اور نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر ٹک گئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے بچایا گیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے عوض مینڈھا فدیہ دیا گیا اور یوسف علیہ السلام'

---

[1] عبدالحسین موسوی کی کتاب ''المجالس الفاخرۃ فی ماتم العترۃ الطاہرۃ'' میں جو کچھ بیان ہوا ہے وہ ضعف ثبوت و دلالت کے باعث اس قابل نہیں کہ ان باتوں کے جواز پر کوئی دلیل قائم کی جا سکے۔

تیل لگانے اور خوشبو لگانے والی حدیث کذابین کی وضع کردہ حدیثوں میں سے ہیں اور عاشورہ کے دن کو سرمہ لگانے سے جو مخصوص کیا گیا ہے اس میں کلام کیا گیا ہے اور یہ جو بیان ہوا ہے کہ اس روز خرچ کرنے سے فراخی ملتی ہے اس کی اصل موجود ہے۔

حافظ الاسلام الزین العراقی نے اپنی کتاب امالی میں بیہقی کے طریق سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص عاشورہ کے روز اپنے اہل وعیال پر کھلا خرچ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے سال بھر وسعت عطا فرمائے گا۔ پھر کہتے ہیں کہ اس حدیث کا تعاقب کیا گیا ہے۔ اس حدیث کی اسناد میں نرمی ہے لیکن ابن حبان کے سوا ایک رائے کے مطابق یہ حسن ہے۔ یہ ایک اور طریق سے بھی مروی ہے جسے حافظ ابولفضل محمد بن ناصر نے صحیح قرار دیا ہے اور اس میں بھونڈے اضافے کئے گئے ہیں۔ بیہقی کے ظاہری کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ فراخی والی حدیث ابن حبان کے سوا ایک رائے کے مطابق حسن ہے۔ اس لئے کہ اسے صحابہ کی ایک جماعت سے مرفوعاً بیان کیا گیا ہے۔ یہ اسانید اگرچہ ضعیف ہیں لیکن جب ایک دوسرے کے ساتھ ملا دی جاتی ہیں تو ان میں قوت پیدا ہو جاتی ہے اور ابن تیمیہ کے انکار کے متعلق جو کچھ میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ فراخی کے متعلق رسول کریم ﷺ سے کوئی چیز مروی نہیں اور احمد نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ یہ کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ صحیح لذاتہ نہیں۔ اس سے اس کے حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہیں ہوتی اور حسن لغیرہ سے حجت پکڑی جاتی ہے جیسا کہ علم حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

پنجم: ہر آدمی کو اس شریف نسب کے لئے غیرت چاہئے اور اسے یاد بھی رکھنا چاہئے تاکہ آپ کی طرف صرف حقدار ہی کا انتساب ہو سکے۔ اہل بیت نبوی کے انساب زمانہ دراز تک ہمیشہ حفظ کئے جاتے رہے ہیں اور ان کے احساب بھی جن سے وہ ممتاز ہوتے ہیں محفوظ رہے ہیں کہ کہیں کمینے اور جاہل لوگ ان کے مدعی نہ بن بیٹھیں۔ ہر زمانے میں جو شخص ان کی تصحیح اور ان کی تفاصیل کے حفظ کے لئے کھڑا ہوتا رہا ہے اللہ تعالیٰ اسے الہام کرتا رہا ہے۔ خصوصاً طالبیوں اور مطلبیوں کے انساب کے متعلق اور صاحبان شرف جیسے عباسی اور جعفری ہیں۔ ان کے درمیان بنی فاطمہ کی ذریت طاہرہ کے لئے یہ خاص اصطلاح بن گئی ہے کہ وہ اپنے شرف مزید کے اظہار کے لئے سبز لباس زیب تن کرتے ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا سبب یہ ہے کہ مامون نے ارادہ کیا کہ خلافت ان میں قائم کرے۔ اس بات کا بیان علی الجواد کے حالات

شخص اپنے آپ کو غیر باپ کی طرف منسوب کرے گا یا غیر موالی کی طرف جائے گا اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی۔ اس بارے میں بہت سی مشہور احادیث آئی ہیں۔ ہم ان کے ذکر کو طول نہیں دینا چاہتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر اس کے انبیاء اور اولیاء پر جھوٹ بولنے سے بچائے اور معزز اہل بیت نبوی کے زمرہ میں ہمارا حشر ہو کیونکہ ہم ان کے محب اور خدمت گزار ہیں اور جو کسی قوم سے محبت کرتا ہے نص حدیث کی رو سے وہ ان کے ساتھ ہونے کی آرزو کر سکتا ہے اور یہ میرے جیسے کمزور اور کوتاہ عمل انسان کی معذروی ہے کہ وہ صادقین کے سے عمل کرے یا مخلصین کے احوال سے آراستہ ہو لیکن خدائے ذوالجلال والاکرام سے عطیات و بخششوں کی امید انشاء اللہ ہمیں قبولیت اور انعام سے نوازے گی کیونکہ وہ اکرم کریم اور ارحم رحیم ہے۔

۴- حاکم نے حضرت ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے بہتر آدمی وہ ہے جو میرے بعد میرے اہل بیت کے لئے بہتر ہوگا۔

۵-طبرانی اور حاکم نے عبداللہ بن ابی اوفی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی ہے کہ میں اپنی امت میں سے جس سے شادی کروں اور جو میری امت میں سے مجھ سے شادی کرے وہ میرے ساتھ جنت میں ہو تو اللہ تعالیٰ نے میری یہ دعا قبول فرمالی۔

۶-شیرازی نے القاب میں حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ میں اہل جنت کے سوا کسی سے شادی نہ کروں اور اہل جنت ہی میں میری شادی ہو۔

۷-ابوالقاسم بن شبران نے اپنی امالی میں عمران بن حصین سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب سے دعا کی ہے کہ وہ میرے اہل بیت میں سے کسی کو آگ میں داخل نہ کرے تو اس نے میری یہ دعا قبول فرمالی۔

۸-ترمذی اور حکم نے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا سے اس لئے محبت رکھو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں کھانے کو دیتا ہے اور میرے ساتھ اللہ کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔

۹-ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو میرے اہل بیت کے ساتھ احسان کرے گا میں اس کا بدلہ اسے قیامت کو دوں گا۔

۱۰-خطیب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے دنیا میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ احسان کیا جب وہ مجھے ملے گا اس کا بدلہ میرے ذمہ ہوگا۔

۱۱-ابن عساکر نے حضرت علی سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے ایک بال کو بھی اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔

۱۲-ابویعلیٰ نے سلمہ بن اکوع سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ

مہدی۔

۲۰-طبرانی نے حضرت فاطمۃ الزہرا سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہ کے ہر عورت کے بیٹوں کا عصبہ ہوتا ہے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں۔ پس میں ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔

۲۱-طبرانی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سوائے اولاد فاطمہ کے ہر عورت کے بیٹے کا عصبہ جو ان کے باپ کی طرف سے ہے فنا ہونے والا ہے۔ پس میں ہی ان کا عصبہ اور میں ہی ان کا باپ ہوں۔

۲۲-طبرانی نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سوائے اولادِ فاطمہ کے ہر عورت کے بیٹے' اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ پس میں ان کا ولی' ان کا عصبہ اور ان کا باپ ہوں۔

۲۳-احمد اور حاکم نے مسور سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا ہے۔ جو اسے ناراض کرے گا وہ مجھے ناراض کرے گا اور جو اسے خوش کرے گا وہ مجھے خوش کرے گا۔ قیامت کے روز میرے نسب' سبب اور دامادی کے سوا سب انساب منقطع ہو جائیں گے۔

۲۴-بزار' ابو یعلیٰ' طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ فاطمہ نے پاک دامنی اختیار کی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر اور اس کی ذریت پر آگ کو حرام کر دیا ہے۔

اس سلک اور خلفائے اربعہ کی سلک میں آنے والے لوگوں کا ذکر ان احادیث میں مندرج ہو چکا ہے جو قریش کے متعلق بیان ہوئی ہیں۔ اس لئے کہ یہ سب لوگ قریش میں سے ہیں یعنی نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں اور جو چیز اعم کے لئے ثابت ہو وہ اخص کے لئے ثابت ہوتی ہے اسی لئے میں نے گزشتہ گنتی پر اس کو ثابت کیا ہے اور اسے مؤخر کیا ہے تاکہ تمام قریش اس میں آ جائیں۔

۲۵-شافعی اور احمد نے عبداللہ بن حطب سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے جمعہ کے روز ہمیں خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! قریش کو مقدم کرو اور ان سے آگے نہ بڑھو اور ان سے سیکھو اور انہیں سکھاؤ نہیں۔

ہے پھر حضرت اسمائیل کی اولاد میں سے نزار کو چنا ہے پھر نزار میں سے معنر کو چنا ہے پھر معنر میں سے کنانہ کو چنا ہے پھر کنانہ میں سے قریش کو چنا ہے پھر قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا ہے پھر بنی ہاشم سے بنی عبد المطلب کو چنا ہے اور پھر بنی عبد المطلب میں سے مجھے چنا ہے۔

۳۲- احمد نے اچھی سند سے حضرت ابن عباس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ کو لوگوں کی باتیں پہنچیں تو آپ نے منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ میں کون ہوں؟ لوگوں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا اور مجھے اپنی بہترین مخلوق سے بنایا پھر اس نے انہیں دو فرقے بنایا اور مجھے ان کے اچھے فرقہ سے بنایا پھر اس نے قبائل کو پیدا کیا اور مجھے ان کے بہترین قبیلہ سے بنایا پھر اس نے ان کے گھرانے بنائے اور مجھے ان کے اچھے گھرنے سے بنایا۔ پس میں تم میں سے گھرانے اور ذات کے لحاظ سے بہترین آدمی ہوں۔

۳۳- احمد، محاملی، مخلص اور ذہبی وغیرہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو چھان پھٹک کر دیکھا ہے مگر میں نے محمد ﷺ سے کسی شخص کو افضل نہیں پایا اور میں نے زمین کے مشارق و مغارب کو الٹا پلٹا ہے مگر میں نے کسی باپ کے بیٹوں کو بنی ہاشم سے افضل نہیں پایا۔

۳۴- احمد، ترمذی اور حاکم نے حضرت سعد سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص قریش کی ذلت کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل کر دے گا۔

۳۵- احمد اور مسلم نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ لوگ خیر و شر میں قریش کے پیروکار ہیں۔

۳۶- احمد نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے گروہ قریش تم اس امر کے اس وقت تک اہل ہو جب تک تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جب تم اس کی نافرمانی کرو گے وہ تم پر ایسے آدمی بھیجے گا جو تمہاری اس چھڑی کی طرح چھال اتار دیں گے۔

۳۷- احمد، نسائی اور الضیاء نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ امام قریش میں سے ہوں گے اور ان کا تم پر حق ہے اور تمہارا بھی ان پر ویسا ہی حق

سال اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ ان کے اغیار اس کی عبادت نہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق قرآن میں ایک سورہ نازل فرمائی ہے جس میں کسی دوسرے کا ذکر نہیں آیا۔ یعنی سورۃ لایلف قریش۔

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو سات خصلتوں میں فضیلت دی ہے۔ ایک فضیلت انہیں یہ حاصل ہے کہ انہوں نے دس سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کہ سوائے قریشی کے اور کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت نہ کرتا تھا۔ دوسری یہ کہ یوم الفیل کو ان کی نصرت فرمائی حالانکہ اس وقت وہ مشرک تھے۔ تیسری یہ کہ قرآن کریم میں ان کے بارے میں ایک سورہ نازل ہوئی ہے جس میں کسی دوسرے کا ذکر موجود نہیں یعنی لایلف قریش پھر یہ کہ ان میں نبوت' خلافت اور حجابت وسقایت پائی جاتی ہے۔

۴-شیخین نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا کہ جبرائیل ہر سال مجھے قرآن پاک کا ایک دور کرایا کرتا تھا مگر امسال اس نے مجھے دو دور کروائے ہیں۔ مجھے معلوم ہو رہا ہے کہ میری وفات کا وقت آ گیا ہے۔ آپ میرے اہل بیت میں سے سب سے پہلے مجھے ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور صبر کرنا کیونکہ وہ بہترین سلف ہے جو میں تیرے لئے چھوڑے جا رہا ہوں۔

۵-احمد' ترمذی اور حاکم نے حضرت ابن زبیر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ فاطمہ میرے وجود کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے تکلیف واذیت دیتی ہے وہ مجھے بھی تکلیف واذیت دیتی ہے۔

۶-شیخین نے حضرت فاطمہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مجھے فرمایا اے فاطمہ کیا تو مومنات جنت کی سردار ہونے سے راضی نہیں۔

۷-ترمذی اور حاکم نے حضرت اسامہ بن زید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے اہل میں سے فاطمہ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

۸-حاکم نے ابی سعید سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ سوائے مریم بنت عمران کے فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔

۹-حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ فاطمہ مجھے تم سے زیادہ محبوب ہے اور تو مجھے اس سے زیادہ عزیز ہے۔

۱۰-احمد اور ترمذی نے ابی سعید سے اور طبرانی نے حضرت عمر' حضرت علی' حضرت جابر' حضرت ابو ہریرہ' حضرت اسامہ بن زید اور براء سے اور ابن عدی نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین نوجوانان بہشت کے سردار ہیں۔

۱۱-ابن عساکر نے حضرت علی اور حضرت ابن عمر سے اور ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عمر سے اور طبرانی نے قرۃ اور مالک بن الحویرث سے اور حاکم نے حضرت ابن مسعود سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے یہ دونوں بیٹے حسن اور حسین نوجوانان بہشت کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان دونوں سے بہتر ہے۔

۱۲-احمد' ترمذی' نسائی اور ابن حبان نے حضرت حذیفہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو نے اس بادل کو نہیں دیکھا جو اس سے پہلے میرے سامنے آیا تھا۔ وہ ایک

۲۱- طبرانی نے عقبہ بن عامر سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حسن اور حسین عرش کی تلواریں ہیں۔

۲۲- احمد' بخاری' ابوداؤد' ترمذی اور نسائی نے ابوبکرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کرائے گا یعنی حضرت حسن کے ذریعے۔

۲۳- بخاری نے ادب المفرد میں اور ترمذی اور ابن ماجہ نے یعلی بن مرہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حسین مجھ سے اور میں اس سے ہوں۔ جو حسین سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے گا۔ حسن اور حسین اسباط میں سے سبطین ہیں۔

۲۴- ترمذی نے حضرت انس سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے اہل بیت میں سے حسن اور حسین مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔

۲۵- احمد' ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ جو حسن اور حسین سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔

۲۶- ابویعلیٰ نے حضرت جابر سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص نوجوانانِ بہشت کے سردار کو دیکھنا چاہتا ہے وہ حسن کو دیکھ لے۔

۲۷- بغوی نے اور عبدالغنی نے الایضاح میں حضرت سلمان فارسی سے بیان کیا ہے کہ حضرت ہارون نے اپنے بیٹوں کا نام شبر اور شبیر رکھا اور میں نے حضرت ہارون کے مطابق اپنے بیٹوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔

ابن سعد نے عمران بن سلیمان سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں حسن اور حسین اہل جنت کے ناموں میں سے دو نام ہیں۔ عرب جاہلیت میں یہ دونوں نام رکھا کرتے تھے۔

۲۸- ابن سعد اور طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھے جبرائیل نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین میرے بعد ارض طف میں مارا جائے گا اور وہ میرے پاس اس جگہ کی مٹی بھی لایا اور بتایا کہ اس جگہ وہ قتل ہو کر پڑا ہو گا۔

۲۹- ابوداؤد اور حاکم نے ام الفضل بنت الحرث سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جبرائیل نے مجھے آ کر بتایا کہ میری امت میرے اس بیٹے یعنی حسین کو عنقریب قتل کر دے گی اور وہ میرے پاس سرخ مٹی بھی لایا۔

مٹی دکھاؤں۔ وہ چند مٹھیاں لے کر آیا جسے میں نے ایک بوتل میں رکھ دیا۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ جب قتل حسین کی رات آئی تو میں نے ایک کہنے والے کو کہتے سنا

''اے حسین کو جہالت سے قتل کرنے والو تمہیں عذاب و ذلت کی خوشخبری ہو تم پر ابن داؤد، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کی زبان سے لعنت پڑ چکی ہے۔''

حضرت ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں رو پڑی اور میں نے بوتل کو کھولا تو مٹی خون ہو کر بہہ پڑی اور ابن سعد نے شعبی سے بیان کیا ہے کہ صفین کی طرف جاتے ہوئے حضرت علی کربلا سے گزرے۔ یہ فرات کے کنارے نینویٰ بستی کے بالمقابل ہے آپ نے وہاں کھڑے ہو کر اس زمین کا نام پوچھا۔ آپ کو بتایا گیا کہ اسے کربلا کہتے ہیں تو آپ رو پڑے۔ یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں سے زمین تر ہو گئی پھر فرمایا میں رسول کریم ﷺ کے پاس گیا تو آپ رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا آپ کس وجہ سے گریہ کناں ہیں؟ فرمایا ابھی جبرائیل نے آکر مجھے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسین فرات کے کنارے ایک جگہ قتل ہو گا جسے کربلا کہا جاتا ہے پھر جبرائیل نے ایک مٹھی میں مٹی پکڑ کر مجھے سنگھائی تو میں اپنے آنسوؤں کو روک نہ سکا۔

احمد نے حضرت علی سے مختصر روایت کی ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس گیا۔ آگے ساری وہی حدیث بیان کی ہے۔

الملا نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی قبر حسین کے پاس سے گزرے اور فرمایا یہاں ان کی سواریوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور یہاں ان کے کوچ کی جگہ ہے۔ یہ آل محمد کے نوجوانوں کے خون کے بہنے کی جگہ ہے۔ وہ اس میدان میں قتل ہوں گے اور زمین و آسمان ان پر روئیں گے۔

ابن سعد نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا ایک کمرہ تھا جس کی سیڑھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں تھی۔ جس سے آپ چڑھ کر وہاں جایا کرتے تھے۔ جب آپ جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات کا ارادہ کرتے تو وہاں چڑھ جاتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دے دیا کرتے تھے کہ کوئی آدمی اوپر نہ آئے۔ حضرت حسین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لاعلمی میں اوپر چڑھ گئے تو جبرائیل نے کہا یہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا یہ میرا بیٹا ہے۔ آپ نے حضرت حسین کو پکڑ کر اپنی ران پر بٹھا لیا تو جبرائیل نے آپ سے کہا کہ عنقریب آپ کی امت اسے قتل کرے گی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا میرے بیٹے کو۔ جبرائیل نے کہا ہاں اور اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو اس علاقہ کے متعلق بھی بتا دوں جس میں اسے قتل کیا جائے گا تو جبرائیل نے عراق کے علاقہ

پایا جاتا۔

ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ان کے لشکر میں جو گھاس تھی وہ راکھ میں تبدیل ہو گئی۔ اس وقت وہ ایک قافلہ میں تھے جو یمن سے عراق جانا چاہتا تھا وہ انہیں ان کے قتل کے وقت ملا تھا۔

ابن عینیہ نے اپنی دادی سے بیان کیا ہے کہ ایک اونٹ والے کی گھاس راکھ میں تبدیل ہوئی اور اس نے اس کی خبر اسے دی۔ انہوں نے اپنے لشکر میں ایک اونٹنی ذبح کی تو اس کے گوشت سے انہیں چوہوں کی طرح کی چیز نظر آئی۔ انہوں نے اسے پکایا تو وہ معتمر کی طرح کڑوا ہو گیا۔ آپ کے قتل کی وجہ سے آسمان سرخ ہو گیا اور سورج کو گرہن لگ گیا۔ یہاں تک کہ نصف النہار کو ستارے نظر آنے لگے۔ لوگ خیال کرنے لگے کہ قیامت برپا ہو گئی ہے اور شام میں جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے تازہ خون نظر آتا۔

عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا ہے کہ آپ کے قتل کے بعد آسمان سات روز تک ٹھہرا رہا۔ دیواریں سرخی کی شدت سے سرخ چادروں کی طرح نظر آتی تھیں اور ستارے ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔

ابن جوزی نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ تمام دنیا تین روز تک تاریک رہی پھر آسمان پر سرخی ظاہر ہوئی۔

ابوسعید کہتے ہیں کہ دنیا میں جو بھی پتھر اٹھایا گیا اس کے نیچے تازہ خون ملا اور آسمان سے خون کی بارش ہوئی۔ جس کا اثر مدت تک کپڑوں پر رہا۔ یہاں تک کہ کپڑے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

ثعلبی اور ابونعیم نے جو کچھ ذکر ہو چکا ہے بیان کیا ہے یعنی یہ کہ ان پر خون کی بارش ہوئی اور ابونعیم نے یہ اضافہ کیا ہے کہ صبح ہوئی تو ہمارے کنوئیں اور مٹکے خون سے بھرے ہوئے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ خراسان، شام اور کوفہ میں درودیوار پر خون کی طرح بارش ہوئی اور جب سرِ حسین کو زیاد کے گھر لایا گیا تو اس کی دیواریں خون بن کر بہہ گئیں۔

ثعلبی نے بیان کیا ہے کہ آسمان رو پڑا اور اس کا رونا اس کی سرخی تھی اور دوسروں نے کہا کہ آسمان کے افق قتل حسین کے بعد چھ ماہ تک سرخ رہے پھر اس کے بعد بھی ہمیشہ سرخی دیکھی جاتی رہی۔

ابوالشیخ نے بیان کیا ہے کہ ایک مجمع میں لوگ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ جس کسی نے بھی قتل حسین میں معاونت کی ہے اسے موت سے پہلے مصیبت آئی ہے تو ایک بوڑھے نے کہا میں نے بھی قتل حسین میں مدد دی تھی مجھے تو کوئی مصیبت نہیں آئی۔ پس وہ چراغ کو درست کرنے کیلئے اٹھا تو اسے آگ نے پکڑ لیا اور وہ آگ آگ کہتا ہوا فرات میں گھس گیا مگر آگ نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

منصور بن عمار نے بیان کیا ہے کہ ان میں سے بعض پیاس کی مصیبت میں مبتلا ہوئے اور ایک راویہ کو پلاتا تھا مگر وہ سیراب نہ ہوتا تھا۔ ان میں سے ایک کے حالات بہت لمبے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ گھوڑے پر سوار ہوتا وہ اسے گردن پر رسی کی طرح لپیٹ لیتا۔

سبط ابن جوزی نے سدی سے نقل کیا ہے کہ کربلا میں ایک آدمی نے ان کی میزبانی کی تو انہوں نے گفتگو کے دوران کہا کہ قتل حسین میں جو شخص بھی شریک ہوا بری موت مرا ہے۔ تو میزبان نے اس بات کی تکذیب کی اور کہا کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا۔ رات کے آخری حصے میں وہ چراغ کو درست کرنے کے لئے اٹھا تو آگ لپک کر اس کے جسم کو لگ گئی اور اسے جلا کر راکھ کر دیا۔ سدی کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے اسے دیکھا ہے وہ کوئلے کی طرح ہو گیا تھا۔

زہری نے بیان کیا ہے کہ آپ کے قاتلین میں سے کوئی ایک شخص بھی نہیں جسے اس دنیا میں سزا نہ دی گئی ہو یا وہ قتل ہوا یا اندھا ہو گیا یا روسیاہ ہو گیا یا تھوڑے عرصے میں اس کی حکومت جاتی رہی۔

سبط ابن جوزی نے واقدی سے بیان کیا ہے کہ ایک بوڑھا آپ کے قتل میں شریک ہوا تو وہ اندھا ہو گیا۔ اس سے اندھے پن کا سبب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ اس نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ آستینیں چڑھائے اور ہاتھ میں تلوار پکڑے ہوئے ہیں۔ آپ کے سامنے چمڑے کی بساط پڑی ہے اور دس قاتلین حسین آپ کے سامنے ذبح کئے ہوئے پڑے ہیں پھر آپ نے اس پر لعنت کی اور اس کی روسیاہی کی زیادتی پر اسے برا بھلا کہا اور پھر خون حسین سے

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے) نے بتایا ہے کہ یہ ابی مخنف لوط بن یحیٰی کی روایات ہیں جو شیعہ تھا اور ائمہ کے نزدیک وہ ضعیف الحدیث ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ رافضیوں اور شیعوں نے یوم عاشورہ کو شامی خوارج کی مخالفت میں یہ باتیں اختیار کی ہیں۔ وہ روافض سے عناد کے باعث اس روز دانے پکاتے، غسل کرتے، قیمتی کپڑے پہنتے اور اسے عید بنایا کرتے تھے۔

الملا نے حضرت ام سلمہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے حضرت حسین پر جنات کو نوحہ کرتے سنا اور ابن سعد نے آپ سے بیان کیا ہے کہ آپ اس قدر روئیں کہ آپ پر غشی طاری ہوگئی۔

بخاری نے اپنی صحیح میں اور ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ان سے ایک آدمی نے پوچھا کہ مچھر کا خون پاک ہے یا ناپاک؟ آپ نے فرمایا تو کن لوگوں میں سے ہے؟ اس نے جواب دیا میں اہل عراق میں سے ہوں۔ تو آپ نے فرمایا ذرا اس شخص کو دیکھو یہ مجھے مچھر کے خون کے متعلق پوچھتا ہے حالانکہ ان لوگوں نے نبی کریم ﷺ کے بیٹے کو قتل کیا ہے اور میں نے حضور علیہ السلام کو فرماتے سنا ہے کہ یہ میرے دونوں بیٹے دنیا میں میری خوشبو ہیں۔

آپ (امام حسین رضی اللہ عنہ) کے مدینہ سے نکلنے کا سبب یہ ہے کہ جب ۶۰ھ میں یزید خلیفہ بنا تو اس نے اپنے مدینہ کے گورنر کو پیغام بھیجا کہ وہ حضرت حسین سے میری بیعت لے تو آپ جان کے خوف سے مکہ چلے آئے۔ کوفیوں نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے آپ کی طرف پیغامات بھیجے کہ آپ کوفہ چلے آئیں ہم آپ کی بیعت کرنا چاہتے ہیں اور جو ظلم ہم سے ہو چکے ہیں ان سے درگزر فرمادیں۔ حضرت ابن عباس نے آپ کو روکا اور بتایا کہ یہ لوگ دھوکہ باز ہیں۔ انہوں نے آپ کے باپ کو قتل کیا اور بھائی کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا مگر حضرت حسین نے آپ کی بات نہ مانی پھر آپ نے کہا کہ آپ اہل و عیال کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اس سے بھی آپ نے انکار کیا تو حضرت ابن عباس رو پڑے اور کہا ہائے میرے پیارے۔ حضرت ابن عمر نے بھی آپ کو روکا مگر آپ نہ مانے تو حضرت ابن عمر نے روتے ہوئے آپ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا اے مقتول میں تجھے اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ حضرت ابن زبیر نے بھی آپ کو روکا تو آپ نے انہیں کہا میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ مکہ میں ایک مینڈھا ہے جس سے مکہ کی حرمت پامال ہوگی۔ میں نہیں چاہتا کہ میں وہ مینڈھا بنوں اور حضرت حسن کا یہ قول پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ نے حضرت حسین سے فرمایا کہ کوفہ کے بیوقوفوں کے ورغلانے سے بچنا۔ وہ تجھے گھر سے نکال دیں گے اور پھر بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے پھر آپ کو ندامت ہوگی مگر اس وقت کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔ یہ بات حضرت حسن نے اس رات کہی جس رات آپ قتل ہوئے۔ حضرت حسین نے آپ کے لئے رحم کی دعا کی۔ جب آپ اپنے بھائی محمد بن حنفیہ کے پاس گئے تو آپ ایک طشت میں وضو کر رہے تھے آپ نے رو رو کر اس طشت کو

ترجمہ: ''میں ابن علی ہوں جو آل ہاشم میں سے ایک عالم تھے اور فخر کے لئے مجھے یہی بات کافی ہے کہ میرے نانا اللہ کے رسول اور تمام انسانوں سے معزز ہیں اور لوگوں کے درمیان ہماری حیثیت روشن چراغ کی سی ہے اور میری ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا احمد علیہ السلام کی اولاد ہے اور میرے چچا جعفر کو ذوالجناحین کہا جاتا ہے اور ہم ہی میں کتاب الٰہی نازل ہوئی ہے اور ہم ہی میں ہدایت' وحی اور بھلائی کا ذکر کیا جاتا ہے۔''

اگر وہ لوگ تدبیر کے ذریعہ آپ کے اور پانی کے درمیان حائل نہ ہو جاتے تو آپ پر بالکل قابو نہ پا سکتے کیونکہ آپ وہ شجاع سردار ہیں جو اپنی جگہ سے ہٹائے اور ہلائے نہیں جا سکتے۔ جب آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو تین دن تک پانی سے روکے رکھا گیا تو آپ سے دشمنوں میں سے ایک نے کہا میں اسے دیکھ رہا ہوں گویا اس نے بادل کو مشقت میں ڈال دیا ہے کہ اس سے ایک قطرہ نہ چکھے گا۔ حضرت حسین نے فرمایا اے اللہ! اسے پیاسا مار دے۔ وہ بکثرت پانی پینے کے باوجود سیر نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ پیاسا ہی مر گیا۔ حضرت حسین نے پینے کے لئے پانی منگایا تو ایک آدمی نے درمیان میں حائل ہو کر آپ کے تیر مارا جو آپ کے تالو میں لگا تو آپ نے فرمایا اے اللہ! اسے پیاسا رکھ تو وہ چیخنے لگا۔ اس کے پیٹ میں حرارت اور اس کے باہر ٹھنڈک تھی۔ اس کے سامنے برف اور پنکھے تھے اور اس کے پیچھے کافور پڑا تھا پھر بھی وہ پیاس پیاس چلاتا تھا۔ اس کے پاس ستو' پانی اور دودھ لایا گیا اگر وہ اسے پانچ دفعہ پی لیتا تو ان کے لئے کافی ہو جاتا۔ وہ اسے پیتا پھر چلاتا اسے پھر پلایا جاتا یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ جب آپ کے اہل سے جنگ کا بازار گرم ہو گیا تو ان میں سے ایک کے بعد ایک مرتا رہا۔ یہاں تک کہ پچاس سے زائد آدمی قتل ہو گئے تو حضرت حسین نے بآواز بلند کہا کیا کوئی حریم رسول سے دفاع کرنے والا نہیں۔ اس وقت یزید بن الحرث الریاحی دشمن کے لشکر سے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلا اور کہا اے ابن رسول اللہ اگرچہ میں آپ کے خلاف خروج کرنے والا پہلا شخص ہوں لیکن اب میں آپ کے گروہ میں شامل ہوتا ہوں۔ شاید اس طرح مجھے آپ کے نانا کی شفاعت حاصل ہو جائے پھر وہ آپ کے روبرو لڑا یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔ جب آپ کے ساتھی ختم ہو گئے اور آپ اکیلے رہ گئے تو آپ نے حملہ کر کے ان کے بہت سے بہادروں کو مار دیا پھر آپ پر بہت سارے لوگوں نے حملہ کر دیا اور آپ کے اور آپ کے حریم کے درمیان حائل ہو

آدمیوں کو غلام بنا لے گا۔ پس اس آدمی کے لئے ہلاکت ہو جو ذلت اور عار سے راضی ہو جائے۔ پھر فرمایا اے ابن زیاد میں تجھے وہ بات ضرور بتاؤں گا جو اس سے بھی زیادہ تجھے غصہ دلانے والی ہوگی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے حضرت حسن کو دائیں اور حضرت حسین کو بائیں ران پر بٹھایا اور پھر ان دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے اللہ! میں ان دونوں کو تیرے اور صالح مومنین کے پاس امانت رکھتا ہوں۔ اے ابن زیاد تیرے پاس نبی کریم ﷺ کی امان کا کیا حال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابن زیاد سے اس کا بدلہ لیا۔

ترمذی کے نزدیک ایک صحیح روایت یہ ہے کہ جب اس کے سر کو لایا گیا تو اس کے ساتھیوں کے سروں کے ساتھ مسجد میں نصب کیا گیا تو ایک سانپ آ کر سروں میں گھس گیا یہاں تک کہ اس کے نتھنے میں داخل ہو گیا پھر تھوڑی دیر ٹھہرا پھر باہر آیا پھر آ کر دو تین بار ایسے ہی کیا اور اس کے سر کو بھی وہیں نصب کیا گیا جہاں حضرت حسین کے سر کو نصب کیا گیا تھا۔ یہ کام کرنے والا مختار بن ابی عبید تھا۔ اس کے ساتھ شیعوں کا ایک گروہ تھا جو حضرت حسین کو بے یار و مددگار چھوڑ دینے کی وجہ سے متندم تھا اور چاہتا تھا کہ اس داغ کو دھویا جائے اور مختار کے پیروکاروں میں سے ایک گروہ نے کوفہ پر قبضہ کر لیا اور حضرت حسین سے جنگ کرنے والے چھ ہزار آدمیوں کو بری طرح قتل کیا اور اس کا سردار عمر بن سعد بھی قتل ہوا اور حضرت حسین کے خصوصی قاتل شمر کو ایک قول کے مطابق مزید عذاب دیا گیا اور اس کے سینے اور پشت کو گھوڑوں سے روندا گیا کیونکہ اس نے حضرت حسین کے ساتھ بھی یہی کچھ کیا تھا۔ لوگوں نے اس پر مختار کا شکریہ ادا کیا لیکن آخر میں اس نے نہایت خباثت سے کام لیتے ہوئے خبر دی اور اسے یہ خیال آیا کہ اس پر وحی ہوتی ہے اور ابن حنفیہ امام مہدی ہیں اور جب ابن زیاد نے تیس ہزار لشکر کے ساتھ موصل میں پڑاؤ کیا تو مختار نے ۶۹ھ میں اس کے لئے ایک گروہ تیار کیا جس نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو عاشورہ کے روز فرات پر قتل کر دیا اور ان کے سر مختار کو بھیج دیئے تو اس نے انہیں وہیں نصب کروایا جہاں حضرت حسین کا سر نصب کیا گیا تھا پھر اسے وہاں سے ہٹا دیا گیا یہاں تک کہ سانپ اس میں داخل ہوا جیسے کہ بیان ہو چکا ہے۔

عبدالملک بن عمر کہتا ہے کہ یہ عجیب اتفاق ہے کہ میں ابن زیاد کے پاس قصر امارت میں گیا تو لوگ دو قطاروں میں اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت حسین کا سر ایک ڈھال پر اس کے دائیں طرف پڑا تھا پھر میں مختار کے پاس اسی قصر امارت میں گیا تو ابن زیاد کے سر کو

آباء کا فاصلہ ہے اور یہود میری تعظیم اور احترام کرتے ہیں اور تم نے اپنے نبی کے بیٹے کو قتل کر دیا ہے۔ آپ کے سر پر پہرہ لگایا گیا تھا۔ جب کبھی وہ کسی منزل پر پڑاؤ کرتے اسے نیزے پر رکھ لیتے اور اس کا پہرہ دیتے۔ اسے ایک راہب نے ڈیر میں دیکھا اور اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے اسے اس کے متعلق بتایا تو اس نے کہا تم بہت برے لوگ ہو۔ کیا تم دس ہزار دینار لے کر اس رات سر کو میرے پاس رہنے دو گے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے سر کو لے کر اسے دھویا' خوشبو لگائی اور اسے اپنی ران پر رکھ کر آسمان کی بلندی کی طرف دیکھنے لگا اور صبح تک روتا رہا اور پھر مسلمان ہو گیا کیونکہ اس نے سر سے آسمان تک ایک روشن نور دیکھا پھر وہ ڈیر سے سب کچھ چھوڑ کر نکل گیا اور اہل بیت کی خدمت کرنے لگا۔ ان پہرے داروں کے پاس کچھ دینار بھی تھے جو انہوں نے حضرت حسین کے لشکر سے حاصل کئے تھے۔ انہوں نے تھیلیوں کو کھولا تا کہ دیناروں کو تقسیم کریں تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ٹھیکریاں بن گئے ہیں اور ہر ایک کے ایک طرف یہ لکھا ہوا ہے **ولا تحسبن الله غافلاً عما يعمل الظالمون** اور دوسری طرف **وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون** کے الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔

خاتمہ میں اس امر پر بھی بحث ہوگی کہ کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے یا ایسا کرنے سے رکنا چاہئے۔ حضرت حسین کے حریم کو قیدیوں کی طرح کوفہ میں لایا گیا تو اہل کوفہ رو پڑے تو حضرت زین العابدین بن الحسین نے فرمایا سنو یہ لوگ اگر ہماری وجہ سے روتے ہیں تو ہمیں کس نے قتل کیا ہے۔

حاکم نے متعدد طرق سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جبرائیل کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے خون کے بدلے میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور میں حسین بن علی کے خون کے بدلے میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کرنے والا ہوں۔ ابن جوزی کا اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کرنا درست نہیں[1]۔ اس تعداد کا آپ کے سبب سے قتل ہو جانا اس بات کو مستلزم نہیں کہ یہ تعداد آپ سے جنگ کرنے والوں کی تعداد کی طرح ہے کیونکہ اس فتنہ نے متقی لوگوں سے تعصبات اور مقاتلہ تک نوبت پہنچا دی تھی۔

امام زین العابدین

حضرت امام زین العابدین علم و زہد اور عبادت میں اپنے باپ کے خلف تھے۔ آپ جب

---

[1] ابوبکر الشافعی نے الغیلانیات میں اس حدیث کو موضوع سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور حاکم نے اسے ابونعیم سے چھ آدمیوں کے طریق سے بیان کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے تلخیص میں اس سے موافقت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ مسلم کی شرط پر ہے۔

زمزم کی ایک جانب اس کے لئے منبر نصب کیا گیا جس پر بیٹھ کر وہ لوگوں کو دیکھنے لگا۔ اس کے اردگرد اہل شام کے سربر آوردہ لوگوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ اسی اثنا میں حضرت زین العابدین آگئے جب آپ حجر اسود کے پاس پہنچے تو لوگ ایک طرف ہٹ گئے اور آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ شامیوں نے ہشام سے کہا یہ کون شخص ہے؟ تو اس نے اس خوف سے کہ کہیں شامی زین العابدین میں دلچسپی لینا نہ شروع کر دیں کہا میں انہیں نہیں جانتا۔ تو عرب کے مشہور شاعر فرزوق نے کہا میں اسے جانتا ہوں۔ پھر اس نے یہ شعر کہے۔

(ترجمہ): ''یہ وہ شخص ہے جسے بطحا' بیت اللہ اور حلّ و حرم سب جانتے ہیں۔ یہ تمام مخلوقات میں سے بہتر آدمی کا بیٹا ہے اور یہ متقی' پاک' صاف اور جھنڈے کی طرح نمایاں ہے۔ جب قریش نے اسے دیکھا تو ایک کہنے والے نے کہا اس شخص کی خوبیوں پر خوبیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ عزت کی اس چوٹی کی طرف بڑھتا ہے جس کے حصول سے عرب و عجم عاجز ہیں۔''

یہ ایک مشہور قصیدہ ہے جس میں سے چند اشعار یہ بھی ہیں۔

ترجمہ: ''اے ہشام اگر تو اسے نہیں جانتا تو میں بتائے دیتا ہوں کہ یہ فاطمہ بتول کا جگر گوشہ ہے جس کے نانا پر سلسلہ انبیاء کا اختتام ہوا ہے۔ تیرا یہ قول اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا جس کے پہچاننے سے تو نے انکار کیا ہے۔ اسے عرب و عجم پہچانتے ہیں۔''

پھر اس نے کہا:

''یہ اس گروہ کا فرد ہے جن سے محبت کرنا دین اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے اور ان کا قرب نجات اور حفاظت کا ذریعہ ہے۔ ان کی سخاوت کی انتہا تک کوئی سخی نہیں پہنچ سکتا اور کوئی قوم خواہ کس قدر کریم ہو ان کا لگا بھی نہیں کھا سکتی۔''

ہشام نے جب یہ قصیدہ سنا تو غضبناک ہو کر فرزوق کو عسفان مقام پر محبوس کر دیا۔ امام زین العابدین نے فرزوق کو بارہ ہزار درہم دینے کا حکم دیا اور ساتھ ہی معذرت بھی کی۔ اگر ہمارے پاس زیادہ ہوتا تو ہم تمہیں وہ بھی دے دیتے۔ فرزوق نے جواب دیا میں نے آپ کی مدح صرف خدا تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر کی ہے۔ کسی انعام کے لئے نہیں تو حضرت امام زین العابدین نے فرمایا کہ ہم اہل بیت جب کسی چیز کو دیتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیا کرتے تو

کے روز منادی کرنے والا کہے گا کہ سید العابدین کھڑا ہو جائے تو آپ کا لڑکا کھڑا ہو جائے گا پھر اس کے ہاں ایک لڑکا ہو گا اس کا نام محمد ہو گا۔ اے جابر اگر تو اس کا زمانہ پائے تو اسے میرا سلام کہنا۔ آپ کی وفات اٹھاون سال کی عمر میں اپنے باپ کی طرح زہر خورانی سے ہوئی۔ آپ ماں اور باپ کی طرف سے علوی ہیں اور آپ کی تدفین بقیع میں حضرت حسن اور حضرت عباس کے گنبد میں ہوئی ہے۔ آپ نے چھ لڑکے پیچھے چھوڑے جو بڑے صاحب فضل وکمال تھے۔

حضرت جعفر صادق:

آپ امام باقر کے خلیفہ اور وصی تھے۔ لوگوں نے آپ سے ایسے علوم نقل کیے ہیں جنہیں سوار کبھی لے کر نہیں چلے اور آپ کی شہرت تمام شہروں میں پھیل گئی۔

اکابر ائمہ جیسے یحییٰ بن سعید' ابن جریج' مالک' سفیانین' ابوحنیفہ' شعبہ' ایوب سختیانی نے آپ سے روایت کی ہے اور آپ کی والدہ فروہ بنت القاسم محمد بن ابی بکر ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

منصور نے جب حج کیا تو آپکی چغلی کی گئی۔ جب چغلخور گواہی کے لئے آیا تو آپ نے اسے فرمایا کیا تو حلف اٹھاتا ہے؟ اس نے کہا ہاں اور اس نے حلف اٹھایا۔ آپ نے کہا اس بات پر امیر المومنین اس کو حلف دیجئے۔ اس نے اسے کہا کہہ میں اللہ تعالیٰ کی قوت سے بیزار ہو کر اپنی قوت کی پناہ میں آتا ہوں کہ جعفر نے اس طرح کیا اور کہا ہے۔ تو وہ آدمی ایسا کہنے سے رک گیا پھر اس نے حلف اٹھایا۔ ابھی اس نے بات ختم نہ کی تھی کہ وہیں مر گیا تو امیر المومنین نے حضرت جعفر سے کہا آپ ظلم سے قتل نہیں ہوں گے پھر آپ واپس ہوئے تو ربیع آپ کو اچھے انعام اور قیمتی لباس کے ساتھ ملا۔ یہاں یہ حکایت ختم ہو جاتی ہے۔

اس قسم کی حکایت یحییٰ بن عبداللہ بن المحض بن الحسن المثنیٰ بن الحسن السبط کی بھی ہے کہ ایک زبیری آدمی نے رشید کے پاس آپ کی چغلی کھائی تو آپ نے قسم کا مطالبہ کیا تو وہ غلط بولنے لگا۔ رشید نے اسے ڈانٹا۔ پھر یحییٰ کو اس سے قسم لینے پر مقرر کیا گیا۔ ابھی اس نے قسم پوری نہیں کی تھی کہ مضطرب ہو کر پہلو کے بل گر پڑا۔ لوگوں نے اسے ٹانگ سے پکڑ لیا اور وہ ہلاک ہو گیا۔ رشید نے یحییٰ سے پوچھا کہ اس بات میں کیا راز ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ قسم میں اللہ تعالیٰ کی بزرگی بیان کرنے سے سزا جلد نہیں ملتی اور مسعودی نے بیان کیا ہے کہ یہ قصہ

آپ کے مکاشفات:

آپ کے چچازاد بھائی عبداللہ المحض بنی ہاشم کے شیخ اور محمد جو نفس زکیہ کے لقب سے ملقب تھے کے والد تھے۔ بنی امیہ کی حکومت کے آخر میں ان کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے بنو ہاشم نے محمد اور ان کے بھائی کی بیعت کرنے کا ارادہ کیا اور جعفر کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ ان دونوں کی بیعت کریں مگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو آپ پر ان دونوں سے حسد کرنے کی تہمت لگائی گئی۔ آپ نے فرمایا قسم بخدا بیعت لینا نہ میرے لئے اور نہ ہی ان دونوں کے لئے روا ہے۔ یہ بیعت زرد قبا والا شخص لے گا جس کے ساتھ ان کے بچے اور جوان کھیلیں گے۔ ان دنوں منصور عباسی موجود تھا اور زرد قبا پہنا کرتا تھا۔ حضرت جعفر کی پیش گوئی ہمیشہ اس کے متعلق کام کرتی رہی۔ یہاں تک کہ انہوں نے اسے بادشاہ بنا دیا اور حضرت جعفر سے پہلے ان کے باپ حضرت باقر نے منصور کو زمین کے مشرق و مغرب پر قابض ہونے اور اس کی مدت حکومت کے متعلق خبر دی تھی۔ اس نے آپ سے کہا ہماری حکومت تمہاری حکومت سے پہلے ہوگی۔ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کیا میرے بیٹوں میں سے بھی کوئی بادشاہ ہوگا؟ فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کیا بنی امیہ کی مدت لمبی ہوگی یا ہماری؟ فرمایا تمہاری اور اس بادشاہ سے تمہارے بچے اس طرح کھیلیں گے جس طرح گیندوں سے کھیلا جاتا ہے۔ اس بات کی تاکید میرے والد نے مجھے کی ہے۔

جب منصور کو خلافت ملی اور وہ زمین کا مالک ہوا تو حضرت جعفر کے قول سے متعجب ہوا۔

ابو القاسم طبری نے ابن وہب کے طریق سے بیان کیا ہے کہ میں نے لیث بن سعد کو کہتے سنا کہ میں نے ۱۱۳ھ میں حج کیا۔ جب میں نے مسجد میں عصر کی نماز پڑھی تو میں کوہ ابو قبیس پر چڑھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی بیٹھا دعا کر رہا ہے اس نے کہا اے میرے رب! اے میرے رب! یہاں تک کہ اس کا سانس ختم ہو گیا پھر کہنے لگا یا حی یا حی۔ یہاں تک کہ اس کا سانس ختم ہو گیا پھر کہنے لگا اے میرے اللہ میں انگور کھانا چاہتا ہوں۔ پس مجھے انگور کھلا دے۔ اے اللہ میری دو چادریں بوسیدہ ہو چکی ہیں مجھے چادریں دے دے۔ لیث کہتے ہیں خدا کی قسم ابھی اس کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی کہ میں نے انگوروں کی ایک بھری ہوئی ٹوکری دیکھی۔ اس وقت انگور کا کوئی موسم نہ تھا۔ پھر میں نے دو چادریں پڑی ہوئی دیکھیں میں نے ان جیسی چادریں دنیا میں کبھی نہیں دیکھیں۔ جب اس نے انگور کھانے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا میں بھی آپ کا شریک ہوں۔ اس نے کہا کس وجہ سے آپ میرے شریک ہیں۔ میں نے کہا اس لئے

ارادہ سے نکلا تو میں نے آپ کو قادسیہ میں لوگوں سے الگ تھلگ دیکھا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ نوجوان صوفیاء میں سے ہے جو لوگوں پر بوجھ بننا چاہتا ہے۔ میں اس کے پاس جا کر اسے زجر و توبیخ کرتا ہوں۔ جب اس کے پاس گیا تو اس نے کہا اے شفیق:

اجتنبوا کثیرًا من الظن ان بعض الظن اثم — بدگمانی سے بہت بچنا چاہئے۔ بعض بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔

میں نے ارادہ کیا کہ وہ اللہ صلح کر لیں مگر وہ آنکھوں سے غائب ہو گئے پھر میں نے انہیں واقصہ میں نماز پڑھتے دیکھا۔ ان کے اعضاء مضطرب اور آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ میں معذرت کے لئے ان کے پاس گیا تو انہوں نے اپنی نماز کو ہلکا کر کے کہا:

و انی لغفار لمن تاب و اٰمن (الایۃ) — اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ توبہ کرنے والے اور ایماندار کو میں بخش دیتا ہوں۔

جب وہ زبالہ میں اترے تو میں نے انہیں ایک کنوئیں پر دیکھا جس کی ٹینڈیں اس میں گری ہوئی تھیں۔ انہوں نے اس میں ریت پھینکی تو پانی ان کے لئے اوپر چڑھ آیا یہاں تک کہ انہوں نے پانی لے کر وضو کیا اور چار رکعت نماز پڑھی پھر وہ ایک ریتلے ٹیلے کی طرف گئے اور ریت سے انہوں نے پانی پیا۔ میں نے انہیں کہا اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو دیا ہے اس سے جو بچ رہا ہے وہ مجھے کھلا دیں۔ تو انہوں نے کہا اے شفیق ہم پر اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی نعمتیں ہمیشہ نازل ہوتی رہتی ہیں۔ اپنے رب سے حسن ظن رکھا کر۔ پس انہوں نے مجھے پانی دیا اور میں نے اسے پی لیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تو ستو اور شکر ہے۔ خدا کی قسم میں نے اس سے زیادہ لذیذ اور خوشبودار چیز کبھی نہیں پی۔ میں اسے پی کر سیر ہو گیا۔ میں کئی دن تک وہاں ٹھہرا رہا۔ مجھے کھانے پینے کی خواہش ہی پیدا نہیں ہوئی پھر میں نے انہیں مکہ میں دیکھا تو وہ نوجوانوں اور پوشاک کے ساتھ ایسے امور میں منہمک ہیں جو راستہ والے امور کے بالکل خلاف ہیں۔

جب رشید نے حج کیا تو اس کے پاس آپ کی چغلی کی گئی اور اسے کہا گیا کہ ہر طرف سے ان کے پاس اموال آ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے تیس ہزار دینار کی ایک جاگیر خریدی ہے تو اس نے آپ کو پکڑ لیا اور بصرہ کے امیر عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے پاس بھیج دیا جس نے آپ کو ایک سال تک محبوس رکھا پھر رشید نے اسے آپ کے خون کے متعلق لکھا تو اس نے معذرت چاہی۔ آپ نے اسے بتایا کہ میں نے رشید کو بددعا نہیں دی اور یہ کہ وہ آپ کو اس

دروازے میں داخل ہوئے تو اس نے آپ پر دروازہ بند کر دیا اور درندوں نے دھاڑیں مار مار کر کان بہرے کر دیئے۔ جب آپ صحن میں سیڑھی پر چڑھنے کے لئے چلے تو وہ درندے آپکی طرف آئے اور ٹھہر گئے اور آپ پر ہاتھ پھیرنے لگے اور آپ کے اردگرد گھومنے لگے اور آپ ان پر اپنی آستین پھیر رہے تھے پھر انہیں باندھ دیا گیا پھر آپ چڑھ کر متوکل کے پاس گئے اور کچھ دیر اس سے گفتگو کی پھر اترے پھر ان درندوں نے پہلے کی طرح آپ سے سلوک کیا یہاں تک کہ آپ باہر نکل گئے تو متوکل آپ کے پیچھے پیچھے بہت بڑا انعام لے کر آیا۔ متوکل سے کہا گیا اس طرح کر جس طرح تیرے چچا زاد بھائی نے کیا ہے مگر وہ اس کی جسارت نہ کر سکا اور فرمایا کیا تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو پھر انہیں حکم دیا کہ اس بات کو افشا نہ کریں۔

مسعودی نے نقل کیا ہے کہ یہ واقعہ علی الرضا کے پوتے کا ہے جس کا نام علی عسکری ہے اور درست بات یہ ہے کہ بالاتفاق مامون کے زمانے میں علی الرضا فوت ہو گئے تھے اور انہوں نے متوکل کا زمانہ نہیں پایا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۵۵ سال تھی۔ آپ سے پہلے پانچ لڑکے اور ایک لڑکی فوت ہو چکی تھی جن میں سب سے بڑا محمد الجواد تھا لیکن وہ لمبی زندگی نہ پا سکا۔

اتفاق کی بات یہ ہے کہ ایک دفعہ آپ اپنے والد کی وفات کے ایک سال کے بعد کھڑے تھے اور بچے بغداد کی گلیوں میں کھیل رہے تھے کہ مامون کا وہاں سے گزر ہوا تو سب بچے بھاگ گئے لیکن محمد کھڑے رہے اس وقت آپ کی عمر نو سال تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں آپ کی محبت ڈال دی۔ اس نے کہا اے بچے تجھے بھاگنے سے کس نے روکا۔ آپ نے فوراً جواب دیا اے امیر المومنین راستہ تنگ نہیں تھا کہ میں اسے آپ کے لئے کھلا کر دیتا اور میرا کوئی جرم بھی نہیں کہ میں آپ سے ڈروں اور آپ کے بارے میں مجھے حسن ظن بھی ہے کہ آپ بے گناہ کو تکلیف نہیں دیتے۔ مامون آپ کی گفتگو اور حسن صورت سے بہت متعجب ہو کر کہنے لگا آپ کا اور آپ کے باپ کا کیا نام ہے۔ آپ نے جواب دیا محمد بن علی الرضا۔ اس نے آپ کے باپ کے لئے رحم کی دعا کی اور اپنے گھوڑے کو چلا کر لے گیا۔ اس کے پاس ایک شکاری باز تھا جب وہ آبادی سے دور ہو گیا تو اس نے باز کو ایک تیتر پر چھوڑا باز غائب ہو گیا پھر فضا میں سے واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سے زندہ مچھلی تھی۔ اس بات سے وہ نہایت متعجب ہوا اس نے بچوں کو اسی حال میں دیکھا اور محمد کو ان کے پاس کھڑے پایا۔ تمام بچے سوائے محمد

اس موقع پر مامون نے عباسیوں سے کہا جن باتوں سے تم انکار کرتے تھے اب تم نے انہیں سمجھ لیا ہے۔ پھر اسی مجلس میں اس نے اپنی بیٹی کو آپ سے بیاہ دیا پھر آپ کو بیوی کے ساتھ مدینہ بھیج دیا۔ اس نے اپنے باپ کے پاس آپکی شکایت کی کہ انہوں نے اور شادی کر لی ہے تو اس کے باپ نے جواب دیا کہ ہم نے تمہاری شادی ان کے ساتھ اس لئے نہیں کی کہ ہم اس پر حلال کو حرام کر دیں۔ اس لئے دوبارہ ایسی حرکت نہ کرنا پھر ۲۸ محرم ۲۲۰ھ میں آپ معتصم سے دوراتوں کی اجازت لے کر اس کے ساتھ آئے اور آخر ذوالقعدہ میں آپ فوت ہو گئے اور اپنے دادا کی پشت کی طرف قریش کی قبروں میں دفن ہوئے۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۲۵ سال تھی۔ کہتے ہیں آپ کو بھی زہر دیا گیا تھا۔ آپ نے دو لڑکے اور دو لڑکیاں پیچھے چھوڑیں جن میں سے بڑے علی عسکری تھے۔

علی العسکری:

آپ کو عسکری اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جب آپ کو مدینہ نبویہ سے طلب کر کے سر من رائی کی طرف بھیجا اور وہیں آپ کو ٹھہرایا گیا تو اس جگہ کو عسکر کہتے تھے اس لئے آپ عسکری کے نام سے معروف ہو گئے۔ آپ علم وسخاوت میں اپنے باپ کے وارث تھے۔ کوفہ کے ایک بدو نے آ کر آپ سے کہا میں آپ کے دادا کے دوستوں میں سے ہوں۔ مجھ پر نا قابل برداشت قرضہ چڑھ گیا ہے اور اس کی ادائیگی کے لئے میں نے آپ کے سوا کسی کا قصد نہیں کیا۔ آپ نے دریافت کیا تجھ پر کتنا قرضہ ہے؟ اس نے کہا دس ہزار درہم۔ آپ نے فرمایا انشاء اللہ اس کی ادائیگی سے تجھے خوش ہو جانا چاہئے پھر آپ نے اسے ایک رقعہ لکھ دیا جس میں اس رقم کو اپنے ذمہ قرضہ ظاہر کیا اور اسے فرمایا یہ رقعہ مجھے مجلس عام میں دے کر مجھ سے سختی کے ساتھ مطالبہ کرنا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے اس سے تین دن کی مہلت مانگی۔ اس بات کی اطلاع متوکل کو پہنچی تو اس نے آپ کو تیس ہزار درہم دینے کا حکم دیا۔ جب آپ کو یہ رقم پہنچی تو آپ نے اس بدو کو دے دی۔ اس نے کہا اے فرزند رسول دس ہزار سے میری ضرورت پوری ہو جائے گی۔ آپ نے تیس ہزار میں سے تھوڑی سی رقم واپس لینے سے بھی انکار کر دیا اور سب رقم بدو کے سپرد کر دی۔ وہ کہنے لگا اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالات کو کہاں رکھے۔

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ درندوں کے قصہ میں صحیح بات یہ ہے کہ یہ واقعہ متوکل کے زمانہ ہوا اور وہی ان کا امتحان لینے والا تھا اور وہ درندے آپ کے قریب بھی نہ آئے بلکہ آپ کو

لکڑیوں کے بغیر نہ جلتی تھیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں جہنم کی آگ کی چھوٹی لکڑیوں میں سے نہ بن جاؤں۔

جب آپ کو قید کیا گیا تو سر من رائی میں لوگوں کو شدید قحط نے آلیا تو خلیفہ معتمد بن متوکل نے تین دن باہر جا کر استسقاء پڑھنے کا حکم دیا مگر بارش نہ ہوئی پھر عیسائی باہر نکلے تو ان کے ساتھ ایک راہب تھا۔ جب وہ آسمان کی طرف ہاتھ بلند کرتا تو موسلا دھار بارش شروع ہو جاتی۔ دوسرے دن بھی یہی واقعہ ہوا تو بعض جاہل شک میں پڑ گئے اور کچھ ان میں سے مرتد ہو گئے۔ خلیفہ کو یہ بات بڑی گراں گزری تو اس نے حسن الخالص کو حاضر کرنے کا حکم دیا اور انہیں کہا اپنے نانا کی امت کو ہلاک ہونے سے پہلے پہلے بچا لیں۔ حضرت حسن نے فرمایا وہ کل استسقاء کے لئے نکلیں گے اور انشاء اللہ اس شک کو دور کر دیں گے پھر آپ نے خلیفہ سے اپنے ساتھیوں کی رہائی کے بارے میں گفتگو کی تو اس نے انہیں رہا کر دیا۔ جب لوگ استسقاء کے لئے نکلے اور راہب نے نصاریٰ کے ساتھ اپنا ہاتھ اٹھایا تو آسمان پر بادل آ گئے۔ حضرت حسن نے اس کے ہاتھ پکڑنے کا حکم دیا تو اس میں ایک آدمی کی ہڈیاں تھیں۔ آپ نے اسے ہاتھ سے پکڑ لیا اور کہا اب بارش مانگو۔ اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا تو بادل چھٹ گئے اور سورج نکل آیا۔ لوگ اس بات سے بہت متعجب ہوئے۔ خلیفہ نے حسن سے کہا اے ابو محمد یہ کیا بات ہے؟ تو آپ نے جواب دیا یہ ہڈیاں ایک نبی کی ہیں جو اس راہب نے ایک قبر سے حاصل کی ہیں اور جب آسمان کے نیچے کسی نبی کی ہڈیاں نمایاں ہو جائیں تو موسلا دھار بارش ہوتی ہے۔ انہوں نے ان ہڈیوں کی آزمائش کی تو واقعی وہی بات ثابت ہوئی جو آپ نے فرمائی تھی اور لوگوں کا شبہ دور ہو گیا اور حضرت حسن اپنے گھر واپس آ گئے اور نہایت عزت کے ساتھ رہے اور سر من رائی میں وفات تک آپ کو خلیفہ کے انعامات پہنچتے رہے۔ آپ کو اپنے باپ اور چچا کے پاس دفن کیا گیا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۲۸ سال تھی۔ کہتے ہیں کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا۔ آپ نے اپنے پیچھے ایک بیٹا چھوڑا۔

ابو القاسم محمد الحجہ:

باپ کی وفات کے وقت آپ کی عمر پانچ سال تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس عمر میں بھی حکمت عطا فرمائی۔ آپ کو قاسم منتظر بھی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ مدینہ میں روپوش ہو کر غائب ہو گئے اور پتہ نہ چلا کہ آپ کہاں چلے گئے ہیں اور بارہویں آیت میں آپ

خاتمہ

اس میں صحابہ کرام، حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ کی جنگ اور حضرت حسن کے خلافت سے دستبردار ہو جانے کے بعد حضرت امیر معاویہ کی خلافت کے برحق ہونے اور یزید کے کفر کے بارے میں اختلاف اور اس پر لعنت کرنے کے جواز کے متعلق اہل سنت والجماعت کے اعتقاد کا بیان ہوگا۔ نیز اس کے ضمن میں آنے والے امور اور تمات کا ذکر ہوگا۔

میں نے اس کتاب کا آغاز صحابہ کے ذکر سے کیا ہے اور انہی کے ذکر پر اسے ختم کر دیا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی تالیف سے مقصود بالذات، صحابہ کو ان افتراؤں سے پاک ٹھہرانا ہے جو ان پر شقی لوگوں نے کیے۔ ان لوگوں نے اپنے اوپر حماقت کی چادریں اوڑھ لی ہیں اور دین سے نکل کر ملحدین کے راستہ پر چل نکلے ہیں اور اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ نیز خدا تعالیٰ کا عذاب عظیم لے کر لوٹے ہیں۔ جب تک اللہ تعالیٰ توبہ اور رحمت سے ان کا تدارک نہ کرے اور وہ خیر الامم اور اس امت کی تعظیم کرنے لگیں تو وہ بال و ضلال کے گڑھوں میں گر پڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین) کی محبت میں موت دے اور ان کے زمرہ میں ہمارا حشر ہو۔ آمین

جان لیجئے کہ اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ سب صحابہ کرام کو عادل قرار دے کر انہیں پاک قرار دیں اور ان پر طعنہ زنی نہ کریں اور ان کی ثنا کریں اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب کی آیات میں ان کی تعریف فرمائی ہے جن میں سے ایک آیت یہ ہے کہ **کنتم خیر امة اخرجت للناس** پس اللہ تعالیٰ نے دیگر امتوں پر

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونك تحت الشجرة — جب مومنین نے درخت تلے آپ کی بیعت کی تو اس وقت اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہو گیا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ ان لوگوں سے اظہار رضامندی فرمایا ہے اور یہ کوئی چودہ سو کے قریب آدمی تھے اور جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اس کی موت کفر پر نہیں ہو سکتی کیونکہ جو شخص اسلام سے وفاداری کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو اسی صورت میں حاصل کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات ہوتی ہے کہ اس نے اسلام کی حالت میں مرنا ہے اور جس کے بارے میں اسے علم ہو کہ اس نے کفر کی حالت میں مرنا ہے اس کے بارے میں یہ ممکن ہی نہیں کہ اللہ خبر دے کہ میں اس سے راضی ہوں۔ یہ آیت اور ماقبل کی آیت صریح طور پر ملحدین اور قرآن پاک کے منکرین کے مزعومات کی تردید کر رہی ہے جبکہ قرآن کریم پر ایمان لانے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے اس پر ایمان لایا جائے اور آپ کو یہ علم ہو چکا ہے کہ قرآن کریم میں صحابہ کو خیر الامم' عادل اور نیک قرار دیا گیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو رسوا نہیں کرے گا اور وہ ان سے راضی ہے۔ اب جو شخص ان کے متعلق ان باتوں کی تصدیق نہ کرے وہ قرآن کریم کے بیان کا مکذب ہے اور جو قرآن پاک کے بیان کی ایسی تکذیب کرے جس کی کوئی تاویل نہ ہو سکے وہ کافر' منکر' ملحد اور دین سے خارج ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه یاایها النبی حسبك الله ومن اتبعك من المومنين . للفقراء الذين المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلاً من الله ورضوانا وينصرون الله ورسوله اولئك هم الصادقون . والذين تبوؤ الدار والايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم ولا يجدون فی صدورهم حاجة مما اوتوا ويؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة ومن يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون' والذين جاؤ امن بعدهم يقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولاتجعل فی قلوبنا غلاً

کرنے والے صحابہ کو دیکھا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم حواریوں کے متعلق جو باتیں ہمیں پہنچی ہیں یہ ان سے بہتر ہیں اور ان کی یہ بات بالکل سچ ہے کیونکہ اس امت محمدیہ اور خصوصاً صحابہ کرام کا ذکر کتب میں بڑی عظمت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ ذلک مثلهم فی التوراة ومثلهم فی الانجیل یعنی ان کے اوصاف کا ذکر تورات میں ہے اور انجیل میں ان کا ذکر اس طرح ہے کہ جیسے کھیتی اپنا گابھا نکالتی ہے پھر اسے مضبوط بناتی ہے پھر وہ موٹا ہو کر جوان ہو جاتا ہے اور بونے والے کو اپنی شدت وقوت اور حسن منظر سے تعجب میں ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح رسول کریم ﷺ کے اصحاب ہیں۔ انہوں نے رسول کریم ﷺ کو تقویت دی۔ تائید کی اور ان کی مدد کی اور جس طرح گابھا کھیتی کے ساتھ ہوتا ہے اسی طرح صحابہ کرام آپ کے ساتھ رہے تا کہ کفار ان کو دیکھ دیکھ کر غیظ وغضب میں آئیں۔
اس آیت سے امام مالک نے روافض کے کفر کا مفہوم اخذ کیا ہے جو آپ کی ایک روایت میں بیان ہوا ہے کیونکہ یہ لوگ صحابہ سے بغض رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں کیونکہ صحابہ ان لوگوں کو غصہ دلاتے ہیں اور جسے صحابہ غصہ دلائیں وہ کافر ہے۔ یہ ایک اچھا ماخذ ہے جس کی شہادت آیت کے ظاہری الفاظ سے ملتی ہے۔ حضرت امام شافعی نے بھی روافض کے کفر میں آپ سے اتفاق کیا ہے۔ اسی طرح ائمہ کی ایک جماعت بھی اس معاملہ میں آپ سے متفق ہے۔ صحابہ کی فضیلت میں بہت سی احادیث بیان ہوئی ہیں جن میں سے بہت سی احادیث ہم اس کتاب کے ابتدائی حصہ میں بیان کر آئے ہیں۔ صحابہ کے لئے یہی شرف کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان کی تعریف فرمائی ہے جنہیں ہم بیان کر آئے ہیں۔

دوسری آیت میں ان سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان سب سے وعدہ فرمایا ہے کیونکہ منهم میں من کا لفظ تبعیض کے لئے نہیں بلکہ بیان جنس کے لئے آیا ہے کہ ان سب کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق اور سچ ہے۔ وہ نہ اسے پیچھے ڈالتا ہے اور نہ وعدہ خلافی کرتا ہے اور نہ اپنی باتوں کو تبدیل کرتا ہے اور وہ سمیع وعلیم ہے۔ ہم نے اس جگہ جن آیات اور احادیث کثیرہ شہیرہ کو مقدمہ میں پیش کیا ہے وہ صحابہ کی تعدیل کا قطعی فیصلہ کر دیتی ہیں اور ان میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کی تعدیل کے ساتھ مخلوق کی تعدیل کی ضرورت نہیں۔

ہم نے جن باتوں کو بیان کیا ہے اگر ان میں سے اللہ اور اس کے رسول نے کچھ بھی بیان

ساتھ احسان کی قید۔ ان لوگوں کو جو ان صفات سے متصف نہ ہوں گے ان کے زمرہ سے خارج کر دے گی۔ اس لئے کہ ان قیود کا ذکر غالب صورت کی وجہ سے کیا گیا ہے۔ پس ان کا اور کوئی مفہوم نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بالقوی یا بالعزم بھی ان سے متصف ہو تو وہ بھی ان میں شامل ہوگا۔

ماوردی کا خیال ہے کہ عدالت کا حکم اس سے مختص ہے جو آپ کے ساتھ رہا اور جس نے آپ کی مدد کی۔ اس شخص کو عادل قرار نہیں دیا جا سکتا جو کسی دن آپ کے پاس رہا یا کسی ایسی غرض کے لئے آپ کے پاس آیا جس سے آپ اس سے متفق نہ تھے۔ اس پر فضلاء کی ایک جماعت نے اعتراض کیا ہے۔ شیخ الاسلام العلائی کہتے ہیں یہ ایک غریب قول ہے جس سے بہت سے وہ لوگ بھی عدالت سے خارج ہو جاتے ہیں جو صحبت اور روایت میں مشہور ہیں۔ جیسے وائل بن حجر' مالک بن حویرث' عثمان بن ابی العاص اور ان کے علاوہ وہ لوگ بھی جو آپ کے پاس آئے اور تھوڑا عرصہ آپ کے پاس رہ کر واپس چلے گئے۔ اس قول میں عمومیت مراد ہے۔ جیسا کہ جمہور نے اس کی صراحت کی ہے اور یہی بات معتبر ہے۔

اس کی تردید میں ایک یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ صحابہ کی تعظیم کرنا' خلفائے راشدین وغیرہم کے نزدیک ایک فیصلہ شدہ بات ہے خواہ وہ تھوڑا عرصہ ہی آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے ہوں۔

---

[1] یہ مذہب اصولیوں کی ایک جماعت سے منقول ہے جن میں مازری بھی شامل ہے اور سعد الدین تفتازانی کا میلان بھی اسی طرف ہے مگر یہ مذہب مردود ہے۔ جیسا کہ ہم نے مقدمہ میں ذکر کیا ہے اور اکثر لوگوں جیسے بخاری اور خطیب وغیرہما کے مذہب کے بھی خلاف ہے۔ مؤلف اس کے ذریعے ان بدعتیوں اور معتزلہ کا رد پیش کرتا ہے جو حضرت علی سے لڑنے والے عراقیوں اور شامیوں کو فاسق قرار دیتے ہیں اور انہوں نے صراحت سے حضرت طلحہ اور حضرت زبیر کے بارے میں بیان کیا ہے کہ یہ دونوں ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں جو حضرت علی کے عہد میں تھے یا تو وہ آپ کے ساتھ لڑ رہے تھے یا دونوں لشکروں سے الگ تھے اور انہوں نے آپ سے جنگ نہیں کی۔ صحابہ کی ایک جماعت نے آپ سے جنگ نہیں کی۔ اس میں ابن مسعود' سعد بن ابی وقاص شامل ہیں اور حذیفہ بن مسلمہ' ابوذر' عمران بن حصین اور ابو موسیٰ اشعری دونوں فریقوں سے الگ رہے ہیں۔ یہ سب مجتہد متاول تھے جو کچھ ان سے ہوا وہ اس سے عدالت سے خارج نہیں ہو جاتے کیونکہ حضرت علی نے ان کی شہادت کی قبولیت اور ان کے ساتھ نماز کی اجازت دے رکھی تھی کیونکہ انہیں اس بات کا علم تھا کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے اجتہاداً کیا ہے۔

آنے والوں میں بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو بعض صحابہ سے افضل ہیں۔ انہوں نے اس حدیث سے حجت پکڑی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا اور ایک دفعہ مجھ پر ایمان لایا اسے مبارک ہو اور اسے بھی مبارک ہو جس نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر سات بار ایمان لایا۔

حضرت عمر کی اس حدیث سے بھی انہوں نے حجت پکڑی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ایمان کے لحاظ سے کون سی مخلوق افضل ہے؟ ہم نے کہا فرشتے۔ آپ نے کہا انبیاء سب سے افضل ہیں۔ فرمایا ان کا بھی یہ حق ہے مگر یہ مخلوق ان کے علاوہ ہے پھر آپ نے فرمایا ایمان کے لحاظ سے افضل مخلوق وہ لوگ ہیں جو مجھ پر ایمان لانے والے لوگوں کی پشتوں میں ہیں حالانکہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا۔ وہ ایمان کے لحاظ سے افض لوگ ہیں۔

اس حدیث سے بھی انہوں نے حجت پکڑی ہے جس میں آیا ہے کہ میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے۔ نہیں معلوم اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخری۔

اور حدیث سے بھی انہوں نے حجت پکڑی ہے کہ مسیح ضرور ایسے لوگ کو پائے گا جو تم جیسے یا تم سے بہتر ہوں گے۔ یہ بات آپ نے تین بار فرمائی اور اللہ تعالیٰ اس امت کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا جس کے آغاز میں مَیں اور مسیح اس کے آخر میں ہوگا۔

اس حدیث سے بھی انہوں نے حجت پکڑی ہے کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے جس میں ایک عامل کو پچاس آدمیوں کا اجر ملے گا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! وہ عامل ان میں سے ہوگا یا ہم میں سے؟ فرمایا تم میں سے۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے تو آپ نے سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا کہ مجھے حضرت عمر بن الخطاب کی سیرت کے متعلق لکھو تا کہ میں اس کے مطابق عمل کروں تو سالم نے آپ کی طرف لکھا کہ اگر آپ نے حضرت عمر کی سیرت پر عمل کیا تو آپ ان سے افضل ہوں گے کیونکہ آپ کا زمانہ حضرت عمر کے زمانے جیسا نہیں اور نہ ہی آپ کے آدمی حضرت عمر کے آدمیوں کی طرح ہیں۔

آپ نے اپنے زمانے کے فقہاء کی طرف یہ بات لکھ کر بھیجی تو سب نے سالم کا سا جواب دیا۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ یہ تمام احادیث اپنے تواتر طرق اور حسن کے اس بات کے مقتضی

صرف اس صورت میں ہو سکتی ہے کہ دونوں میں رعیت میں عدل و انصاف کے لحاظ سے تساوی کی نسبت تصور کی جائے۔ باقی جہاں تک صحبت رسول اور حضرت عمر کے حقائق قرب اور دین و علم اور فضل کی خوبیوں کے حصول کا تعلق ہے جن کے متعلق خود رسول کریم ﷺ نے ان کے بارے میں شہادت دی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز یا کسی اور کی کیا مجال ہے کہ ان میں سے ایک ذرہ بھی حاصل کر سکے۔ صحیح بات وہی ہے جو سلف و خلف جمہور علماء نے کہی ہے۔ جس کا بیان ابھی ہوگا۔ ابو عمر نے اہل بدر و حدیبیہ کا جو استثناء کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بات اکابر صحابہ کے بارے میں نہیں بلکہ ان صحابہ کے بارے میں ہے جنہوں نے صرف رسول کریم ﷺ کو دیکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات بھی بعد میں آنے والوں کو حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر بعد میں آنے والے جہاں تک اعمال بجالا سکتے ہیں بجالائیں پھر بھی اس خصوصیت کا حصول تو درکنار وہ اس کے مساوی بھی نہیں ہو سکتے۔ پس ان صحابہ کے بارے میں آپ کا خیال ہے جو یہ خصوصیات بھی رکھتے تھے کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کے ساتھ مل کر جنگ کی یا آپ کے زمانہ میں آپ کے حکم سے جنگ کی یا آپ کے بعد آنے والوں کے لئے شریعت کا کچھ حصہ نقل کیا یا آپ کے سبب سے اپنے مال میں سے کچھ خرچ کیا۔ بلا اختلاف یہ وہ امور ہیں جن کو بعد میں آنے والا کوئی شخص حاصل نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا و كلاء وعدالله الحسنی۔

سلف و خلف جمہور کے مسلک کی تائید میں ایک یہ بات بھی ہے کہ صحابہ، نبیوں اور خواص اور مقرب ملائکہ کے بعد تمام مخلوق سے افضل ہیں۔ جیسا کہ میں کتاب کے آغاز میں فضائل صحابہ میں بیان کر چکا ہوں۔ وہاں پر بہت سی شہادتیں بیان کی گئی ہیں ان کا مطالعہ کیجئے۔ ان میں سے ایک صحیحین کی یہ حدیث بھی ہے کہ "میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی خرچ کرے تو وہ ان کے مٹھی بھر جو کا بھی مقابلہ نہ کر سکے گا" اور صحیحین ہی کی ایک روایت کاف خطاب کے ساتھ ہے۔

ترمذی کی روایت میں لو انفق احدکم کے الفاظ آئے ہیں۔ نصیف، نون کی زبر کے ساتھ نصف کو کہتے ہیں۔

اور باطل ثابت کرنے میں بڑے مبالغہ سے کام لیا ہے۔ ائمہ کہتے ہیں کہ ادنیٰ عقل کا آدمی بھی اسے شائع نہیں کر سکتا[1]۔

اور آنحضرت ﷺ کی صدی کے لوگوں کا' ساتھ والی صدی کے لوگوں یعنی تابعین سے افضلیت کا معاملہ بحیثیت مجموعی ہے نہ کہ انفرادی۔

ابن عبدالبر کا خیال اس کے برعکس ہے۔ یہی بات تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پیروکاروں کے بارے میں ہوگی۔

صحابہ کی اقسام

پھر صحابہ کی کئی اقسام ہیں مہاجرین' انصار اور ان کے جانشین۔

نیز جو کہ فتح مکہ کے روز یا اس کے بعد اسلام لائے مجمل طور پر ان میں سب سے افضل مہاجرین ہیں اور ان کے بعد مذکورہ ترتیب کے مطابق آنے والے صحابہ افضل ہیں اور تفصیلاً انصار' متاخرین صحابہ سے افضل ہیں اور پہلے مہاجرین' پہلے انصار سے افضل ہیں پھر وہ۔

ان متاخر اسلام لانے والوں سے قرب میں متفاوت ہیں جیسے حضرت عمرؓ حضرت بلال سے افضل ہیں حالانکہ حضرت بلال متقدم الاسلام ہیں۔ ابو منصور بغدادی جو ہمارے اکابر ائمہ میں سے ہیں کہتے ہیں کہ اہل سنت کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ میں سب سے افضل حضرت ابوبکرؓ' حضرت عمرؓ' حضرت عثمان اور حضرت علی ہیں پھر عشرہ مبشرہ' پھر اہل بدر' جنگ احد اور حدیبیہ کے بقیہ اور بیعت الرضوان کرنے والے لوگوں میں سے باقی رہنے والے لوگ' اس کے بعد باقی صحابہ۔

---

[1] موضوعات کی کتب میں علماء نے ان کذابین کے بارے میں ایک خاص باب باندھا ہے' جنہوں نے آنحضرت ﷺ سے ملاقات کا دعویٰ کیا ہے۔ انہوں نے ان لوگوں میں سرباتک ہندی جبیر بن حارث' معمر بن بریک' قیس الاشج' عثمان بن خطاب بلوی' خوط بن مرہ اور رتن الہندی کا ذکر کیا ہے۔ ذہبی نے رتن اور اس کی اخبار کے متعلق کتاب کا ایک جز تالیف کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر چھ سو سال کے بعد ہم اس کے وجود اور ظہور کو درست بات قرار دیں تو پھر یا تو وہ شیطان ہے جس نے بشر کی صورت میں ظاہر ہو کر صحبت اور حد درجہ طول عمر کا اعادہ کیا اور یہ ڈھیر سارے افترا کئے یا وہ کوئی گمراہ بوڑھا تھا جس نے آنحضرت ﷺ پر جھوٹ بول کر جہنم میں اپنے گھر کی بنیاد رکھی اور صفدی نے رتن کی اخبار کی تقویت کے متعلق جو کچھ کہا ہے اسے قاضی برہان الدین ابن جماعت نے رد کیا

سے محبت رکھنا ایمان اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے کیونکہ جب ان سے بغض رکھنا آنحضرت ﷺ سے بغض رکھنا ہے تو وہ اس حدیث کے مطابق بلا نزاع کفر ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ یہ حدیث صحابہ کے کمال قرب پر دلالت کرتی ہے کہ آپ نے انہیں اپنی جان کا قائمقام قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کی ایذا سے آپ کو ایذا پہنچتی ہے اور ایسے ہی رسول کریم ﷺ کے محبوبوں سے محبت رکھنا یعنی آپ کی آل اور اصحاب سے محبت رکھنا رسول کریم ﷺ سے محبت رکھنے کی علامت ہے اور یہ بات ایسے ہی ہے جیسے کہ آنحضرت ﷺ سے محبت رکھنا اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کی علامت ہے نیز آپ کے اصحاب اور آل سے بغض و عداوت رکھنا اور ان کو برا بھلا کہنا رسول اللہ ﷺ سے بغض و عداوت رکھنے اور آپ کو برا بھلا کہنے کے مترادف ہے جو کسی چیز سے محبت رکھتا ہے وہ اس سے بھی رکھتا ہے جس سے اس کا محبوب محبت رکھتا ہے اور جس سے وہ بغض رکھتا ہے اس سے وہ بھی بغض رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لاتجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ

اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لانے والوں میں سے تو کسی کو اس طرح کا نہ پائے گا کہ وہ اس چیز سے محبت رکھتے ہوں جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول دشمنی رکھتے ہوں۔

پس حضور علیہ السلام کی آل، ازواج، اولاد اور اصحاب سے محبت رکھنا متعین واجبات میں سے ہے اور ان سے بغض رکھنا تباہ اور برباد کرنے والی چیزوں میں سے ہے۔ اور ان سے محبت و توقیر سے پیش آنا ان کے حقوق کی ادائیگی اور ان کی سنت، آداب اور اخلاق پر چل کر ان کی اقتداء کرنا اور ان کے اقوال پر عمل پیرا ہونا ایسی چیزیں ہیں جن میں عقل کے لئے کوئی گنجائش نہیں اور ان کی مزید ثنا اور حسن کی بات یہ ہے کہ تعظیم کے ارادے سے ان کے اوصاف جمیلہ کو یاد کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مجید کی بہت سی آیات میں ان کی تعریف کی ہے اور جس کی تعریف اللہ کرے اس کی ثنا واجب ہوتی ہے اور اسی سے ان کے لئے استغفار کرنا بھی ثابت ہوتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جنہوں نے صحابہ کو برا کہا انہیں حکم دیا گیا کہ وہ آپ کے اصحاب کے لئے استغفار کریں۔ اسے مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ استغفار کا زیادہ

معاملہ میں بڑا تزلزل اور اضطراب پیدا ہو جائے گا کیونکہ خلافت کے ذریعہ ہی اہل اسلام کو متحد کیا جاتا ہے اور خلافت ابھی مستحکم نہیں ہوئی تھی بلکہ ابتدائی حالت میں تھی۔ حضرت علی نے ان کو تاخیر سے سپرد کرنا زیادہ بہتر خیال کیا تا کہ وہ خلافت کے معاملہ میں مضبوط پوزیشن اختیار کر لیں اور انہیں خلافت کے معاملات میں تمکن حاصل ہو جائے اور مسلمان متحد و متفق ہو جائیں پھر اس کے بعد وہ ایک ایک کو پکڑ کر ان کے سپرد کر دیں گے۔

جنگ جمل کے روز جب آپ نے اعلان کیا کہ وہ حضرت عثمان کے قاتلوں کو نکال باہر کریں گے تو پتہ چلا کہ حضرت عثمان کے بعض قاتل حضرت علی کے خلاف بغاوت اور جنگ کا عزم کئے ہوئے ہیں پھر جو لوگ حضرت عثمان کے قتل کے در پے تھے ان کی تعداد بہت تھی۔ جیسا کہ ان کے محاصرہ کے واقعہ میں بیان ہو چکا ہے۔ آپ کے قاتلوں میں مصر کی ایک جماعت بھی شامل تھی جن کی تعداد سات سو ایک ہزار اور پانچ سو تک بیان کی گئی ہے۔ کوفہ اور بصرہ وغیرہ کی جماعتیں بھی آپ کے قتل میں شامل تھیں۔ یہ سب لوگ مدینہ آئے اور جو کچھ یہ کر سکتے تھے انہوں نے کیا بلکہ ان کے اور ان کے قبائل کے متعلق یہاں تک بیان ہوا ہے کہ ان کی تعداد دس ہزار تھی۔

اس بات کی وجہ سے حضرت علی کے لئے مشکل امر تھا کہ وہ قاتلین کو ان کے سپرد کر دیں لہٰذا وہ ایسا کرنے سے رکے رہے اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت علی نے حضرت عثمان کے قاتلوں کو باغی خیال کیا ہو جس کی وجہ سے انہوں نے حضرت عثمان کو قتل کر دیا ہو مگر یہ تاویل فاسد ہے۔ انہوں نے آپ کو اس وجہ سے قتل کرنا جائز خیال کیا کہ وہ آپ کی کئی باتوں کو ناپسند کرتے تھے۔ جیسے کہ آپ نے اپنے چچازاد بھائی مروان کو اپنا کاتب بنایا ہوا تھا جبکہ حضرت نبی کریم ﷺ نے اسے مدینہ سے نکال دیا تھا اور آپ اسے واپس لے آئے تھے اور آپ اپنے رشتہ داروں کو عہدے سپرد کرتے تھے اور محمد بن ابوبکر کے قضیہ کی وجہ سے جس کا مفصل بیان حضرت عثمان کی خلافت کی بحث میں گزر چکا ہے انہوں نے جہالت اور غلطی سے جو کچھ کیا اسے مباح خیال کر لیا اور باغی جب امام عادل کا مطیع ہو جائے تو جنگ میں اسے جو نقصان ہو اس پر مواخذہ نہیں کیا جاتا خواہ وہ نقصان مال کا ہو یا جان کا۔ جیسا کہ امام شافعی کا مرجح قول یہی ہے اور یہی بات دوسرے علماء نے بھی کہی ہے۔ اگر آپ کو ان پر قدرت حاصل ہوتی تو یہ احتمال ہو سکتا تھا مگر پہلی بات زیادہ قابل اعتماد ہے۔ اکثر علماء کا یہی خیال ہے کہ حضرت عثمان

ہے جب حسن نے ان کو خلافت سپرد کر دی تھی یعنی جب آپ کی وفات پر چھ ماہ گزر چکے تھے اور مانعین خلافت معاویہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن کا امر خلافت کو ان کے سپرد کرنا کوئی اہم بات نہیں۔ آپ نے ضرورت کے تحت ایسا کیا تھا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ حضرت معاویہ امر خلافت کو حضرت حسن کے سپرد نہ کریں گے اور اگر حضرت حسن خلافت کو ان کے سپرد نہ کرتے تو وہ خونریزی اور قتال کرتے۔ آپ نے مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے امر خلافت کو ترک کر دیا اور ان لوگوں نے جو بات کہی ہے اس کے رد میں آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت حسن امام حق اور سچے خلیفہ تھے۔ آپ کے ساتھ اتنے آدمی تھے جن سے حضرت معاویہ کے ساتھیوں کا مقابلہ کیا جا سکتا تھا۔ آپ کی خلافت سے علیحدگی اور اسے حضرت معاویہ کے سپرد کرنا اضطراری نہیں بلکہ اختیاری تھا۔ جیسا کہ خلافت سے دستبرداری کا واقعہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ نے بہت سی شروط لگائیں جن کی حضرت معاویہ نے پابندی کی اور انہیں پورا کیا اور صحیح بخاری کی روایت بیان ہو چکی ہے کہ حضرت معاویہ نے حضرت حسن سے صلح کی درخواست کی اور میرے اس بیان پر بخاری کی وہ گزشتہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جو حضرت ابوبکر سے مروی ہے جس میں کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو منبر پر دیکھا اور حضرت حسن آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ آپ ایک بار لوگوں کی طرف اور دوسری بار حضرت حسن کی طرف متوجہ ہوتے اور فرماتے میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم فرقوں میں صلح کرائے گا۔ پس رسول کریم ﷺ ان کے ذریعہ اصلاح کی امید فرما رہے ہیں اور آپ واقع کے مطابق امر حق ہی کی امید کرتے ہیں۔ پس حضرت حسن سے اصلاح کی امید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت معاویہ کے حق میں آپ کی خلافت سے دستبرداری ایک درست قدم تھا اور اگر حضرت حسن خلافت سے دستبرداری کے بعد بھی خلافت پر قائم رہتے اور آپ کی دستبرداری سے اصلاح نہ ہوتی تو حضرت حسن کی اس پر تعریف نہ کی جاتی اور حضور علیہ السلام نے بغیر کسی شرعی فائدہ کے محض دستبرداری کی تمنا نہیں کی بلکہ جس کے حق میں دستبرداری ہوتی ہے یہ بات اس کی صحت خلافت' نفاذ تصرف' واجب الاطاعت ہونے اور مسلمانوں کے امور کے قیام میں مشتغل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ پس رسول کریم ﷺ کو حضرت حسن سے یہ امید تھی کہ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم فرقوں میں اصلاح کی صورت پیدا ہوگی۔ اس میں حضرت حسن کے فعل کی صحت پر بھی دلالت پائی جاتی ہے اور اس بات پر بھی کہ آپ اس

معاویہ کی فضیلت کے بارے میں حجت پکڑی جاسکتی ہے اور ان لڑائیوں کی وجہ سے آپ پر کوئی حرف نہیں آسکتا کیونکہ وہ اجتہاد پر مبنی تھیں اور ان کا انہیں ایک بار اجر ملے گا۔ اس لئے کہ جب مجتہد غلطی کرے تو اس کی وجہ سے اسے کوئی ملامت و مذمت لاحق نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ معذور ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے لئے اجر لکھا گیا ہے۔ ان کی فضیلت پر دلالت کرنے والی وہ دعا بھی ہے جو دوسری حدیث میں آپ کے لئے کی گئی ہے کہ انہیں علم ملے اور عذاب سے بچائے جائیں اور بلاشبہ حضور علیہ السلام کی دعا مستجاب ہوتی ہے۔ اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہ کو ان جنگوں کی وجہ سے کوئی عذاب نہ ہوگا بلکہ اجر ملے گا۔ جیسا کہ پہلے ثابت ہو چکا ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت معاویہ کے گروہ کا نام مسلمان رکھا ہے اور اسلام میں اسے حضرت حسن کے گروہ کے مساوی قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ دونوں فریقوں میں حرمت اسلام باقی ہے اور ان جنگوں کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہوئے بلکہ برابر سطح پر ہیں۔ پس دونوں میں سے کسی ایک کو فسق و نقص لاحق نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ دونوں میں سے ہر کوئی ایسی تاویل کرنے والا ہے جو غیر قطعی البطلان ہے۔

اگر چہ حضرت معاویہ کا گروہ باغی تھا لیکن وہ بغاوت تھی فسق نہ تھا کیونکہ اس کا صدور تاویل کی وجہ سے ہوا تھا جس کی وجہ سے اصحاب بغاوت کو معذور خیال کیا جا سکتا ہے اور اس بات پر بھی غور کرو کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت معاویہ کو بتایا تھا کہ وہ بادشاہ بنے گا اور آپ نے اسے حسن سلوک کا حکم دیا تھا۔ حدیث میں آپ ان کی خلافت کے درست ہونے کے متعلق اشارہ پائیں گے اور حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد وہ اس کے حق دار تھے کیونکہ آپ کا انہیں احسان کا حکم دینا بادشاہ ہونے پر مترتب ہوتا ہے جس سے ان کی خلافت کے درست ہونے کی وجہ سے نہ کہ غالب آجانے کی وجہ سے ان کو حکومت و خلافت کی حقیت، صحت تصرف اور نفوذ افعال پر دلالت ہوتی ہے کیونکہ خود بخود غلبہ حاصل کرنے والا فاسق اور عذاب پانے والا ہوتا ہے۔ وہ خوشخبری کا استحقاق نہیں رکھتا اور نہ ہی ان سے حسن سلوک کا حکم دیا جا سکتا ہے جن پر وہ غلبہ حاصل کرتا ہے بلکہ وہ تو اپنے قبیح افعال اور برے احوال کی وجہ سے زجر و توبیخ اور انتباہ کا مستحق ہوتا ہے۔ اگر حضرت معاویہ متغلب ہوتے تو حضور علیہ السلام ضرور اس طرف اشارہ کرتے یا انہیں صراحت سے بتاتے۔ جب آپ نے صراحت کے بجائے اس طرف اشارہ تک بھی نہیں کیا تو یہ بات آپ کی حقیت پر دلالت کرتی ہے جس سے ہمیں معلوم ہوتا

حضرت ابن زبیر بھی ان میں شامل ہیں۔
باقی رہے وہ بدعتی جو آپ کے متعلق دشنام طرازی اور لعنت کو مباح کہتے ہیں تو اس بار میں حضرات شیخین' حضرت عثمان اور اکثر صحابہ ان کے لئے نمونہ ہیں۔ پس ان باتوں کی طرف متوجہ نہ ہو اور نہ ان پر اعتماد کرو کیونکہ یہ باتیں احمق' جاہل' غبی اور سرکش لوگوں سے صادر ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس بات کی کوئی پروانہیں کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں۔ اس نے ان پر بری طرح لعنت کر کے انہیں چھوڑ دیا ہے اور ان کے سروں پر اہل سنت کو تلواریں اور واضح دلائل و براہین دے کر کھڑا کر دیا ہے جو انہیں عظیم الشان ائمہ کی تنقیص کرنے سے روکتے رہتے ہیں۔

حضرت معاویہ کے لئے یہی شرف کافی ہے کہ انہیں حضرت عمر اور حضرت عثمان نے عامل مقرر کیا ہے اور حضرت ابو بکر نے جب شام کی طرف فوج بھیجی تو حضرت معاویہ بھی اپنے بھائی یزید بن ابی سفیان کے ساتھ گئے۔ جب آپ کے بھائی فوت ہو گئے تو انہوں نے حضرت معاویہ کو دمشق پر اپنا جانشین بنایا تو حضرت ابو بکر نے ان کو وہیں مقرر کر دیا پھر حضرت عمر اور حضرت عثمان نے بھی انہیں وہیں مقرر کیا اور تمام شام کو آپ کے زیر نگیں کر دیا۔ آپ وہاں بیس سال امیر اور بیس سال خلیفہ رہے۔ کعب الاحبار کہتے ہیں جس طرح حضرت معاویہ نے اس امت کو کنٹرول کیا ہے کوئی اس طرح کنٹرول نہیں کر سکے گا۔

ذہبی کہتے ہیں کہ کعب حضرت معاویہ کے خلیفہ بننے سے پہلے ہی فوت ہو گئے تھے اور کعب سے جو بات منقول ہے وہ سچ ہے کیونکہ حضرت معاویہ بیس سال خلیفہ رہے اور کسی نے زمین میں ان سے خلافت کا جھگڑا نہیں کیا۔ بخلاف ان کے جو ان کے بعد ہوئے کیونکہ لوگ ان کے خلاف تھے اور بعض ممالک ان کی خلافت کے باغی تھے اور کعب نے حضرت معاویہ کی خلافت سے قبل جو کچھ بتایا ہے وہ اس بات پر دلیل ہے کہ بعض آسمانی کتب میں آپ کی خلافت منصوص ہے کیونکہ کعب ان کتب کے عالم تھے۔ جنہیں ان کے احکام کے متعلق پوری واقفیت تھی اور وہ اہل کتاب کے دوسرے علماء سے فائق تھے۔ یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ اس سے بھی حضرت معاویہ کے شرف اور حقیت خلافت کو تقویت ملتی ہے کہ آپ حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد خلیفہ ہوئے۔ آپ کی خلافت سے دستبرداری اور حضرت معاویہ کا خلافت پر استقرار ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ ۴۱ھ میں ہوا۔ اس سال کو خلیفہ واحد کے ہاتھ پر اجتماع امت

ہے اس وقت تک وہ مسلمان ہی رہے گا اور جو باتیں اس کے متعلق بیان کی گئی ہیں اس کے معارض یہ بات بھی ہے کہ جب یزید کے پاس حضرت حسین کا سر پہنچا تو اس نے کہا اے حسین! اللہ تجھ پر رحم فرمائے تجھے ایسے شخص نے قتل کیا ہے جس نے رشتہ کے حقوق کو نہیں سمجھا اور ابن زیاد سے بگڑ کر کہا تو نے اچھے اور برے دل میں میرے لئے عداوت کا بیج بو دیا ہے اور حضرت حسین کی مستورات اور ان کے بقیہ بیٹوں کو سر حسین کے ساتھ مدینہ واپس کر دیا تا کہ اسے وہاں دفن کر دیا جائے اور آپ بخوبی آگاہ ہیں کہ ان دونوں باتوں سے کوئی بات بھی موجب کفر ثابت نہیں ہوتی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ مسلمان ہے۔ جب تک کوئی ایسی بات ثابت نہ ہو جائے جو اسے اسلام سے خارج کر دے ہم اسی اصل کو اختیار کئے رہیں گے۔

اس کے علاوہ محققین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ صحیح اور درست طریق ہے کہ یزید کے متعلق توقف اختیار کیا جائے اور اس کے معاملہ کو اللہ کے سپرد کر دیا جائے کیونکہ وہ پوشیدہ باتوں اور دلوں کے مخفی اسرار کو جاننے والا ہے۔ پس ہم اصلاً اس کی تکفیر کے درپے نہیں ہوتے کیونکہ یہی بات زیادہ مناسب اور درست ہے اور یہ بات کہ وہ مسلمان ہے وہ فاسق شریر نشہ باز اور ظالم بھی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے۔

ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں ابی عبیدہ سے ایک ضعیف سند سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت کا امر خلافت ہمیشہ ہی انصاف پر قائم رہے گا یہاں تک کہ بنو امیہ سے ایک آدمی سب سے پہلے اسے توڑے گا جسے یزید کہا جائے گا۔

الرویانی نے مسند میں حضرت ابو الدرداء سے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ سب سے پہلے جو شخص میری سنت کو تبدیل کرے گا وہ بنو امیہ میں سے ہوگا جسے یزید کہا جائے گا۔

ان دونوں حدیثوں میں وہی دلیل بیان کی گئی ہے جو میں اس سے پہلے پیش کر چکا ہوں کہ حضرت معاویہ کی خلافت ان لوگوں کی خلافت کی طرح نہ تھی جو آپ کے بعد بنو امیہ میں ہوئے ہیں کیونکہ رسول کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ امت کے امر خلافت کو شکستہ کرنے والا اور آپ کی سنت کو تبدیل کرنے والا پہلا شخص یزید ہے۔ پس اس بات کو سمجھ لیجئے کہ حضرت معاویہ نے نہ امر خلافت کو شکستہ کیا اور نہ ہی آپ کی سنت کو تبدیل کیا ہے اور جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے وہ ایک مجتہد تھے اور اس بات کی تائید امام مہدی کے اس فعل سے ہوتی ہے جسے ابن سیرین

میں ایک آدمی بھی نہیں بچا۔ بہت سے صحابہ اور دوسرے لوگ اس میں مارے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔اس کے فسق پر متفق ہونے کے بعد اس بات پر ان میں اختلاف ہے کہ خاص اس کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ جن لوگوں نے اس پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے ان میں ابن جوزی بھی شامل ہے۔ اس نے اسے احمد وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ وہ اپنی کتاب ''ردعلی المتعصب العنید المانع من ذم یزید'' میں کہتا ہے کہ مجھ سے ایک سائل نے یزید بن معاویہ کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے اسے کہا وہ جس حال میں ہے وہی اس کے لئے کافی ہے۔ اس نے کہا کیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے؟ میں نے اسے جواب دیا کہ متقی علماء نے بھی اس پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیا ہے جن میں امام احمد بن حنبل بھی شامل ہیں۔ انہوں نے یزید کے بارے میں لعنت کا ذکر کیا ہے پھر ابن جوزی نے قاضی ابویعلیٰ الفراء سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنی کتاب ''المعتمد الاصول'' میں صالح بن احمد بن حنبل کی طرف اسناد کر کے کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ کچھ لوگ ہماری طرف یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ ہم یزید کے دوست ہیں تو آپ نے فرمایا اے بیٹے کیا کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا یزید سے دوستی رکھ سکتا ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہے۔ وہ اس پر لعنت کیوں نہیں کرتا۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کس جگہ یزید پر لعنت کی ہے؟ تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں یزید پر لعنت کی ہے:

فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحاکم اولئك الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمیٰ ابصارھم

ممکن ہے کہ تم زمین پر حاکم بن کر فساد کرو اور رشتہ داریوں کو قطع کر دو۔ ایسے لوگوں پر خدا تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور ان کے کانوں کو بہرہ اور آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔

کیا اس قتل سے بڑھ کر کوئی بھی فساد ہو سکتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اے بیٹے! میں اس شخص کے بارے میں کیا کہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت فرمائی ہے پھر آپ نے اس کا ذکر کیا۔

ابن جوزی کہتے ہیں کہ قاضی ابویعلیٰ نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں لعنت کے مستحقین کا ذکر کیا گیا ہے۔ ان میں یزید کا بھی انہوں نے ذکر کیا ہے پھر ایک حدیث کو بیان کیا ہے کہ ''جس نے ازراہ ظلم اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے خوفزدہ کرے گا اور اس پر اللہ

خاتمہ اسلام پر ہو۔ اسی طرح انہوں نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ کسی معین مسلم فاسق پر بھی لعنت کرنا جائز نہیں اور جب آپ کو اس بات کا علم ہے کہ انہوں نے یہ صراحت کی ہے تو آپ کو اس بات کا علم ہوگا کہ انہوں نے صراحت کے ساتھ بتایا ہے کہ وہ یزید پر لعنت کرنا جائز نہیں سمجھتے۔ اگر چہ وہ فاسق اور خبیث آدمی تھا اور اگر ہم یہ بات تسلیم بھی کر لیں کہ اس نے حضرت حسین اور آپ کے گروہ کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا تو بھی یہ ایک خباثت ہوگی۔ نہ یہ کہ ایسا کرنا جائز تھا یا اس نے اسے جائز سمجھ کر کیا۔ اس نے یہ حرکت ایک تاویل سے کی۔ اگر چہ وہ تاویل باطل تھی پھر بھی اسے فسق قرار دیا جائے گا نہ کہ کفر۔ صحیح بات یہ ہے کہ اس کی جانب سے قتل کا حکم دینا اور اس پر اظہار خوشی کرنا ثابت نہیں بلکہ اس کی جانب سے اس کے مخالف بات بیان کی گئی ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں اور احمد نے اللہ تعالیٰ کے قول **اولئك الذين لعنهم الله** سے لعنت کے جواز کا استدلال کیا ہے اور دوسروں نے آنحضرت ﷺ کے اس قول سے کیا ہے جو مسلم کی حدیث میں بیان ہوا ہے کہ **وعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين**۔ ان دو اقوال میں خاص طور پر یزید کا نام لے کر لعنت کرنے کے جواز پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی اور گفتگو صرف اسی امر میں ہے کہ خاص کسی کا نام لے کر لعنت کرنے کی اجازت ہے یا نہیں اور اس میں صرف لعنت کے جواز پر دلالت پائی جاتی ہے کسی خاص فرد پر لعنت کرنے کا جواز اس میں موجود نہیں اور یہ بات بلا نزاع جائز ہے اور پھر یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ جس شخص نے حضرت حسین کو قتل کیا یا آپ کے قتل کا حکم دیا یا اسے جائز قرار دیا یا اس سے راضی ہوا بغیر یزید کا نام لینے کے اس پر لعنت کرنے کے متعلق اتفاق ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ شراب نوش پر لعنت ہو یعنی بغیر کسی تعین کے اور یہی بات آیت اور حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ ان میں خاص کسی کا نام لے کر لعنت کرنے سے تعرض نہیں کیا گیا بلکہ قاطع رحم اور اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنے والے کے لئے لعنت ہے۔ متفقہ طور پر ایسا کہنا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے جو قطع رحمی کرتا ہے اور جو از راہِ ظلم اہل مدینہ کو خوفزدہ کرتا ہے ایسا کہنا اس کے لئے جائز ہے کہ اس میں کسی خاص آدمی کا نام نہیں لیا گیا۔ پس احمد وغیرہ کس طرح کسی معین مخصوص شخص پر لعنت کرنے کو جائز سمجھتے ہیں جبکہ دونوں مقامات میں واضح فرق موجود ہے۔ پس واضح ہوا کہ خاص کسی کا نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں اور آیت اور حدیث میں لعنت کرنے پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی پھر میں نے ابن الصلاح کو دیکھا ہے جو ہمارے اکابر ائمہ فقہاء اور محدثین میں سے ہیں۔ ان سے

ابن الصلاح اور نووی نے کہا ہے کہ سب صحابہ عادل ہیں اور حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ تھے۔ قرآن کریم اور احادیث صحابہ کی عدالت و جلالت کو بصراحت بیان کرتی ہیں اور ان کے درمیان جو واقعات رونما ہوئے ان کے ذکر کی یہ کتاب متحمل نہیں ہو سکتی۔

انہوں نے قتل حسین کی روایت اور اس کے بعد ہونے والے واقعات کی حرمت کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ میرے اس بیان کے خلاف نہیں جسے میں نے اس کتاب میں ذکر کیا۔

یہی وہ سچا بیان ہے جس سے صحابہ کی جلالت اور ان کے نقائص سے بری ہونے کا اعتقاد واجب ہو جاتا ہے۔ اس کے برعکس جاہل واعظین موضوع اور جھوٹی روایات بیان کرتے ہیں۔ وضاحت، محامل اور اس حق کی توضیح بھی نہیں کرتے جس کے مطابق اعتقاد ہونا چاہئے اور ہماری بیان کردہ حقیقت کے خلاف عوام الناس کو صحابہ کے بغض اور تنقیص کے درپے کر دیتے ہیں جبکہ ہمارا بیان ان کی جلالت شان اور پاکیزگی نفس کی انتہا ہے۔

یزید کو اس کے برے اعمال کے باعث عمر نے اور اس کے باپ کی قبولیت دعا نے قطع کر کے رکھ دیا ہے کیونکہ اسے یزید کو خلیفہ بنانے پر ملامت کی گئی تو اس نے خطبہ دیتے ہوئے کہا اے اللہ میں نے تو یزید کو اس کے افعال دیکھ کر خلیفہ مقرر کیا ہے۔ پس میں نے اس کے متعلق جو امید کی ہے اسے اس مقام تک پہنچا اور اس کی مدد فرما اور اگر میں نے شفقت پدری کی وجہ سے کیا ہے اور وہ اس کا اہل نہیں تو اسے اس مقام تک پہنچنے سے پہلے موت دے دے تو اس کے ساتھ یہی ہوا کیونکہ اس کی حکومت ۶۰ ھ میں قائم ہوئی اور وہ ۶۴ ھ میں فوت ہو گیا۔ اس کا ایک نوجوان صالح بیٹا تھا اسے اس نے خلیفہ مقرر کیا اور وہ مرنے تک مسلسل بیمار رہا۔ وہ نہ لوگوں کے پاس آیا نہ انہیں نماز پڑھائی اور نہ ہی کسی کام میں مداخلت کی۔ اس کی مدت خلافت چالیس روز رہی۔ بعض اسے دو ماہ اور بعض تین ماہ قرار دیتے ہیں۔ اس کی وفات ۲۱ سال کی عمر میں ہوئی۔ بعض بیس سال کی عمر بتاتے ہیں۔ اس کی ظاہری نیکی کی ایک مثال یہ ہے کہ جب وہ خلیفہ بنا تو اس نے منبر پر چڑھ کر کہا یہ خلافت اللہ کی رسی ہے اور میرے دادا معاویہ نے اس شخص سے خلافت کا جھگڑا کیا جو اس سے اس کا زیادہ حقدار تھا۔ یعنی حضرت علی بن ابی طالب اور جو سلوک وہ تم سے کرتا رہا ہے تم اسے جانتے ہو۔ یہاں تک کہ موت نے اسے آلیا اور وہ اپنی قبر

حضرت حذیفہ۔ (رضی اللہ عنہم)

اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر نے عمر کے متعلق خوشخبری دی تھی۔ اس کا بیان ابھی آئے گا کئی طرق سے یہ بات بیان ہوئی ہے کہ آپ کے ایام خلافت میں بھیڑئیے بھیڑوں کے ساتھ چرتے تھے۔ جس رات آپ کی وفات ہوئی اسی رات بھیڑیوں نے بھیڑوں پر حملہ کیا۔ آپ کی ماں بنت عاصم بن عمر بن الخطاب تھیں۔ آپ اسے بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری اولاد میں سے ایک آدمی ہوگا جس کے چہرے پر زخم کا نشان ہوگا۔ وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ ترمذی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے چہرے پر ایک زخم کا نشان تھا۔ آپ کو بچپن میں ایک چوپائے نے پیشانی پر مارا تھا۔ آپ کے والد خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے تھے اگر تو ہی بنی امیہ کا زخم خوردہ آدمی ہے تو اپنے باپ کے خیال کو سچ کر دکھا۔

ابن سعد نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا کاش میں جانتا کہ میرے بیٹوں میں سے کون صاحب سنن ہوگا جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ جیسے کہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہے۔

حضرت ابن عمر نے بیان کیا ہے کہ ہم کہا کرتے تھے کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی جب تک آل عمر میں سے کوئی آدمی خلیفہ نہ بنے گا جو حضرت عمر کی طرح کام کرے گا۔ بلال بن عبداللہ بن عمر کے چہرے پر ایک تل تھا۔ لوگ اسے وہ آدمی خیال کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ عمر بن عبدالعزیز کو لے آیا۔

بیہقی وغیرہ نے کئی طرق سے حضرت انس سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد اس نوجوان (عمر بن عبدالعزیز) سے بہتر آدمی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔

آپ ولید بن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کے امیر تھے۔ اس نے جب اپنے والد کے عہد کے مطابق آپ کو خلیفہ مقرر کیا تو آپ ۸۶ھ سے لے کر ۹۳ھ تک خلیفہ رہے۔ ابن عساکر نے ابراہیم بن ابی عیلہ سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم عید کے روز حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہاں گئے لوگ آپ کو سلام کر کے کہتے تھے اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو قبول فرمائے۔ آپ انہیں جواب دے رہے تھے اور برا نہیں مناتے تھے۔ متاخرین میں سے بعض

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنے صالح بندوں' اولیائے عارفین اور مقربین احباب میں شامل فرمائے اور انہی کی محبت پر موت دے اور ان کے زمرہ میں میرا حشر کرے اور مجھے ہمیشہ آل محمد اور آپ کے صحابہ کی خدمت کی توفیق دے اور مجھ پر اپنی محبت اور رضامندی کا احسان فرمائے اور مجھے اہل سنت کے باعمل ہادی اور مہدی ائمہ' علماء' حکماء اور پیشواؤں میں سے بنائے۔ وہ اکرم' کریم اور ارحم رحیم ہے۔ **ودعواهم فيها سبحانك اللهم وتحيتهم فيها سلام' وآخر دعواهم ان الحمد لله رب العالمين . سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين والحمد لله الذى هدانا لهذا وما كنا لنهتدى لولاان هدانا الله' والحمد لله اولاً وآخراً وظاهراً وباطناً سراً وعلناً' ياربنالك الحمد ينبغى لجلال وجهك وعظيم سلطانك' حمداً طيباً كثيراً مباركاً فيه ملٔ السمٰوٰت وملٔ الارض وملٔ ماشئت من شئى بعد اهل الثناء والمجد احق ما قال العبد وكلنا لك عبد' لامانع لما اعطيت ولامعطى لما منعت ولاينفع ذاالجدمنك الجد والصلوٰة والسلام التامان الاكملان' على اشرف خلقك سيدنا محمد وعلٰى آله واصحابه وازواجه وذريته عدد خلقك ورضاء نفسك وزنة عرشك ومدا كلماتك' كلما ذكرك وذكره الذاكرون وغفل عن ذكرك وذكره الغافلون .**

باب ا

اہل بیت کے متعلق آنحضرت ﷺ کی وصیت

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! اس بات سے آگاہ رہو کہ میرے اہل بیت جن کی طرف میں پناہ لیتا ہوں میرا ظاہر ہیں اور انصار میرا باطن ہیں۔ پس ان کے بُرے آدمی سے درگزر کرو اور ان کے محسن سے قبول کرو۔ یہ حدیث حسن ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ میرا ظاہر اور باطن میرے اہل بیت اور انصار ہیں۔ ان کے محسن سے قبول اور ان کے بُرے آدمی سے درگزر کرو۔ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ یہ لوگ میری جماعت اور صحابہ ہیں جن پر مجھے اعتماد ہے اور جنہیں میں اپنے اسرار سے اطلاع دیتا ہوں اور ان پر بھروسہ کرتا ہوں۔ یہ بات حد درجہ کی مہربانی اور وصیت کی آئینہ دار ہے۔ آپ کا یہ فرمان کہ ان کے بُرے آدمی سے درگزر کرو اس کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی لغزشوں کو معاف کردو جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ صاحبان اقتدار کی غلطیوں سے درگزر کرو۔

حضرت ابن عباس سے بروایت صحیح بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے قول **قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ** کی تفسیر یہ کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو قریش کے تمام بطون سے رشتہ ولادت و قرابت ہے یعنی اگر تم میری لائی ہوئی تعلیم پر ایمان نہیں لاتے اور اس پر میرا پیچھا کرتے ہو تو میں تم سے کوئی مال طلب نہیں کرتا۔ میں تم سے صرف یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ میرے اور تمہارے درمیان جو قرابت پائی جاتی ہے اس کا خیال رکھو۔ پس مجھے ایذا نہ دو اور میرے رحمی تعلق کی وجہ سے لوگوں کو مجھ سے متنفر نہ کرو جبکہ تم لوگ جاہلیت میں صلہ رحمی کرتے تھے اور دوسرے عربوں کو مدد کے لئے نہ پکارتے تھے۔ میرا لحاظ اور نصرت تو تمہیں بدرجہ اولیٰ کرنی چاہئے۔ آپ کے شاگردوں اور دوسرے لوگوں نے بھی اس قول میں آپ کی پیروی کی ہے۔ مگر آپ کے سب سے جلیل القدر شاگرد امام سعید بن جبیر نے آپ کی مخالفت کی ہے اور آپ کی موجودگی میں اس آیت کی یہ تفسیر کی کہ آیت **قل لا اسئلکم**

میں سے تھیں اور ایک حدیث حسن میں ہے کہ ہر نبی کا ترکہ اور جاگیر ہوتی ہے اور میرا ترکہ اور جاگیر انصار ہیں۔ پس ان کے بارے میں میرا لحاظ رکھنا اور ابن جبیر کی بیان کردہ تفسیر کہ یہ آیت آل کے متعلق نازل ہوئی ہے کی تائید حضرت علی کی روایت سے ہوتی ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ ہمارے رشتہ کے متعلق آیت نازل ہوئی ہے کہ ہر مومن ہماری مودت کا لحاظ رکھتا ہے پھر آپ نے اس آیت کو پڑھا۔ حضرت زین العابدین سے بھی ایک ایسی ہی روایت بیان ہوئی ہے کہ جب آپ کے والد حضرت حسین شہید ہو گئے اور آپ کو قیدی بنا کر لایا گیا اور دمشق میں ٹھہرائے گئے تو ایک شامی نے آپ سے کہا خدا کا شکر ہے جس نے تمہیں مارا اور تمہاری جڑ نکال دی اور فتنہ کے سینگ کو کاٹ کر رکھ دیا تو آپ نے فرمایا کیا تم نے قرآن پڑھا ہے۔ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپ نے اسے وضاحت سے بتایا کہ یہ آیت ہمارے بارے میں ہے اور ہم ہی قرابت دار ہیں۔ اس نے کہا آپ وہ قرابت دار ہیں آپ نے جواب دیا ہاں۔ اسے طبرانی نے بیان کیا ہے۔

دولابی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں تم سے سوائے قرابت داروں کی محبت کے اور کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا اور جو نیکی کرے گا ہم اس کے لئے نیکی کو مزید خوبصورت بنا دیں گے۔ نیکی کرنے سے مراد ہم اہل بیت سے محبت کرنا ہے۔

محب طبری ایک روایت لائے ہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر جو میرا اجر مقرر کیا ہے وہ میرے اہل بیت سے محبت کرنا ہے اور میں کل تم سے ان کے بارے میں دریافت کروں گا اور متعدد احادیث میں اہل بیت کے متعلق صریح وصیت آئی ہے۔ ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے کہ میں تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تم ان سے تمسک کرو گے میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ان دونوں میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ کتاب اللہ خدا کی وہ رسی ہے جو آسمان سے زمین تک لمبی ہے اور میرے اہل بیت اور یہ دونوں حوض کوثر تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ دیکھنا میرے بعد ان کے متعلق تم کس طرح میری نیابت کرتے ہو۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔ دوسرے لوگوں نے بھی اس روایت کو بیان کیا ہے لیکن ابن جوزی کا اسے "العلل المتناهیه" میں بیان کرنا

ان احادیث میں رسول کریم ﷺ کا بالخصوص یہ فرمان کہ تم ان کے بارے میں میری نیابت کیسے کرتے ہو اور یہ کہ میں تمہیں اپنے خاندان کے متعلق اچھائی کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ اپنے اہل بیت کے متعلق تمہیں اللہ تعالیٰ کو یاد دلاتا ہوں۔ ان کی مودت ان سے حسن سلوک ان کے اکرام واحترام اور ان کے واجب اور مندوب حقوق کی ادائیگی پر زبردست ترغیب دلاتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ روئے زمین پر فخر' حسب اور نسب کے لحاظ سے سب سے معزز گھرانہ ہے اور خصوصاً اس صورت میں جب وہ سنت نبویہ کے پیروکار ہوں۔ جیسے کہ ان کے اسلاف حضرت ابن عباس' حضرت علی' حضرت عقیل' حضرت جعفر اور ان سب کی اولاد تھی اور حضور علیہ السلام کا یہ فرمان کہ ان سے پیش قدمی نہ کرو اور نہ ہی ان کے حقوق میں کوتاہی کرو اور نہ انہیں کچھ سکھانے کی کوشش کرو کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ ان میں جو شخص مراتب عالیہ اور دینی کاموں کے اہل ہو اس پر کسی دوسرے کو مقدم نہ کرو اور یہ تصریح تمام قریش کے متعلق ہے۔ جیسا کہ ان احادیث میں بیان ہو چکا ہے جو قریش کے بارے میں آئی ہیں اور جب یہ بات تمام قریش کے لئے ثابت ہے تو اہل بیت نبوی اپنے فضل وامتیاز کے لحاظ سے سب سے زیادہ اس بات کے حق دار ہیں اور زید بن ارقم کے حوالے سے پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آپ کی بیویاں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہیں لیکن ان کے قول سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے کہ وہ اخص معنوں کو چھوڑ کر اعم معنوں میں اہل بیت ہیں اور اخص مفہوم میں وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ اس کی تائید مسلم کی ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام ایک صبح کو دھاری دار چادر جو سیاہ بالوں سے بنی ہوئی تھی لے کر نکلے۔ حضرت حسن آئے تو آپ نے انہیں چادر کے اندر داخل کر لیا پھر حضرت حسین کو پھر حضرت فاطمہ اور حضرت علی کو۔ پھر فرمایا **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا۔**

ایک روایت میں ہے کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ نے ان کے ساتھ داخل ہونا چاہا تو آپ نے انہیں منع کرنے کے بعد فرمایا تُو تو بھلائی پر ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں بھی ان کیساتھ شامل ہو جاؤں تو آپ نے فرمایا تُو تو عام اہل بیت میں سے ہے۔ اس کی دلیل دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ام سلمہ نے عرض

مطلب کو ذوی القربیٰ کا حصہ دے کر ان کی تخصیص کر دی ہے اور بنو ہاشم اور بنو مطلب کو ایک چیز قرار دے کر ان کو ایک اور فضیلت دے دی ہے اور وہ یہ کہ ان پر صدقہ حرام کر کے اس کے عوض انہیں خمس دیا ہے اور فرمایا ہے کہ صدقہ' محمد اور آل محمد (ﷺ) کے لئے حرام ہے اور یہ بات اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کی آل وہ لوگ ہیں جن پر ہمیں آپ کے ساتھ صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور وہ وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے اور انہیں خمس دیا گیا ہے۔ پس بنو ہاشم اور بنو مطلب کے مسلمان ہماری اس صلوٰۃ وسلام میں شامل ہیں جو ہم آل نبی پر فرائض و نوافل میں پڑھتے ہیں اور جن سے محبت کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا ہے۔ امام مالک اور ابو حنیفہ نے زکوٰۃ کی حرمت کو بنی ہاشم تک محدود رکھا ہے۔ ابو حنیفہ کے نزدیک مطلق طور پر ان کے لئے اس کا جواز ہے۔

طحاوی کہتے ہیں خواہ وہ ذوی القربیٰ کے حصے سے محروم ہوں اور ابو یوسف بعض کے لئے جائز قرار دیتے ہیں۔ اکثر حنفیہ' شوافع اور احمد کا مذہب یہ ہے کہ وہ خیرات لے سکتے ہیں اور مالک کی ایک روایت میں ہے کہ وہ خیرات کے علاوہ فرض زکوٰۃ کو بھی لینا جائز سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ اس بارے میں بہت زور دیا گیا ہے اور محب طبری نے حدیث' میرے اہل بیت کے متعلق حسن سلوک کی وصیت کرو کیونکہ میں ان کے بارے میں کل تم سے جھگڑا کروں گا اور میں جس کا مدمقابل ہوں گا اسے میں جھگڑے میں زیر کر لوں گا اور جسے میں زیر کر لوں گا وہ آگ میں داخل ہو گا۔ حافظ سخاوی کہتے ہیں میں اس کی کسی قابل اعتماد اصل پر مطلع نہیں ہوا اور حضرت ابو بکر سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اہل بیت کے بارے میں حضرت نبی کریم ﷺ کے عہد و محبت کا لحاظ رکھو۔

احمد وغیرہ کی ایک اور روایت میں ہے کہ جب تک وہ ان سے اللہ اور میری قرابت کی خاطر محبت نہ کرے گا اور طبرانی کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عباس نے حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آکر کہا کہ جب سے آپ نے قریش اور عربوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کی وجہ سے ہمارے متعلق ان کے دلوں میں کینہ پیدا ہو گیا ہے۔ اس پر رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی آدمی اس وقت تک خیر یا ایمان کو حاصل نہیں کر سکتا جب تک وہ تم سے اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔ کیا سہلب (مراد ایک قبیلہ) میری شفاعت کی امید رکھتا ہے اور بنو عبدالمطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔

طبرانی ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ اے بنو ہاشم میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارے لئے دعا کی ہے کہ وہ تم کو نجیب اور رحمدل بنا دے اور یہ دعا بھی کی ہے کہ وہ تمہارے گمراہ کو ہدایت دے اور تمہارے خائف کو امن دے اور تمہارے بھوکے کو سیر کرے اور حضرت عباس نے رسول کریم ﷺ کے پاس آکر کہا یا رسول اللہ کہ میں کچھ لوگوں کے پاس گیا جو باتیں کر رہے تھے جب انہوں نے مجھے دیکھا تو خاموش ہو گئے اور یہ حرکت انہوں نے ہمارے بغض کی وجہ سے کی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا انہوں نے ایسا کیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ تم سے میری محبت کی وجہ سے محبت نہ کرے۔ کیا وہ امید رکھتے ہیں کہ وہ میری شفاعت سے جنت میں داخل ہوں گے اور بنو عبدالمطلب اس کی امید نہیں رکھتے۔

ایک حدیث میں ضعیف سند کے ساتھ بیان ہوا ہے کہ رسول کریم ﷺ نہایت غصہ کے ساتھ باہر نکلے اور منبر پر چڑھ کر حمد وثنا کے بعد فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو مجھے میرے اہل بیت کے متعلق تکلیف دیتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھ سے محبت نہ کرے اور وہ اس وقت تک مجھ سے محبت نہیں کر سکتا جب تک وہ میرے قرابت داروں سے محبت نہ کرے۔

بیہقی وغیرہ کی ایک روایت میں ہے جس کی ایک سند ضعیف اور دوسری واہیات ہے کہ عورتوں نے ابولہب کی بیٹی کو اس کے باپ کے متعلق عیب لگایا تو حضور علیہ السلام نے نہایت برافروختگی کے عالم میں منبر پر چڑھ کر فرمایا لوگو! کیا وجہ ہے کہ مجھے میرے اہل کے بارے میں ایذا دی جاتی ہے؟ خدا کی قسم میری شفاعت ضرور میرے قرابت داروں کو پہنچے گی۔

وانذر عشیرتك الاقربین نازل ہوئی تو آپ نے اپنی قوم کو اکٹھا کیا اور پھر ہر خاص و عام کو فرمایا میں اللہ کے حضور آپ کے کسی کام نہیں آ سکتا۔ یہاں تک کہ حضرت فاطمہ سے بھی آپ نے یہی بات کہی۔ منافی نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یا تو اس روایت کو اس شخص پر محمول کیا جائے گا جو کافر ہونے کی حالت میں مرے گا یا وہ تغلیظ و تنفیر کے مقام سے نکل چکا ہو گا یا یہ روایت اس وقت کی ہے جب آپ کو اس بات کا علم نہیں دیا گیا تھا کہ آپ خاص و عام کی شفاعت کریں گے۔

حضرت حسن سے ایک روایت آئی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو جو اہل بیت کے بارے میں غلو سے کام لیتا تھا فرمایا تمہارا برا ہو، ہم سے للہ محبت رکھو اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں تو ہم سے محبت رکھو اور اگر ہم اس کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو۔ اس آدمی نے آپ سے کہا آپ تو رسول کریم ﷺ اور آپ کے اہل بیت سے قرابت رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا تمہارا برا ہو۔ اگر ہمیں بغیر آپ کی عملی اطاعت کے آپ کی قرابتداری فائدہ بخش ہوئی تو وہ شخص اس سے فائدہ اٹھائے گا جو ہم سے بھی آپ کے زیادہ قریب ہے۔ مجھے تو اس بات کا خوف ہے کہ ہم میں سے نافرمان کو دوگنا عذاب دیا جائے گا اور یہ بھی وارد ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ اس لئے رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے آگ سے چھڑا دیا ہے۔

ابو الفرج اصبہانی نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن حسن بن علی ایک روز حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئے اور اس وقت آپ نو عمر ہی تھے اور آپ نے زلفیں رکھی ہوئی تھیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے آپ کو بلند مقام پر جگہ دی اور توجہ سے آپ کی باتیں سن کر آپ کی ضروریات کو پورا کر دیا پھر آپ نے ان کے پیٹ کی ایک سلوٹ کو پکڑ کر اس سے چٹکی لی جس سے انہیں تکلیف ہوئی پھر کہا آپ شفاعت کے متعلق کچھ بتائیں۔ جب وہ چلے گئے تو آپ کو اس فعل پر جو آپ نے ان کے ساتھ کیا ملامت کی گئی تو آپ نے فرمایا مجھے ثقہ لوگوں نے بتایا ہے گویا میں اسے رسول کریم ﷺ سے سن رہا ہوں کہ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو بات اسے خوش کرتی ہے وہ مجھے بھی خوش کرتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر حضرت فاطمہ زندہ ہوتیں تو جو کچھ میں نے ان کے بیٹے کے ساتھ سلوک کیا ہے اس سے خوش ہوتیں۔ لوگوں نے کہا آپ نے ان کے پیٹ سے کیوں چٹکی لی حالانکہ آپ جو بات کہہ رہے ہیں وہ اور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بنی ہاشم کے سب لوگ شفاعت کریں گے اور میں اس شخص کی شفاعت کا آرزومند

اور آل محمد کی ولایت عذاب سے امان ہے۔ حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ تینوں احادیث غیر صحیح الاسناد ہیں اور حدیث کہ میں ایک درخت ہوں اور فاطمہ اس کا بور ہے اور علی اس کا دودھ ہے اور حضرت حسن اور حسین اس کا پھل ہیں اور میرے اہل بیت سے محبت رکھنے والے پتے ہیں' حق ہے۔

یہ حدیث کے ہمارا اہل شیعہ قیامت کے روز اپنی قبروں سے عیوب وذنوب کے باوجود چودھویں رات کے چاند کی طرح نکلیں گے موضوعات میں سے ہے۔

یہ حدیث کہ جو شخص آل محمد کی محبت میں مرے گا وہ شہید مغفور' تائب' مومن اور مستکمل الایمان مرے گا۔ اسے ملک الموت جنت کی خوشخبری دے گا اور منکر ونکیر اسے جنت میں یوں لے جائیں گے جیسے دلہن کو اس کے خاوند کے گھر لے جایا جاتا ہے اور اس کے لئے جنت میں دو دروازے کھولے جائیں گے اور وہ اہل سنت والجماعت کے طریق پر مرے گا اور جو شخص آل محمد کے بغض میں مرے گا وہ قیامت کے روز اس حالت میں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''رحمت الٰہی سے ناامید'' لکھا ہوگا۔ ثعلبی نے اسے مبسوط طور پر اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔

حافظ سخاوی کہتے ہیں شیخ ابن حجر کے قول کے مطابق اس میں وضع کے آثار نمایاں ہیں اور حدیث کہ جو دل سے ہم سے محبت رکھے گا اور اپنی زبان اور ہاتھ سے ہماری مدد کرے گا میں اور وہ دونوں علیین میں اکٹھے ہوں گے اور جو دل سے ہم سے محبت رکھے گا اور اپنی زبان سے مدد کرے گا اور اپنے ہاتھ کو روکے گا وہ اس کے ساتھ والے درجہ میں ہوگا اور جو دل سے ہم سے محبت رکھے گا اور اپنی زبان اور ہاتھ کو ہم سے روکے گا وہ اس کے ساتھ والے درجہ میں ہوگا۔

اس سند میں ایک غالی رافضی اور ہلاک ہونے والا کذاب ہے۔

طبرانی اور ابوالشیخ نے حدیث بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تین حرمتیں ہیں جو ان کی حفاظت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کی حفاظت کرے گا اور جو ان کی حفاظت نہ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کی حفاظت نہ کرے گا۔ میں نے پوچھا وہ حرمتیں کونسی ہیں؟ فرمایا حرمت اسلام' میری رحمت اور میر رشتہ کی حرمت۔

ابوالشیخ اور دیلمی نے بیان کیا ہے کہ جس نے میری اولاد' انصار اور عربوں کا حق نہ پہچانا وہ یا تو منافق ہے یا زانیہ کا بیٹا ہے یا اس کی ماں نے اسے بغیر طہر کے حمل میں لیا ہے[1]

---

[1] اس حدیث کو الباوردی' ابن عدی اور بیہقی نے بیان کیا ہے۔ جیسا کہ رموز الاحادیث میں ہے۔ الزنیہ لام تعریف

امام شافعی اس حدیث سے استناد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آل پر درود پڑھنا بھی آپ پر درود پڑھنے کی طرح واجب ہے لیکن یہ ضعیف قول ہے۔ مستند امر یہ ہے کہ متفق علیہ حدیث میں درود پڑھنے کا حکم ہے کہ کہو **اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد** اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔ یہ بات حقیقتاً اصح ہے اور باقی ان احادیث کے تتمات اور طرق ہیں جنہیں میں نے اپنی کتاب ''الدر المنضود'' میں بیان کیا ہے[1]

---

[1] سخاوی نے القول البدیع میں کہا ہے کہ غیر انبیاء پر درود پڑھنے کے حکم کے متعلق علماء کے کئی مذاہب ہیں۔ یہ کہ مطلق طور پر بالاستقلال یا بالتبع پڑھنا منع ہے اور یہ مالک کا مذہب ہے۔ قرطبی اور میں سے ابو المعالی نے اپنی پسند پر بات چھوڑ دی ہے اور امام ابوحنیفہ فقط بالتبع کے قائل ہیں۔ احمد کراہت کے ساتھ اجازت دیتے ہیں۔ بخاری مطلق جواز کے قائل ہیں اور ابن قیم کا تفصیلاً ذکر یہ ہے کہ وہ آل رسول' آپ کی ازواج' ذریت' ملائکہ اور اہل اطاعت پر عموماً مطلق جواز کے قائل ہیں اور حضرت علی اور دوسروں پر بغیر تعیین کے کراہت کے ساتھ اجازت دیتے ہیں اور جیسے رافضی حضرت علی پر شعار بنا کر درود پڑھتے ہیں۔ اس طرح پڑھنے کو وہ حرام قرار دیتے ہیں۔

باب ۵

اس نسل کے لئے جنت کی بشارت

دوسرے باب میں متعدد احادیث اس بارے میں بیان ہو چکی ہیں کہ آنحضرت ﷺ اہل بیت کے لئے مخصوص شفاعت کریں گے۔ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ان فاطمة احصنت فرجها فحرم الله ذريتها على النار فاطمہ نے پاکدامنی اختیار کی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو آگ پر حرام قرار دے دیا ہے۔

اسے تمام نے اپنے فوائد میں بیان کیا ہے اور بزار اور طبرانی نے:

فحرمها الله و ذريتها على النار یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کی ذریت کو آگ پر حرام قرار دیا ہے۔

کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

اور حضرت علی سے بسند ضعیف روایت بیان ہوئی ہے کہ میں نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں لوگوں کے حسد کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو چار کا چوتھا شخص ہو۔ سب سے پہلے جنت میں مَیں، تُو، حسن اور حسین داخل ہوں گے اور ہماری بیویاں ہمارے دائیں بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد ہماری بیویوں کے پیچھے ہوگی۔

ایک روایت میں ہے جس کی سند نہایت ضعیف ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ جنت میں پہلے چار داخل ہونے والوں میں مَیں، تُو اور حسن و حسین ہیں اور ہماری اولاد ہماری پشت پیچھے ہوگی اور ہماری بیویاں ہماری اولاد کے پیچھے ہوں گی اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔

ابن السدی اور دیلمی نے اپنی مسند میں روایت کی ہے کہ ہم بنوعبدالمطلب یعنی میں، حمزہ، علی، جعفر، حسن و حسین اور مہدی سرداران بہشت ہیں[1]۔

---

[1] جامع الصغیر میں یہ حدیث ابن ماجہ اور حاکم کی روایت سے بیان ہوئی ہے۔

پراگندہ مُو فقرا ہوں گے۔

طبرانی اور دارقطنی وغیرہما نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنی امت میں سے سب سے پہلے اپنے اقرب اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر انصار کی پھر اپنے پر ایمان لانے والوں اور اتباع کرنے والوں کی پھر یمن والوں کی پھر دوسرے عربوں کی پھر عجمیوں کی۔

بزار، طبرانی اور ابن شاہین وغیرہما کی روایت میں ہے کہ میں اپنی امت میں سے سب سے پہلے اہل مدینہ کی شفاعت کروں گا پھر اہل مکہ کی اور پھر اہل طائف کی۔

اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کی اس کی اطاعت واجب ہے اور آپ کے بیٹے زین العابدین سے روایت ہے کہ ہمارے شیعہ صرف وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے اور ہماری طرح عمل کرتے ہیں۔

محبّ طبری نے ''شرف النبوۃ'' میں ابی سعید سے بلا اسناد حدیث بیان کی ہے کہ میں اور اہل بیت جنت کا درخت ہیں اور اس کی شاخیں دنیا میں ہیں جو ان سے تمسک کرے گا وہ اپنے رب کی طرف راستہ پالے گا۔

ایسے ہی اس نے بلا اسناد حدیث بیان کی ہے کہ میری امت کے ہر خلف کے لئے میرے اہل بیت میں سے عادل آدمی ہوں گے جو اس دین سے غالیوں کی تحریف اور باطل پرستوں کی منسوب شدہ باتوں اور جاہلین کی تاویل کو دور کرتے رہیں گے۔

اس سے زیادہ مشہور یہ حدیث ہے کہ ہر خلف میں سے یہ علم اس کے عادل آدمی اٹھائیں گے جو اس دین سے غلط باتوں کو دور کرتے رہیں گے اور ابن عبدالبر کا مستند یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو علم کا بار اٹھاتا ہے اور اس کی جرح میں کوئی بات نہیں کی گئی وہ عادل ہے۔

تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت اس کی صلب میں رکھی ہے اور میری ذریت کو اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالب کی صلب میں رکھا ہے اور ان احادیث میں یہ ظاہر دلیل پائی جاتی ہے جسے ہمارے محقق ائمہ نے بیان کیا ہے کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ آپ کی بیٹیوں کی اولاد کفأت وغیرہ میں آپ کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ کسی شریف ہاشمی کی بیٹی، غیر شریف سے کفأت نہیں کرتی اور اس کے غیر کی بیٹیوں کی اولاد صرف اپنے باپوں کی طرف منسوب ہوتی ہے نہ کہ ماؤں کے باپوں کی طرف۔

بخاری میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر ایک دفعہ لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے اور ایک دفعہ حضرت حسن کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا میرا یہ سردار بیٹا ہے اور عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔

بیہقی کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ان کی پیدائش کے وقت ان کو اپنا بیٹا فرمایا اور اسی طرح ان کے بھائیوں کو بھی بیٹا کہا۔ حضرت حسن سے بسند حسن بیان ہوا ہے کہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ آپ صدقہ کی کھجوروں کے ایک ٹوکرے کے پاس سے گزرے تو میں نے اس سے ایک کھجور لے کر منہ میں ڈال لی۔ آپ نے اسے میرے منہ سے نکال کر فرمایا ہم آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے صدقہ حلال نہیں۔

ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور دوسروں نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ مہدی، میری اولاد یعنی فاطمہ کی اولاد سے ہوگا اور احمد وغیرہ کی دوسری روایت میں ہے کہ مہدی ہم اہل بیت میں سے ہوگا ایک اور رات میں اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کر دے گا اور طبرانی ایک دوسری روایت میں بیان کرتے ہیں کہ مہدی ہم میں سے ہوگا۔ جیسے دین کا آغاز ہم سے ہوا ہے ایسے ہی ہم پر وہ اس کا خاتمہ کرے گا۔

ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت علی سے روایت کی ہے کہ آپ نے اپنے بیٹے حضرت حسن کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ میرا سردار بیٹا ہے۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام نے اس کا نام رکھا ہے۔ عنقریب اس کی صلب سے ایک آدمی ظاہر ہوگا جو تمہارے نبی کا ہم نام ہوگا وہ اخلاق میں آپ سے مشابہت رکھے گا لیکن ظاہری بناوٹ میں آپ سے مشابہ نہیں ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

طبرانی اور خطیب نے حدیث بیان کی ہے کہ سوائے بنی ہاشم کے ہر آدمی اپنی نشست سے اپنے بھائی کے اعزاز کے لئے کھڑا ہوتا ہے لیکن وہ کسی کے لئے کھڑے نہیں ہوتے اور حضرت ابن عباس سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے کہ اہل بیت شجرۃ النبوۃ ہیں جن کے ہاں ملائکہ اور اہل بیت رسالت آتے جاتے ہیں۔ اہل بیت رحمت اور کانِ علم ہیں۔

حضرت علی سے بسند ضعیف بیان ہوا ہے کہ ہم نجیب لوگ ہیں اور ہمارے فرط انبیاء کے فرط ہیں اور ہمارا گروہ حزب الٰہی ہے اور باغی گروہ حزب الشیطان ہے اور جو ہمیں اور ہمارے دشمن کو برابر قرار دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضرت فاطمہ بنت علی، حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس آئیں۔ وہ اس وقت مدینہ کے امیر تھے۔ آپ نے ان کا بہت اعزاز و اکرام کیا اور کہا خدا کی قسم اے اہل بیت روئے زمین پر تم سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں اور تم مجھے اپنے اہل سے بھی زیادہ محبوب ہو۔

احمد کو ایک شیعہ کی تقریب میں عتاب کا نشانہ بنایا گیا۔ اس نے کہا سبحان اللہ یہ ثقہ ہو کر اہل بیت سے محبت کرتا ہے۔ آپ کے پاس جب کوئی شریف بلکہ قریشی آتا تو آپ اسے مقدم کرتے اور خود اس کے پیچھے باہر آتے۔

جعفر بن سلیمان والی مدینہ نے امام مالک کو مارا یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو گئے۔ جب وہ آیا تو آپ کو ہوش آ گیا۔ آپ نے فرمایا میں تم کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے مارنے والے کو جائز کام کرنے والا سمجھا ہے۔ آپ سے بعد میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا مجھے خوف ہوا کہ اگر میں مر گیا تو حضرت نبی کریم ﷺ مجھے ملے تو مجھے آپ سے شرمندگی ہوگی کہ ان کی آل کا ایک آدمی میری وجہ سے آگ میں داخل ہوا ہے۔

جب منصور مدینہ آیا تو اس نے حضرت امام مالک کو مارنے والے سے قصاص لینے کو کہا تو آپ نے فرمایا میں اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ خدا کی قسم جب بھی اس نے مجھے کوڑا مار کر اٹھایا ہے میں نے اسے رسول کریم ﷺ کی قرابت داری کی وجہ سے جائز قرار دیا ہے۔

حضرت باقر سے صحن کعبہ میں ایک شخص نے کہا جہاں آپ عبادت کرتے ہیں وہاں آپ نے خدا کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں تو ان دیکھی چیز کی عبادت نہیں کرتا۔ اس نے پوچھا آپ نے اسے کیسے دیکھا ہے؟ فرمایا آنکھیں اسے ظاہری طور پر نہیں دیکھ سکتیں بلکہ دل اسے حقائق ایمان سے دیکھتا ہے۔ اس سے بڑھ کر سامعین کو حیران کرنے والی باتیں بھی آپ نے کہیں۔ اس آدمی نے کہا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ زہری نے ایک گناہ کا ارتکاب کیا پھر بغیر کسی مقصد کے چلا گیا تو حضرت زین العابدین نے اسے فرمایا تیرا خدا تعالیٰ کی وسیع رحمت سے مایوس ہو جانا تیرے اس گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے تو زہری نے کہا اللہ اعلم حیث یجعل رسالاتہ پھر وہ اپنے اہل و عیال کی طرف واپس آ گیا۔ ہشام بن اسماعیل، امام زین العابدین اور اہل بیت کو دکھ دیا کرتا تھا او۔ حضرت علی سے تکلیف محسوس کرتا تھا۔ ولید نے اسے معزول کر دیا اور اسے لوگوں کے سامنے کھڑا کیا اور وہ اہل بیت کے متعلق اپنی ذمہ داری سے بہت خائف رہتا تھا۔ وہ ان کے پاس سے گزرا تو کوئی اس سے معترض نہ ہوا تو اس نے پکار کر کہا اللہ اعلم حیث یجعل رسالاتہ۔

باب ۱۰

حضور علیہ السلام کا اہل بیت کی تکالیف کے متعلق اشارہ

حضور علیہ السلام نے فرمایا میری امت کی طرف سے میرے اہل بیت کو قتل و جلاوطنی کی تکالیف پہنچیں گی اور ہماری قوم سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے بنو امیہ، بنو مغیرہ اور بنو مخزوم ہیں۔ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور اس پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ اس روایت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن ماجہ نے بیان کیا ہے کہ حضور علیہ السلام نے بنی ہاشم کے کچھ نوجوانوں کو دیکھا تو آپ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ آپ سے دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مقابلہ میں ہمارے لئے آخرت کو پسند فرمایا ہے اور میرے بعد میرے اہل بیت مصائب اور جلاوطنی کا نشانہ بنیں گے۔

ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ لوگوں میں سب سے پہلے قریش ہلاک ہوں گے اور آل قریش میں سے میرے اہل بیت ہلاک ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کے بعد باقی رہنے والوں کا کیا حال ہوگا؟ فرمایا گدھے کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے تو اس کی زندگی کیا ہوتی ہے۔

ثابت قدم رکھے اور گمراہ کو ہدایت دے اور جاہل کو علم دے اور میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا بھی کی ہے کہ وہ تم کو کریم' نجیب اور رحیم بنا دے اور اگر کوئی آدمی رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر نمازیں پڑھے اور روزے رکھے پھر وہ آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بغض رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ملے تو وہ آگ میں داخل ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے جس نے میرے اہل بیت کو برا بھلا کہا تو وہ اللہ تعالیٰ اور اسلام سے مرتد ہو جانے والا ہے اور جس نے میری اولاد کے بارے میں مجھے ایذا دی اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہوگی اور جس نے مجھے میری اولاد کے بارے میں ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اہل بیت پر ظلم کرنے والے' ان سے جنگ کرنے والے اور انہیں گالی دینے والے پر جنت کو حرام کر دیا ہے۔ اے لوگو! قریش اہل جنگ ہیں جس نے انہیں مصیبت میں ڈالنے کی ٹھانی اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ نتھنوں کے بل گرائے گا۔ جو قریش کی ذلت کا خواہاں ہوگا اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرے گا۔ میں نے اور ہر مقبول نبی نے پانچ یا چھ بار کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والے' تقدیر الٰہی کے منکر' محارم الٰہی کو حلال کرنے والے' میری اولاد کی بے حرمتی کرنے والے اور تارک سنت پر لعنت فرمائی ہے۔

سے رسول کریم ﷺ کے طریقہ وسنت کے مطابق چلیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کو مدنظر رکھیں کہ ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم اور حضور علیہ السلام کے اس قول کو ملحوظ رکھیں کہ آپ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے کون سا آدمی زیادہ قابل عزت ہے؟ فرمایا:

اکرمھم عنداللہ اتقاھم للہ — ان میں زیادہ قابل اکرام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے۔

پھر فرمایا ان کے جاہلیت کے زمانہ کے اچھے لوگ جب دین کو سمجھ جائیں تو اسلام میں بھی اچھے ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں کوئی آدمی کسی آدمی سے سوائے تقویٰ کے مکرم نہیں ہوسکتا۔ احمد کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوذر سے فرمایا تو کسی احمر واسود سے بہتر نہیں سوائے اس کے کہ تو اس سے تقویٰ میں بڑھ جائے۔ انہوں نے اور دوسروں نے بھی بیان کیا ہے کہ اے لوگو! تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی سیاہ کو سرخ پر سوائے تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں۔ تم میں سے اللہ کے نزدیک وہ شخص بہتر ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرتا ہے اور طبرانی میں ہے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی کو دوسرے پر سوائے تقویٰ کے کوئی فضیلت نہیں۔ صحیح حدیث میں ہے اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ رسول کریم ﷺ نے لوگوں کے سامنے مسجد میں خطبہ دیا۔ آپ کے خطبہ میں ایک بات یہ بھی تھی کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے اس عیب یعنی آباؤاجداد پر فخر کرنے کے عیب کو دور کر دیا ہے۔ لوگ دو طرح کے ہیں۔ ایک نیک متقی اور اللہ کو پیارے' دوسرے شقی جن کی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یاایھا الناس انا خلقناکم من ذکروانثی وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم ان اللہ علیم خبیر — اے لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں تعارف کی خاطر شعوب وقبائل میں تقسیم کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے وہی زیادہ قابل عزت ہے جو زیادہ تقویٰ سے کام لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔

پھر آپ نے فرمایا میں اپنے متعلق یہ بات کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمہارے لئے بخشش طلب کرتا ہوں اور ایک روایت میں ہے جس کی سند حسن ہے کہ بالضرور ایسی اقوام بھی ہوں گی جو اپنے فوت شدہ آباؤاجداد پر فخر کریں گی۔ وہ تو صرف جہنم کے کوئلے ہیں یا وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک اس گبریلے سے بھی زیادہ حقیر ہیں۔ جسے وہ اپنے ناک سے لڑھکاتا پھرتا

معنی یہ ہیں کہ میرا دوست وہ ہوگا جو صالح ہوگا۔ اگر چہ وہ نسب کے لحاظ سے مجھ سے دور ہی ہو اور دوسروں کے نزدیک۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ میں قرابت کی وجہ سے کسی سے دوستی نہیں کرتا اور میں خدا سے اس لئے محبت رکھتا ہوں کہ اس کا بندوں پر واجب حق ہے اور صالح مومنین سے میں خدا کی رضامندی کی خاطر محبت رکھتا ہوں اور ایمان وصلاح سے دوستی رکھنے والوں سے میں دوستی رکھتا ہوں خواہ میرے رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں لیکن میں اپنے رشتہ داروں کے حقوق کا خیال رکھتا ہوں اور میں ان سے صلہ رحمی کروں گا اور یہ اس حدیث کی مؤید ہے کہ ہر متقی آل محمد (ﷺ) میں سے ہے۔ جب ہاشمی نے ابی عنیاء سے کہا کہ تو ہر نماز میں **اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد** کہہ کر مجھ پر درود پڑھتا ہے پھر مجھ سے لاپروائی کیوں کرتا ہے؟ اس نے جواب دیا میری مراد طیب اور طاہر لوگوں سے ہوتی ہے اور تو ان میں شامل نہیں ہے۔

ایک انصاری کو کسی نے خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ اس نے کہا اس نے مجھے بخش دیا ہے۔ اس نے کہا کس چیز کے باعث؟ اس نے کہا اس مشابہت کی وجہ سے جو میرے اور رسول کریم ﷺ کے درمیان تھی۔ اس سے پوچھا گیا تو شریف ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پوچھا گیا پھر یہ مشابہت کہاں سے آئی؟ اس نے کہا جیسے کتے کو چرواہے سے مشابہت ہوتی ہے۔ ابن العدیم کہتے ہیں میں نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ اس نے اپنے آپ کو انصار کی طرف منسوب کیا ہے۔ ایک اور آدمی نے اس کی تاویل میں کہا ہے کہ اس نے اپنے آپ کو علم خصوصاً علم حدیث کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ مجھ پر بکثرت درود پڑھنے والا میرے سب سے زیادہ قریب ہوگا اور وہ آپ پر بکثرت درود پڑھا کرتا تھا۔

تنبیہہ:

جو لوگ کفاءۃ کو نکاح میں معتبر خیال نہیں کرتے انہوں نے آیت اور گزشتہ احادیث سے تمسک کیا ہے لیکن جمہور نے کفاءۃ کا اعتبار کیا ہے لیکن جو بات بیان کی گئی ہے اس کا کوئی شاہد نہیں کیونکہ اس بات کا مقصد یہ ہے کہ یہ چیز آخرت میں سودمند نہ ہوگی۔ ہماری گفتگو اس بارے میں نہیں بلکہ گفتگو اس امر میں ہے کہ کیا عقلمند لوگ دنیا میں عالی نسب ہونے پر فخر کرتے ہیں یا نہیں۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ اس بات پر فخر کیا جاتا ہے اور جسے دلی نسب میں کفاءت نہ رکھنے والے کے ساتھ نکاح پر مجبور کرے گا اسے خسارے اور عار کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا بلکہ

نے خواب میں حضرت فاطمۃ الزہرا کو دیکھا کہ وہ مسجد الحرام میں ہیں اور لوگ انہیں سلام کہہ رہے ہیں۔ انہوں نے سلام کیا تو آپ نے تین بار اعراض سے کام لیا۔ ان کے دل میں غصہ پیدا ہوا اور انہوں نے اعراض کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میرا بچہ فوت ہو گیا اور تو اس پر نماز نہیں پڑھتا تو انہوں نے ادب اختیار کیا اور نماز نہ پڑھنے کی جو زیادتی انہوں نے کی تھی اس کا اعتراف کیا۔

تقی مقریزی، یعقوب مغربی سے بیان کرتے ہیں کہ وہ جب ۸۱۷ھ میں مدینہ میں تھے تو انہیں شیخ عابد محمد فارسی نے روضہ مکرمہ میں کہا کہ میں بنی حسین کے اشراف مدینہ سے رفض کی مدد کی وجہ سے بغض رکھا کرتا تھا۔ میں رسول کریم ﷺ کی قبر شریف کی طرف منہ کر کے سویا ہوا تھا۔ آپ نے میرا نام لے کر فرمایا کیا وجہ ہے کہ تو میری اولاد سے بغض رکھتا ہے؟ میں نے کہا مجھے اس بات سے خدا بچائے میں انہیں برا نہیں سمجھتا میں تو صرف اس تعصب کی وجہ سے ناپسند کرتا ہوں جو انہوں نے اہل سنت کے بارے میں اختیار کیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو فقہ کا مسئلہ ہے کیا عاق کیا ہوا بچہ نسب کے ساتھ نہیں ہوتا؟ میں نے عرض کیا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ایسا ہی ہوتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا یہ عاق کیا ہوا بچہ ہے۔ جب میں بیدار ہوا تو بنی حسین کے ہر آدمی کا از حد اکرام کرنے لگا۔

رئیس الشمس العمری سے روایت بیان کی گئی ہے وہ کہتے ہیں کہ جمال محمود عجمی محتسب اور اس کے نائب اور پیروکار، سید عبدالرحمن طباطبی کے گھر گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ محتسب نے اجازت طلب کی۔ وہ باہر نکلے تو انہیں محتسب کی آمد بہت گراں گزری۔ اس نے کہا میں اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں تا کہ آپ مجھ سے درگزر فرمائیں۔ نے کہا کیا بات ہے اس نے کہا آپ جب کل شام سلطان ظاہر کے پاس رقوق میں مجھ سے اوپر بیٹے ہوئے تھے تو یہ بات مجھ پر گراں گزری اور میں نے اپنے دل میں کہا یہ مجھ سے اوپر کیسے بیٹھ سکتا ہے۔ جب رات ہوئی تو میں نے رسول کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا اے محمود کیا تو میرے بیٹے سے نیچے بیٹھنا ناپسند کرتا ہے۔ اس وقت شریف رو پڑا اور کہنے لگا اے آقا میری کیا حیثیت ہے۔ یہاں تک کہ حضور علیہ السلام مجھے نصیحت کرتے رہے اور ساری جماعت رو پڑی پھر انہوں نے آپ سے دعا کی درخواست کی اور واپس آ گئے۔

تقی بن فہد حافظ ہاشمی مکی نے بیان کیا ہے کہ میرے پاس شریف عقیل بن ھمیل آئے اور وہ امرائے ہواشم میں سے تھے۔ انہوں نے مجھ سے رات کا کھانا طلب کیا۔ میں نے معذرت

تقی مقریزی کہتے ہیں کہ یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ سلطان نے شریف مرواح بن مقبل بن مختار بن مقبل بن محمد بن راجح بن ادریس بن حسن بن ابی عزیز بن قتادہ بن اویس بن مطاعن الحسنی کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی یہاں تک کہ ان کی آنکھوں کے ڈیلے پھوٹ کر بہنے لگے۔ ان کا دماغ متورم ہوگیا اور پھول کر بدبو دینے لگا۔ وہ ایک مدت بعد عمان سے مدینہ گئے اور قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر اپنی تکلیف کی شکایت کی اور رات وہیں گزاری۔ انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے ان کی آنکھوں پر اپنے ہاتھ شریف کو پھیرا ہے۔ صبح ہوئی تو انہیں نظر آنے لگا اور ان کی آنکھیں جیسی تھیں ویسی ہو گئیں اور یہ بات مدینہ میں مشہور ہو گئی پھر وہ قاہرہ آئے تو سلطان ان سے اس گمان کی بنا کر ناراض ہو گیا کہ ان کو سلائی پھیرنے والے ان سے محبت کرنے والے ہیں۔ اس کے پاس عادل گواہی گزاری گئی کہ انہوں نے ان کے ڈیلوں کو بہتے ہوئے دیکھا ہے اور وہ مدینہ میں اندھے ہونے کی حالت میں آئے تھے پھر وہ دیکھنے لگے۔ انہوں نے اپنی رویا بیان کی جس سے سلطان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔

مجھے بعض ان صالح اشراف نے بتایا ہے جن کی صحت نسبت وصلاح اور ان کے آباء کے اچھا ہونے پر اتفاق ہے کہ میں مدینہ شریف میں تھا۔ میں نے ایک شریف کو کسٹم والے کے پاس دیکھا جو اسی کا کھانا کھا رہا تھا اور اسی کا لباس پہنے تھا۔ مجھے یہ بات سخت ناگوار گزری اور اس شریف کے متعلق میرا اعتقاد خراب ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے رات گزاری تو میں نے رسول کریم ﷺ کو ایک بھری مجلس میں دیکھا۔ لوگوں نے آپ کو صف در صف گھیرا ہوا ہے اور میں بھی اس حلقہ کے کھڑے ہوئے لوگوں میں سے ایک ہوں۔ اچانک ایک آدمی بلند آواز سے کہتا ہے اپنے اپنے کاغذات نکالو۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایسے کاغذات آپ کے حضور لائے گئے جن پر شاہی فرمان لکھے جاتے ہیں اور انہیں حضور علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا گیا۔ ایک آدمی ان کاغذات کو حضور کے سامنے پیش کرتا جاتا ہے اور پھر ان لوگوں کو یہ کاغذات دیتا جاتا ہے جن کے یہ کاغذات ہیں۔ جس کا نام نکلتا ہے اس کو وہ کاغذ دے دیتا ہے۔ وہ آدمی کہتا ہے سب سے پہلا اور بڑا کاغذ اس شخص کا تھا جسے میں ناپسند کرتا تھا۔ اس کا نام لیا گیا تو وہ حلقہ کے درمیان سے نکل کر حضور علیہ السلام کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ آپ نے حکم دیا کہ اس کے کاغذات اسے دے دیئے جائیں۔ وہ انہیں لے کر بہت خوش ہوا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر میرے دل میں جو کچھ بھی اس شخص کے بارے میں ناراضگی تھی وہ جاتی رہی اور مجھے اس پر اعتقاد ہو گیا اور مجھے یہ بھی علم ہو گیا کہ یہ شخص جمیع حاضرین سے مقدم ہے اور مجھ پر واضح ہو گیا کہ اس کا اس کسٹم

رہے ہیں اوران کے ساتھ دوسرے گھوڑے پر سید عبدالقادر جیلانی بھی ہیں۔ انہوں نے کہا مولانا آپ بڑی ہمت کے ساتھ کہاں جارہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ابی نمی کی مدد کے لئے۔ یہ رؤیا اس فاجر کے حملہ کے عین مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ناکام ونامراد کیا اور لوگوں نے اس عجیب وغریب واقعہ کے بارے میں بے شمار ایسی خوابیں دیکھی ہیں جن میں ابی نمی اوراس کی اولاد کی سلامتی کی طرف اشارہ تھا۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ یمن کا ایک صالح آدمی عیال کے ساتھ سمندر کے ذریعہ حج کو چلا۔ جب وہ جدہ پہنچا تو اسے کسٹم والوں نے تلاش کیا حتیٰ کہ عورتوں کے کپڑوں کے نیچے بھی دیکھا تو وہ غضبناک ہوکر حاکم مکہ سید برکات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حضور متوجہ ہوا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم ﷺ اس سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا یارسول اللہ آپ ایسا کیوں کررہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کیا تو نے تاریکی میں اس شخص کو نہیں دیکھا جو میرے اس بیٹے سے زیادہ ظالم ہے تو وہ مرعوب ہوکر بیدار ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کی کہ وہ اشراف میں سے کسی سے معترض نہیں ہوگا۔ جو کچھ ہو چکا، ہو چکا۔

ایک صالح آدمی نے بیان کیا کہ مصر میں ایک بدکار آدمی نے بدکاری کے لئے ایک شریف زادی کو زبردستی پکڑ لیا اور وہ سلطان کے قریبی آدمیوں میں سے تھا۔ کہتا ہے وہ عورت حیران ہوئی کیونکہ عشاء کی نماز بھی پڑھی جا چکی تھی اور اب اس اقدام کے سوا اور کوئی کام نہ تھا۔ اس عورت نے ایک صالح آدمی سے توسل کیا۔ ابھی وہ تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سلطان نے اسے بلایا اور گرفتار کرلیا اور وہ شریف زادی صحیح سلامت بچ گئی اوراس شریف زادی کی برکت سے یہ گرفتاری جلد ہی اس فاجر کے لئے پیغام اجل بن گئی۔

مجھے ایک طالب علم نے بتایا کہ فاس شہر میں ایک آدمی پر قتل ثابت ہوگیا۔ قاضی نے اس کے قتل کا حکم صادر کردیا۔ بادشاہ نے قاضی کی طرف پیغام بھیجا کہ اسے قتل نہ کرو۔ قاضی نے کہا اس کا قتل تو ضروری ہے۔ دوسرے روز اس نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تو بادشاہ نے پیغام بھیجا کہ میں نے دوبارہ رسول کریم ﷺ کو یہی فرماتے سنا ہے مگر قاضی نے بات نہ سنی۔ تیسرے روز بھی اس نے یہی ارادہ کیا تو بادشاہ نے تیسرے روز بھی یہی پیغام بھیجا تو قاضی نے کہا ہم خواب کی بنا پر شریعت کو ترک نہیں کرسکتے۔ خواہ وہ کتنی بار آئے اور اسے قتل کے لئے لے گئے۔

کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی ولی الدم کو نیکی کرنے کی تلقین کرتا ہے کیونکہ لوگ اس سے معافی مانگ مانگ کر عاجز آگئے تھے اور وہ معاف نہ کرتا تھا اور اس نے صرف اس سے بات کی اور

بچنا چاہئے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے جیسا کہ احمد بن منیع اور ابو یعلیٰ نے حدیث بیان کی ہے کہ اے علی! تیرا محب مفرط اور تیرے بغض میں کوتاہی کرنے والا دونوں آگ میں داخل ہوں گے اور حضرت زین العابدین نے اہل بیت کے متعلق کیا ہی خوب فرمایا ہے۔ اے لوگو! ہم سے اسلام کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ تمہارا ہم سے دائمی محبت رکھنا ہمارے لئے عار بن گیا ہے اور دوسری مرتبہ آپ نے فرمایا اے عراقیو! ہم سے اسلام کی محبت کی وجہ سے محبت رکھو۔ تمہارا ہم سے ہمیشہ محبت رکھنا ہمارے لئے عار کا باعث بن گیا ہے۔

ایک قوم نے آپ کی تعریف کی تو آپ نے انہیں فرمایا تمہیں خدا پر جھوٹ بولنے کی کس نے جرأت دلائی ہے۔ ہم تو اپنی قوم کے صالح آدمیوں میں سے ہیں اور ہمارے لئے یہی بات کافی ہے کہ ہم اپنی قوم کے صالح لوگوں میں سے ہیں۔

ایک آدمی نے جبکہ اہل بیت کی ایک جماعت آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی آپ سے دریافت کیا' کیا آپ میں سے کوئی مفترض الطاعت بھی ہے؟ انہوں نے جواب دیا جس نے ہمارے بارے میں یہ بات کہی ہے خدا کی قسم وہ کذاب ہے اور حسن بن حسن بن علی نے ایک آدمی کو جوان کے بارے غلو سے کام لیتا تھا فرمایا تمہارا برا ہو ہم سے للہ محبت کرو اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں تو ہم سے محبت کرو اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو۔ ہمارے بارے میں سچ بات کہو کیونکہ جو تم چاہتے ہو اس میں یہ سب سے بلیغ بات ہے اور ہم تم سے اس وجہ سے راضی ہوتے ہیں۔

فائدہ:

حضرت زید بن زین العابدین علی بن الحسین بن علی رضی اللہ عنہم ہشام بن عبدالملک کے پاس گئے اور اسے خلیفہ کہہ کر سلام کہا اور گفتگو کی۔ ہشام کو آپ سے خوف محسوس ہوا۔ کہنے لگا آپ خلافت کے امیدوار ہیں۔ آپ ایک لونڈی زادے ہو کر اس کی خواہش کیسے کر سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا امیر المومنین! آپ کا مجھ کو یہ عار دلانا اچھا نہیں۔ اگر آپ چاہیں تو میں اس کا جواب دوں اگر چاہیں تو خاموش رہوں۔ اس نے کہا آپ جواب دیں۔ آپ کیا اور آپ کا جواب کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی نبی سے کوئی آدمی بڑا نہیں جسے اس نے رسول بنا کر بھیجا ہو۔ اگر ام الولد انبیاء و رسل تک پہنچنے سے قاصر ہوتی تو حضرت اسماعیل بن حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نبی بنا کر نہ بھیجتا۔ ان کی ماں حضرت اسحاق کی ماں کے ساتھ ایسے تھی جیسے میری ماں تیری ماں کے ساتھ ہے۔ خدا تعالیٰ کو کسی نے اسے نبی بنا کر بھیجنے سے نہیں روکا اور وہ خدا

تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔ حضرت ابو بکر فرماتے ہیں میں نے یمن میں اپنی ضرورت کو پورا کیا اور پھر شیخ کے پاس الوداع کے لئے آیا تو اس نے کہا میں نے اس نبی کے بارے کچھ شعر کہے ہیں کیا تو انہیں میری طرف سے لے جائے گا۔ میں نے جواب دیا ہاں تو اس نے کہا:

(ترجمہ) ''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ میں نے خود کو اور اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے اور میں قبیلے میں' جائے امن ہو گیا ہوں اور میں تین سو نوے سال زندہ رہا ہوں اور زمانے میں آدمی کے لئے بڑی عبرت ہے۔''

اس کے بعد اس نے متعدد اشعار سنائے جن میں سے یہ شعر بھی ہیں۔

(ترجمہ) ''میری طاقت کا شرارہ بجھ چکا ہے اور میں نے ایک ایسے بوڑھے کو پایا ہے جس سے بغض و عداوت نہیں رکھ سکتا۔ میں ہمیشہ ہی اعلانیہ اور خفیہ طور پر جس شہر میں اترا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتا رہا۔ پس رسول اللہ ﷺ کو میری طرف سے سلام پہنچا دینا۔ میں ان کے دین پر زندہ ہوں اگرچہ میں مر جاؤں۔''

حضرت ابو بکر فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی وصیت اور اشعار کو حفظ کر لیا اور مکہ آ گیا اور حضور علیہ السلام کی بعثت ہو چکی تھی۔ میرے پاس عقبہ بن ابی معیط' شیبہ بن ربیعہ' ابو جہل بن ہشام اور قریش کے صنادید آئے۔ میں نے ان سے پوچھا آپ لوگوں کو کوئی مصیبت آئی ہے یا کوئی عظیم بات وقوع پذیر ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا ابو بکر! بڑی بات ہوئی ہے اور سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ابو طالب کا یتیم بھتیجا اپنے آپ کو نبی خیال کرتا ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے تو ہم انتظار نہ کرتے۔ اب جب آپ آ گئے ہیں تو آپ ہی اس معاملہ کو نپٹائیں۔ حضرت ابو بکر فرماتے ہیں میں نے انہیں آپ (ﷺ) کے متعلق بہت بری باتیں کرتے پایا۔ میں نے حضرت نبی کریم ﷺ کے متعلق پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ آپ حضرت خدیجہ کے گھر میں ہیں۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو آپ باہر تشریف لائے۔ میں نے کہا اے محمد (ﷺ) آپ اپنے گھر والوں سے الگ ہو گئے ہیں اور انہوں نے آپ پر فتنہ کا اتہام لگایا ہے اور آپ نے اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ دیا ہے؟ آپ نے فرمایا اے ابو بکر! میں تیری اور ان سب لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول بن کر آیا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیے۔ میں نے کہا آپ کے پاس اس بات کی کیا دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شیخ جسے آپ یمن میں ملے تھے۔ میں نے کہا یمن میں میں کتنے ہی مشائخ سے ملا ہوں' خرید و فروخت کی ہے' مال دیا اور لیا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شیخ جس نے آپ کو اشعار دیئے ہیں۔ میں نے پوچھا میرے دوست آپ کو یہ خبر کس نے دی

کے قائم ہونے سے پہلے ایک قوم ظاہر ہو گی جنہیں رافضی کہا جائے گا۔ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہ ہو گا پھر اس بات کی ایمان و معرفت بھی ضروری ہو گی کہ نبیوں اور مرسلوں کے بعد سب سے افضل اور بہتر اور رسول کریم ﷺ کی خلافت کے زیادہ حقدار ابو بکر صدیق عتیق عبداللہ بن ابو قحافہ عثمان رضی اللہ عنہ ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد روئے زمین پر ان اوصاف کا حامل کوئی دوسرا شخص موجود نہ تھا جن کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں پھر ان کے بعد ان اوصاف کے حامل علی الترتیب حضرت عمر فاروق' حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم حوض کوثر سے سیراب ہونے والے ہیں جو رسول کریم ﷺ کے داماد تھے۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکات ہوں۔ ان کی محبت اور ان کے فضل کی معرفت سے دین قائم ہوا' سنت مکمل ہوئی اور دلیل صحیح قرار پائی۔

ہم بغیر کسی استثناء اور شک و شبہ کے عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی گواہی دیتے ہیں اور وہ حضرت نبی کریم ﷺ کے مندرجہ ذیل اصحاب ہیں۔ حضرت ابو بکر' حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت زبیر' حضرت سعد' حضرت سعید' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ ان لوگوں سے فضل و خیر میں کوئی شخص آگے نہیں بڑھ سکتا اور ہم ان سب لوگوں کے بارے میں جن کے متعلق رسول کریم ﷺ نے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے شہادت دیتے ہیں کہ وہ جنتی ہیں۔ سید الشہداء حضرت حمزہ اور حضرت جعفر طیار جنتی ہیں اور حضرت حسن اور حسین نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں اور ہم جمیع مہاجرین و انصار جنہوں نے بیعت رضوان کی پھر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت جبرائیل علیہ السلام کی زبان مبارک سے ہوئی جسے قرآن پاک میں قیامت تک پڑھا جائے گا کے بارے میں گواہی دیتے ہیں کہ وہ بھی جنت میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ہوں گی اور وہ دنیا و آخرت میں ام المومنین ہیں۔ جو شخص اس بارے میں شک کرے یا طعن کرے یا توقف سے کام لے تو اس نے کتاب اللہ کی تکذیب کی اور رسول کریم ﷺ کی لائی ہوئی تعلیم کے بارے میں شک کیا اور اسے غیر اللہ کا کلام خیال کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **یعظکم اللہ ان تعودو المثلہ ابدا ان کنتم مومنین**۔ اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومنین ہو تو دوبارہ ایسا کام نہ کرنا اور جو شخص اس کا انکار کرے اس کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم تمام اصحاب رسول کریم ﷺ سے حسب مراتب محبت رکھتے ہیں جو پہلے ہے وہ پہلے ہے۔ ہم ابو عبدالرحمٰن معاویہ بن ابی سفیان جو حضرت ام حبیبہ زوجہ رسول کریم ﷺ کے بھائی اور تمام مومنین کے

بدعتی کو سلام کہا اس نے حضرت نبی کریم ﷺ کے قول کے مطابق اس سے محبت کی کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ آپس میں سلام کو رواج دو۔ اس طرح تم آپس میں محبت کرنے لگو گے۔ بدعتیوں کے پاس نہ بیٹھو نہ ان کے قریب جاؤ اور نہ ہی انہیں عید اور خوشی کے مواقع پر مبارکباد دو اور جب وہ مر جائیں تو ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھو اور نہ ان کے لئے رحم کی دعا کرو بلکہ حضور علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس نے خدا کی خاطر بدعتی کی طرف بغض کی نظر سے دیکھا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن و ایمان سے بھر دے گا اور جس نے اسے ڈانٹا اللہ تعالیٰ سخت گھبراہٹ کے روز اس کو سکون بخشے گا اور جس نے اسے حقیر سمجھا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے سو درجات بلند کر دے گا اور جو اسے خندہ روئی سے ملا یا ایسی صورت میں جس سے اسے خوشی ہو اس نے رسول کریم ﷺ پر نازل شدہ تعلیم کا استخفاف کیا۔

حضرت مغیرہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب تک بدعتی بدعت کو ترک نہ کر دے اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو قبول کرنے سے انکار فرماتا ہے اور فضیل بن عیاض فرماتے ہیں جس نے بدعتی سے محبت کی اللہ تعالیٰ اس کے اعمال ضائع کر دے گا اور اس کے دل سے نورِ ایمان کو خارج کر دے گا اور جب اللہ تعالیٰ کسی آدمی کو دیکھتا ہے کہ وہ بدعتی سے بغض رکھتا ہے تو مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ خواہ اس شخص کے عمل تھوڑے ہی ہوں وہ اسے بخش دے گا۔ جب تو کسی راستے سے بدعتی کو دیکھے تو دوسرا راستہ اختیار کر لے۔

فضیل بن عیاض فرماتے ہیں میں نے سفیان بن عیینہ کو فرماتے سنا ہے کہ بدعتی کے جنازہ کے پیچھے جانے والا جب تک واپس نہ آ جائے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مورد رہتا ہے اور رسول کریم ﷺ نے بدعتی پر لعنت فرمائی ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں جس نے کوئی نئی چیز پیدا کی یا بدعتی کو پناہ دی اس پر اللہ تعالیٰ' فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہوگی اور اس کے فرائض اور نوافل میں سے کچھ بھی قبول نہ کیا جائے گا۔

والے پہلے شخص تھے۔ آپ ہی کے ذریعے دین قائم اور غالب ہوا۔ آپ سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں اور یہ ایک واضح بات ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ ایک روز ہم در مصطفیٰ ﷺ پر ایک دوسرے کے فضائل کا تذکرہ کر رہے تھے کہ رسول کریم ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا کیا آپ لوگوں میں ابوبکر موجود ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا نہیں۔ آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص کسی کو ابوبکر پر فضیلت نہ دے۔ وہ دنیا و آخرت میں تم سب سے افضل ہیں۔

ابوالدرداء کی یہ روایت تو مشہور ہی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے مجھے حضرت ابوبکر کے آگے چلتے دیکھا تو فرمایا ابوالدرداء تم ایسے شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے بہتر ہے۔ نبیوں اور مرسلوں کے بعد سورج ابوبکر سے بہتر آدمی پر طلوع و غروب نہیں ہوا۔

ایک طرح سے یہ روایت یوں آئی ہے کہ کیا تو اس شخص کے آگے چلتا ہے جو تم سے بہتر ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ' ابوبکر مجھ سے بہتر ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ سب اہل مکہ سے افضل ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ (ﷺ) ابوبکر مجھ سے اور تمام اہل مکہ سے بہتر ہیں؟ فرمایا سب اہل مدینہ سے بھی۔ اس نے کہا یا رسول اللہ (ﷺ)' ابوبکر مجھ سے اور اہل حرمین سے بہتر ہیں؟ فرمایا زمین و آسمان میں نبیوں اور مرسلوں کے بعد ابوبکر سے بہتر کوئی نہیں۔

ہم بہت سی روایات کا ذکر کریں گے جن میں حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم کو بہترین شخص قرار دیا گیا ہے۔

ان میں ایک روایت ابی عقال کی ہے جسے امام مالک نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی سے منبر پر سوال کیا گیا کہ رسول کریم ﷺ کے بعد بہترین آدمی کون ہے؟ آپ نے فرمایا ابوبکر پھر عمر پھر عثمان پھر میں۔ اگر میں نے یہ بات رسول کریم ﷺ سے نہیں سنی تو میرے کان بہرے ہو جائیں اور میری آنکھیں اندھی ہو جائیں۔ اگر میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے نہیں دیکھا کہ ابوبکر اور عمر سے اعدل' افضل' پاکباز اور بہتر آدمی پر سورج طلوع و غروب نہیں ہوا۔

محمد بن حنفیہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے اپنے والد حضرت علی سے پوچھا اور میں آپ کی گود میں تھا۔ اے میرے باپ! رسول کریم ﷺ کے بعد لوگوں میں بہتر آدمی کون ہے؟ فرمایا ابوبکر۔ میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا عمر۔ پھر میں نے نوعمری میں کہہ دیا پھر آپ۔ فرمایا تیرا باپ تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہے جو ان کے لئے ہے وہ اس کے لئے ہے اور جو ان پر ذمہ

تبوؤا الدار والایمان والذین جاؤ امن بعد هم ۔کوشش کر کہ تو ان مراتب سے باہر نہ رہے۔

اخبرنا ابوسعید الشریحی انبانا ابواسحاق الثعلبی انبانا عبداللہ بن جلید' حدثنا احمد بن عبداللہ بن سلیمان حد ثنا ابن نمیر حد ثنا ابی عن اسماعیل بن ابراھیم عن عبدالملک بن عمیر مسروق عن عائشه ۔وہ فرماتی ہیں تمہیں حضرت نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے متعلق استغفار کا حکم دیا گیا ہے اور تم نے انہیں برا بھلا کہا۔ میں نے تمہارے نبی کو فرماتے سنا ہے کہ یہ امت ختم نہ ہو گی جب تک اس کا آخری حصہ پہلے پر لعنت نہ کرے گا۔

مالک بن معرور کہتے ہیں عامر بن شراحیل الشعبی نے کہا اے مالک! یہود و نصاریٰ ایک بات میں رافضیوں سے بڑھ گئے ہیں۔ یہود سے پوچھا گیا تمہاری ملت کے بہترین آدمی کون ہیں؟ انہوں نے کہا اصحاب موسیٰ علیہ السلام۔ نصاریٰ سے پوچھا گیا تمہاری ملت کے بہترین آدمی کون ہیں؟ انہوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام کے حواری۔ رافضیوں سے پوچھا گیا تمہاری ملت کے بدترین آدمی کون ہیں؟ انہوں نے کہا اصحاب محمد ﷺ۔ انہیں ان کے متعلق استغفار کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے انہیں گالیاں دیں' ان پر قیامت تک تلوار سونتی رہے گی۔ ان کی کوئی حجت قائم نہ ہو گی اور نہ ان کو ثابت قدمی حاصل ہو گی نہ ان میں وحدت پیدا ہو گی۔ جب کبھی انہوں نے جنگ کے لئے آگ جلائی خدا تعالیٰ نے ان کی خونریزی' ان کی جمعیت کی پراگندگی اور ان کے دلائل کو ختم کر کے اسے بجھا دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو ان کی گمراہ کن خواہشات سے بچائے۔

مالک بن انس فرماتے ہیں جو اصحاب رسول ﷺ میں سے کسی کی تنقیص کرے گا یا اس کے دل میں ان کے بارے میں کینہ ہو گا اسی کا فئی میں کوئی حق نہ ہو گا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی **ما أفاء اللہ علی رسوله من اهل القری فللہ وللرسول** یہاں تک کہ آپ اس آیت تک آئے **للفقراء المهاجرین والذین تبوؤا الدار والایمان والذین جاؤا من بعد هم الی قوله رؤف رحیم**۔

بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے قول ثانی اثنین کے بارے میں نقل کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا تو میرا یار غار اور حوض کوثر پر میرا ساتھی ہے۔

کلام میں عنقریب بیان ہو گا مگر اسے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ سبکی نے اس بارے میں طویل گفتگو کی ہے۔ میں اس کے کلام کا خلاصہ مع زائد بیان کے جو اس مسئلہ اور اس کے توابع سے تعلق رکھتا ہے ذکر کرتا ہوں اور اس پر میں آیات اور دیگر باتوں کو اپنی طرف سے اضافہ بھی کروں گا۔ پس میں کہتا ہوں کہ بعض لوگوں نے یہ دعوی کیا ہے کہ یہ رافضی آدمی ناحق قتل کیا گیا تھا اور سبکی نے اپنی سمجھ کے مطابق اس مدعی کی تردید کرتے ہوئے اسے بہت برا بھلا کہا ہے اور اسے اپنا مذہب بتایا ہے مگر ہمارے مذہب میں جیسا کہ تجھے علم ہو جائے گا۔ ایسے آدمی کی تکفیر نہیں کی جاتی۔ اس نے کہا ہے کہ جو کہتا ہے کہ وہ ناحق قتل کیا گیا ہے اس نے جھوٹ بولا ہے۔ اس کا قتل برحق ہے کیونکہ وہ کافر تھا اور اپنے کفر پر مصر تھا اور ہم نے صرف یہ کہا ہے کہ وہ کئی امور کا کافر تھا۔

اوّل:

یہ کہ رسول کریم ﷺ نے حدیث صحیح میں بیان کیا ہے کہ جو شخص کسی پر کفر کی تہمت لگائے یا اسے دشمن خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو تو وہ بات اس پر لوٹ پڑتی ہے اور ہم اس بات پر پختگی سے قائم ہیں کہ حضرت ابوبکر مومن ہیں اور دشمن خدا نہیں۔ اس لئے اس نص حدیث کے مطابق حضرت ابوبکر کے متعلق کہی گئی کفر کی بات' قائل پر لوٹ پڑے گی۔ خواہ اس نے کفر کا اعتقاد نہ کیا ہو جیسے کہ قرآن کریم کو گند میں پھینکنے والے کی تکفیر کی جاتی ہے۔ خواہ وہ اسے کفر اعتقاد نہ کرتا ہو۔ حضرت امام مالک نے اس حدیث کو خوارج اور امت کے عظیم آدمیوں کی تکفیر کرنے والوں پر محمول کیا ہے۔ میں نے اس حدیث سے جو استنباط کیا ہے وہ امام مالک کے بیان کے مطابق ہے یعنی وہ امام مالک کے قواعد کے موافق ہے۔ نہ کہ شافعی کے قواعد کے موافق۔ عنقریب مالکیوں کا بیان آئے گا کہ وہ اس بارے میں کس پر اعتماد کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ حدیث خبر واحد ہے مگر تکفیر کے حکم میں خبر واحد پر عمل کیا جاتا ہے اور اگر وہ انکار کرے تو اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ ظنی منکر کی تکفیر نہیں کی جاتی بلکہ قطعی منکر کی تکفیر کی جاتی ہے۔ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر امام مالک نے اس حدیث کو خوارج پر محمول کیا ہے تو یہ ایک ضعیف قول ہے کیونکہ صحیح مذہب ان کی عدم تکفیر کرتا ہے۔ اس میں اعتراض یہ ہے کہ اس کے ضعف کی توجیہ تو تب کی جائے گی اگر ان سے خروج وقتال وغیرہ کے سوا اور کوئی تکفیر کرنے والا سبب ظاہر نہ ہو۔ پس خوارج نے ان کے ایمان کے متحقق ہو جانے کے باوجود انہیں کافر کہا ہے۔ پس یہ کافر کیوں نہ

بہترین دلیل ہے۔ اس کے ساتھ حلیہ کی حدیث بھی مل جاتی ہے۔:

من اذی لی ولیا فقد اذفتہ الحرب کہ جو میرے ولی کو اذیت دیتا ہے تو میں اس سے جنگ کے لئے چیلنج کرتا ہوں۔

حدیث صحیح میں ہے کہ مومن پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کی طرح ہے اور حضرت ابوبکر مومنین کے اولیاء میں سے سب سے بڑے ہیں۔ پس اس رافضی کے قتل کے بارے میں یہ ماخذ مجھے نظر آیا ہے۔ اگرچہ میں نے فتویٰ اور حکم میں اس کی پیروی نہیں کی اور میرے احتجاج کو گزشتہ حدیث کے ساتھ ملاؤ اور اس رافضی کے ان افعال کو جس کا اظہار واصرار اس نے لوگوں کے سامنے کیا اور اس کی بدعت اور اہل بدعت کے اعلان اور سنت اور اہل سنت کی تحقیر کو دیکھو۔ ان تمام امور شنیعہ کا بحیثیت مجموعی وہ حکم حاصل ہوتا ہے جو ان میں سے ہر ایک کا الگ الگ حاصل نہیں ہوتا اور یہی معنی امام مالک کے قول کے ہیں کہ لوگوں کے سامنے اسی قدر احکام بیان کرو جس قدر ان میں فجور ظاہر ہوتا ہے۔ ہم نہیں کہتے زمانے کے تغیر کے ساتھ احکام بدل جاتے ہیں بلکہ پیش آمدہ صورت کے اختلاف سے حکم بدلتا ہے۔ یہ وہ بات ہے جس نے اس شخص کے قتل کے بارے میں میرے سینہ کو از حد کھول دیا ہے۔

اب رہ گئی بات آپ کو گالی دینے کی۔ اس کے متعلق میں پہلے ذکر کر آیا ہوں اور آئندہ بھی بیان کروں گا اور آپ کو ایذا دینا ایک بہت بڑی بات ہے مگر اس کے لئے کوئی ضابطہ چاہئے۔ اس صورت میں تو سب گناہ آپ کو ایذا دیتے ہیں اور میں نے کسی عالم کے کلام میں یہ بات نہیں پائی کہ صحابی کو گالی دینا قتل کو واجب کرتا ہے سوائے اس کے جو ہمارے بعض اصحاب اور اصحاب ابوحنیفہ کے اطلاق کفر کے متعلق آتا ہے مگر انہوں نے بھی قتل کی تصریح نہیں کی اور ابن المنذر کہتے ہیں کہ میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو رسول کریم ﷺ کے بعد کسی کو گالی دینے والے کا قتل واجب قرار دیتا ہو۔

بعض کوفیوں وغیرہ کی طرف سے قتل کی حکایت بیان ہوئی ہے بلکہ بعض حنابلہ نے بھی احمد سے یہ حکایت بیان کی ہے مگر میرے نزدیک ان کو اس بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ انہوں نے یہ بات ان کے قول سے اخذ کی ہے کہ حضرت عثمان کو گالی دینا زندقت ہے اور میرے نزدیک اس کا یہ مقصد نہیں کہ ان کو گالی دینا کفر ہے ورنہ زندقت نہ ہوتی کیونکہ اس نے ایسا برملا کیا تھا۔ اس کے بیان کردہ قول کا مقصد دوسری جگہ بیان ہوا ہے کہ جس نے حضرت

جو شاذلیہ کے طریق پر صوفیاء کے متکلم ہیں سے سنا ہے۔ انہوں نے اپنے وعظ میں ایک اور تاویل کی ہے اور وہ یہ کہ رسول کریم ﷺ کی کئی تجلیات ہیں جن میں آپ اپنے بعد میں آنے والوں کو بھی دیکھتے ہیں۔ پس یہ خطاب تمام صحابہ کے لئے ہے۔ جو فتح سے پہلے اور بعد میں ہوئے۔ پس اگر آپ کی یہ بات ثابت ہو جائے تو حدیث کے مفہوم میں سب صحابہ شامل ہوں گے وگرنہ وہ ان صحابہ کے لئے ہوگی جو فتح سے پہلے ہوئے ہیں اور اس میں اس کے بعد آنے والوں کو بھی شامل کر دیا جائے گا کیونکہ یہ غیر صحابہ کی نسبت ہے جو فتح سے پہلے والوں کی نسبت فتح کے بعد والے لوگوں کی طرح تھے۔ دونوں صورتوں میں یہ بات واضح ہے کہ ان میں۔ سے ہر ایک کے لئے یہ حرمت ثابت ہے اور نووی وغیرہ کی بات اس بارے میں درست ہے۔

پھر گفتگو اس امر پر ہوگی کہ یہ بعض صحابہ کو گالی دینے کے متعلق ہے۔ بلاشبہ سب کو گالی دینا کفر ہے۔ اسی طرح ان میں سے ایک کو گالی دینا بھی کفر ہوگا کیونکہ وہ بھی صحابی ہے اور اس سے صحبت کا استخفاف ہوتا ہے جس سے آنحضرت ﷺ کا استخفاف ہوتا ہے۔ اس بناء پر اس بات کو طحاوی کے قول کہ ان سے بغض رکھنا کفر ہے پر محمول کیا جائے گا۔ پس تمام صحابہ سے یا کسی ایک صحابی سے بلحاظ صحبت بغض رکھنا بلاشبہ کفر ہے۔ ہاں کسی اور وجہ سے کسی صحابی کو گالی دینا یا بغض رکھنا حتی کہ شیخین سے بھی کفر نہیں۔ شیخین کو گالی دینے والے کے بارے میں قاضی نے دو وجوہات بیان کی ہیں۔

اوّل:

عدم کفر کی وجہ یہ ہے کہ کسی معین صحابی کو گالی دینا یا اپنے کسی خاص دنیوی کام وغیرہ کی وجہ سے اس سے بغض رکھنا جیسے ایک رافضی ان سے بغض رکھتا ہے اور وہ یہ بلحاظ رفض حضرت علی کی تقدیم اور اپنے جاہلانہ اعتقاد کی وجہ سے کرتا ہے کہ شیخین نے حضرت علی پر ظلم کیا ہے حالانکہ وہ اس سے بری ہیں اور وہ جہالت سے یہ اعتقاد بھی رکھتا ہے کہ اسے حضرت علی کا بدلہ لینا چاہئے کیونکہ وہ رسول کریم ﷺ کے قرابتدار ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ رافضی کا شیخین سے بغض رکھنا اس جہالت کی وجہ سے ہے جو اس کے ذہن میں استقرار پکڑ گئی ہے اور ان کے ہاں حضرت علی پر ظلم کے اعتقاد کی وجہ سے فساد پیدا ہوا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوا اور نہ ہی حضرت علی قطعی طور پر ایسا اعتقاد رکھتے تھے۔ پس رافضی کی تکفیر کا ماخذ یہ ہے کہ وہ اپنے اعتقاد کی وجہ سے شیخین کے بارے میں اس بات کا عادی ہو گیا ہے حالانکہ یہ دین کے نقصان کی بات ہے کیونکہ رسول کریم

سوم:

یہ ہیئت اجتماعی جس نے اس رافضی سے بر سر عام حضرت ابو بکر، حضرت عثمان پر لعنت کرنے اور اسے جائز قرار دینے کا صدمہ اٹھایا حالانکہ وہ ائمہ اسلام ہیں اور جنہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد دین کو قائم کیا ہے انہیں ان کے مناقب و مآثر میں دین پر طعن کرنے کی کوئی بات معلوم نہیں ہوئی اور دین پر طعن کرنا کفر ہے۔ ان تین دلیلوں نے میرے دل پر غلبہ پا لیا ہے ورنہ امام شافعی کے مذہب کا آپ کو علم ہی ہے۔

چہارم:

علماء سے منقول ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ بعض نے اس کے خلاف بھی بیان کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ کافر ہے اور مسئلہ مذکورہ ان کی کتب سروجی کی ''الغایت'' فتاویٰ ظہیریہ، محمد بن الحسن کی ''الاصل'' اور ''فتاوی بدیعیہ'' میں موجود ہے۔ انہوں نے رافضیوں کو کفار وغیرہم میں تقسیم کیا ہے اور ان کے بعض فرقوں کے اختلاف کا ذکر بھی کیا ہے اور اس شخص کے متعلق بھی اختلاف کا ذکر کیا ہے جو حضرت ابو بکر کی امامت کا انکار کرے اور ان کی تکفیر کو صحیح خیال کرے۔

''المحیط'' میں ہے کہ امام محمد رافضیوں کے پیچھے نماز ~~نہیں~~ جائز نہیں سمجھتے۔ اس لئے کہ انہوں نے حضرت ابو بکر کی خلافت کا انکار کیا ہے جبکہ صحابہ نے آپ کی خلافت پر اتفاق کیا ہے۔

''الخلاصہ'' میں ہے کہ جو شخص حضرت ابو بکر کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور تتمۃ الفتاویٰ میں ہے کہ غالی رافضی جو حضرت ابو بکر کی خلافت کا منکر ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں اور المرغینانی میں ہے کہ اہل ہوا و بدعت کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور رافضی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

پھر کہتے ہیں حاصل کلام یہ کہ اگر وہ اپنی خواہش سے تکفیر کرتا ہے تو جائز نہیں ورنہ جائز اور مکروہ ہے۔

شرح المختار میں ہے کہ کسی صحابی کو گالی دینا یا اس سے بغض رکھنا کفر نہیں ہوگا لیکن ایسے شخص کی تضلیل کی جائے گی کیونکہ حضرت علی نے اپنے گالی دینے والے کی تکفیر نہیں کی اور فتاوی بدیعیہ میں ہے کہ جو حضرت ابو بکر کی امامت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ بعض نے اسے

سے کسی کو حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا عثمان یا حضرت معاویہ یا حضرت عمرو بن العاص کو گالی دے۔ اگر کہے کہ وہ گمراہ اور کفر پر تھے تو اسے قتل کیا جائے اور اگر اس کے علاوہ کوئی اور گالی دے جیسے لوگ گالیاں دیتے ہیں تو اسے سخت عذاب دیا جائے۔ آپ کا یہ قول کہ جو ان کی طرف گمراہی اور کفر کو منسوب کرے اسے قتل کر دیا جائے یہ ایک اچھا قول ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے ان کے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے اور اگر ان کی طرف ظلم منسوب کرے جو کفر سے کم ہو۔ جیسے کہ بعض رافضیوں کا خیال ہے تو یہ تردد کا مقام ہے کیونکہ یہ بات نہ بلحاظ صحبت ہے اور نہ کسی ایسے معاملے سے متعلق ہے جو دین سے تعلق رکھتا ہو یہ تو بغض صحابہ کی خصوصیات سے تعلق رکھنے والی بات ہے اور اس سے دین کی کوئی تنقیص نہیں ہوتی۔ بلاشبہ رافضی ان باتوں سے منکر ہیں جو ضرورت سے معلوم ہوئی ہیں اور وہ صحابہ پر افتراء کرتے ہیں جن سے ضرورت کے تحت ہم ان کی برأت سمجھتے ہیں لیکن اس سے حضرت نبی کریم ﷺ کی تکذیب کا اقتضاء ثابت نہیں ہوتا بلکہ وہ اسے حضرت نبی کریم ﷺ کی موافقت خیال کرتے ہیں اور ہم اس بارے میں ان کی تکذیب کرتے ہیں۔ اب تک امام مالک سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی جو اس قسم کے آدمی کے قتل کی مقتضی ہو۔

ابن حبیب کہتے ہیں کہ جو شیعہ حضرت عثمان سے بغض و اظہار بیزاری میں غلو کرے اسے سخت تادیب کی جائے اور جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے بغض میں بڑھ جائے اسے سخت سزا دی جائے۔ اسے بار بار مارا جائے اور موت تک اسے قید میں رکھا جائے اگر وہ حضرت نبی کریم ﷺ کو گالی دے تو اسے قتل کر دیا جائے۔

سمنون کہتے ہیں کہ جو اصحاب النبی ﷺ میں سے حضرت علی یا حضرت عثمان یا دوسرے صحابہ پر جھوٹ بولے اسے دردناک مار دی جائے۔

ابن ابی زید نے سمنون سے بیان کیا ہے کہ جو حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کے متعلق کہے کہ وہ گمراہی اور کفر پر تھے اسے قتل کیا جائے اور جو ان کے علاوہ صحابہ کو اس جیسی گالی دے اسے سخت عذاب دیا جائے۔ اصحاب اربعہ کی تکفیر کرنے والا قتل کیا جائے گا کیونکہ اس نے غلاۃ اور روافض کو چھوڑ کر اجماع امت کی مخالفت کی ہے اور اگر وہ اصحاب ثلاثہ کی تکفیر کرے اور حضرت علی کی تکفیر نہ کرے اس کے متعلق سمنون نے کوئی تصریح نہیں کی۔ امام مالک کا کلام اس بارے میں زیادہ واضح ہے۔

صحابی کا کوئی بیٹا زندہ ہو تو وہ اسے حد لگائے گا ورنہ مسلمانوں میں سے وہ آدمی حد لگائے گا جسے امام قبول کرے گا۔ وہ کہتے ہیں یہ بات غیر صحابہ کے حقوق کی طرح نہیں کہ انہوں نے بھی حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ بھلائی کی ہے۔ اگر امام یہ بات سنے اور اسے گواہی مل جائے تو وہ اس حد کے قیام کا ذمہ دار ہے اور جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ دوسرا دیگر صحابہ کی طرح یہ ہے کہ اسے مفتری کی حد لگائی جائے۔ وہ کہتے ہیں میں پہلے قول کا قائل ہوں۔

ابو مصعب نے امام مالک سے روایت کی ہے جو اہل بیت محمد (ﷺ) کو گالی دے اسے دردناک ماردی جائے۔ اس کی تشہیر کی جائے اور توبہ کرنے تک اسے قید میں رکھا جائے کیونکہ یہ رسول کریم ﷺ کے حق کا استخفاف ہے اور ابن مطرف نے اس شخص کے بارے میں فتویٰ دیا ہے جو رات کو عورت کو حلف دینے کا انکار کرے وہ کہتے ہیں خواہ حضرت ابوبکر کی لڑکی ہو اسے دن کو حلف اٹھانا پڑے گا۔ اس قسم کے موقع پر حضرت ابوبکر کی لڑکی کا ذکر بہت ادب کی وجہ سے کیا گیا ہے۔

ہشام بن عمار کہتے ہیں میں نے امام مالک کو فرماتے سنا ہے کہ جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو گالی دے اسے قتل کیا جائے اور جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے اسے بھی قتل کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں فرماتا ہے **یعظکم اللہ ان تعودوا لمثلہ ابدا ان کنتم مومنین** ۔ جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی اس نے قرآن پاک کی مخالفت کی اور جو قرآن پاک کی مخالفت کرے اسے قتل کیا جائے گا۔

ابن خضر کہتے ہیں یہ قول صحیح ہے۔ شیعہ اور خوارج کی تکفیر کرنے والوں نے اس سے حجت پکڑی ہے کیونکہ وہ عظیم القدر صحابہ کی تکفیر کرتے ہیں اور اس سے حضرت نبی کریم ﷺ کے اس قول کی تکذیب ہوتی ہے جس میں انہیں قطعی جنتی قرار دیا گیا ہے اور یہ احتجاج اس شخص کے بارے میں درست ہے جس کا تکفیر کرنا ثابت ہے اور یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ ائمہ احناف نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی خلافت کے منکر کی تکفیر کی ہے۔ یہ مسئلہ "الغایت" اور دیگر کتب میں موجود ہے۔ جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اور محمد بن الحسن کی "لا صل" اور "بلظاہر" میں ہے کہ انہوں نے یہ بات حضرت امام ابوحنیفہ سے اخذ کی ہے اس لئے کہ وہ کوفی ہونے کی وجہ سے روافض کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں اور کوفہ رفض کا منبع ہے۔ روافض کے بعض فرقوں

خاص طور پر شیخین اور دونوں دامادوں کو گالی دینے کے بارے میں ہے اور یہ زجر وتوبیخ کے لحاظ سے اشد بات ہے کیونکہ اس میں ایک وجہ کفر بھی ہے اور حضرت ابوبکر اور ان جیسے لوگوں کی تکفیر کرنا جن کے متعلق رسول کریم ﷺ نے جنتی ہونے کی گواہی دی ہے۔ اس بارے میں اصحاب شافعی نے کوئی بات نہیں کی اور جس نے اسے قطعی کفر خیال کیا ہے اس نے ان لوگوں کے ساتھ موافقت کی ہے جن کا بیان پہلے گزر چکا ہے اور احمد سے یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ خلافت عثمان میں طعن کرنا' مہاجرین و انصار پر طعن کرنا ہے اور یہ بات درست ہے کیونکہ حضرت عمر نے خلافت کے لئے مجلس شوریٰ بنائی تھی جو چھ آدمیوں پر مشتمل تھی۔ حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف' حضرت طلحہ' حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص۔ آخری تین اپنے حقوق سے دستبردار ہو گئے اور حضرت عبدالرحمٰن اسے اپنے لئے نہ چاہتے تھے۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ حضرت علی اور حضرت عثمان میں سے کس کی لوگ بیعت کریں۔ انہوں نے اپنے دین کے لئے بہت احتیاط اختیار کی۔ تین دن رات بغیر سوئے وہ مہاجرین و انصار کے گھروں میں گھومتے رہے اور ان سے مشورہ لیتے رہے کہ حضرت علی اور حضرت عثمان میں سے کس کی بیعت کرنی چاہئے۔ وہ عورتوں' مردوں' جماعتوں اور افراد سے ملے اور ہر ایک سے اس کا عندیہ معلوم کیا۔ یہاں تک کہ سب کی آراء حضرت عثمان کے بارے میں متفق ہو گئیں۔ پس آپ نے ان کی بیعت کی اور حضرت عثمان کی بیعت مہاجرین و انصار کے قطعی اجماع سے ہے۔ اس پر طعن کرنا دونوں فریقوں پر طعن کرنا ہے۔

احمد نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت عثمان کو گالی گلوچ کرنا زندیقیت ہے اور اس کی وجہ انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ بظاہر تو یہ کفر نہیں مگر بباطن کفر ہے کیونکہ اس سے فریقین کی تکذیب تک بات پہنچتی ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہی ہے۔ پس آپ کے کلام سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ صحابی کے گالی دینے والے کی تکفیر کرتے ہیں۔ بخلاف بعض صحابہ کے۔ جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ احناف کے نزدیک حضرت ابوبکر کو گالی دینا کفر ہے اور ایک وجہ سے شافعیہ کے نزدیک بھی۔ امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ وہ اسے کوڑے مارنا واجب قرار دیتے ہیں۔ اس کے کفر کے قائل نہیں۔ ہاں اس سے وہ بات خارج ہو جاتی ہے جو آپ سے خوارج کے بارے میں بیان ہوئی ہے کہ انہوں نے کفر کیا ہے۔ آپ کے ہاں اس مسئلہ کی دو

تکلیف دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ان ذلکم کان یوذی النبی فیستحیی منکم الایۃ اور یہ رافضی اپنے خیال میں اہل بیت کا بدلہ لے رہا تھا۔ اس کا مقصد رسول کریم ﷺ کو ایذا دینا نہیں تھا۔ پس اس کے قتل کی دلیل واضح نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانا............ موجب قتل ہے۔ اس لئے کہ قرآن پاک نے آپ کی برأت کی گواہی دی ہے۔ پس آپ پر تہمت تراشنا قرآن پاک کی تکذیب کرنا ہے اور قرآن پاک کی تکذیب کفر ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ رسول کریم ﷺ کی بیوی ہیں۔ ان پر الزام لگانا............ آپ کی تنقیص کرنا ہے اور آپ کی تنقیص کفر ہے اور بقیہ امہات المومنین کے متعلق بھی الزام لگانے کا یہی حکم ہوگا۔ پس پہلی بات کی رو سے کفر نہ ہوگا اور دوسری کی رو سے کفر ہوگا اور یہی بعض مالکیوں کے نزدیک ارجح ہے۔ نیز حضرت رسول کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والوں کو قتل نہیں کیا کیونکہ انہوں نے نزول قرآن سے پہلے تہمت لگائی تھی۔ اس سے قرآن کی تکذیب لازم نہیں آتی۔ اس لئے کہ یہ حکم نزول آیت کے بعد نازل ہوا ہے۔ اسے پہلے کے واقعہ پر لاگو نہیں کیا جا سکتا۔

ششم:

صحیح حدیث میں ہے کہ میرے صحابہ کو گالی نہ دو۔ جو ان سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے اور جس نے انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ یہ بات سب صحابہ کے لئے ہے لیکن ان کے درجات ہیں اور ان کے متفاوت درجات کی وجہ سے حکم میں بھی تفاوت ہو جائے گا اور جرم جس سے تعلق رکھتا ہوگا اس کے مقام کے مطابق بڑھ جائے گا۔ پس حضرت ابوبکر کو گالی دینے پر صرف کوڑوں پر اکتفاء نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ دوسرے کے بارے میں کوڑوں پر ہی اکتفاء کیا جائے گا اس لئے کہ یہ کوڑے تو صرف حق صحبت کے باعث ہیں۔ جب صحبت کے ساتھ دوسری چیزیں بھی مل جائیں جو دین اور مسلمانوں کی نصرت کی وجہ سے احترام کا تقاضا کریں اور آپ کے ہاتھ پر جو فتوحات ہوئی ہیں اور آپ کو حضرت نبی کریم ﷺ کی خلافت وغیرہ ملی ہے ان میں سے ہر بات آپ کے متعلق جرأت کرنے والے کے بارے میں مزید عقوبت کا تقاضا کرتی ہے۔ پس عقوبت میں اضافہ ہو جائے گا اور حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد یہ کوئی نیا حکم نہیں بلکہ آپ نے احکام دیئے ہیں اور انہیں اسباب سے منسلک کیا ہے۔ پس ہم اسباب کا اتباع کرتے ہیں اور ہر سبب

پس معلوم ہوا کہ اس رافضی کا قتل درست اور صحیح ہے اور اس پر مالکی حاکم کے مذہب کی بناء پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ان کا مذہب بیان ہو چکا ہے اسی طرح امام ابوحنیفہ کے مذہب کی رو سے بھی اعتراض نہیں ہو سکتا اور نہ شافعیہ کے مذہب کی ایک وجہ سے ہو سکتا ہے اور نہ ہی حنابلہ کے مذہب کی رو سے ایسا ہو سکتا ہے۔ پس اس واقعہ اور علماء کے کلام پر غور کرو جسے میں نے درج کیا ہے کیونکہ اس میں اہم احکام ہیں اور بہت سے فوائد ہیں تو ان کو واضح طور پر شک و طعن سے سالم اور تعصب وعیب سے منزہ کسی کتاب میں اکٹھے کم ہی پائے گا۔ میں نے اپنی کتاب ''الاعلام فی قواطع الاسلام'' میں ان کا ذکر کیا ہے جن سے اس بات کی وضاحت ہو جاتی ہے جس کی طرف میں نے سبکی کے کلام کے دوران اشارہ کیا ہے۔ جسے وہ ہمارے مذہب کے قواعد کے خلاف اپنی پسند کے مطابق کسی اور حکم کی بناء پر استخراج کرتا ہے۔

پس مذکورہ کتاب سے یہ بیان دیکھ لیجئے[1] کیونکہ اس باب میں اس نے اس جیسا نہیں لکھا بلکہ میں اپنے کسی امام کے بارے میں بھی کامیاب نہیں ہوا کہ اس نے صرف مکفرات کے بارے میں کوئی کتاب تالیف کی ہو اور نہ ہی مذاہب اربعہ کے مطابق اس کے تمام مسائل کے بارے میں مکمل حکم بیان کیا ہو جس سے انشراح صدر ہوتا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ اس عدیم النظیر مؤلف سے لیا ہے جو حسد اور کینہ کی بیماری سے بچتا ہے اور وہ عناد پر ہمیشہ قائم نہ رہنے والے کے نزدیک ایسا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور دوسروں کو بھی اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق دے اور اپنے جود و کرم اور فضل و خیر کو ہمیشہ میرے شامل حال رکھے۔ وہ رؤف کریم، سخی اور رحمٰن و رحیم ہے۔

---

[1] مؤلف نے الاعلام میں ذکر کیا ہے کہ بعض متاخرین نے حضرت ابوبکر کے وجود اور خلافت کے منکر کے متعلق تکفیر پر جزم کیا ہے خواہ منکر کے نزدیک یہ متواتر نہ بھی ہو اور آپ کے غیر کے منکر کی تکفیر نہیں کی جائے گی کیونکہ اس سے کسی ایسے اصلِ دین کی تکذیب لازم نہیں آتی جس کی تصدیق واجب ہو۔ اور اس کتاب میں کسی دوسرے جگہ ''کتاب الانوار'' کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ حضرت صدیق کی خلافت کا منکر مبتدع ہے کافر نہیں اور جو صحابہ یا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دینے کو جائز قرار دیئے بغیر گالی دے وہ فاسق ہے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو گالی دینے والے کے بارے میں اختلاف ہے اور حسنین کو گالی دینے والے کے کفر میں بھی دو وجہ سے اختلاف ہے۔